سلسلۂ مطبوعاتِ کتابخانۂ ریاست رامپور — نمبر ۱

# مکاتیبِ غالب رح

جم الدوله دبیر الملك میرزا اسد الله خان بهادر نظام جنگِ دهلوی متخلص به
غالب کے اون عرایض و خطوط کا مجموعه جو نواب فردوس مکان،
نواب خلد آشیان (طَابَ ثَراهُمَا) یا دیگر وابستگانِ
دربار کی خدمت مین لکھے گئے تھے

باضافۂ
مقدمه و حواشی از
**امتیاز علی عرشی**
ناظمِ کتابخانۂ ریاست رامپور

حسب الحکم فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم

مطبعۂ قیّمه ـ بمبئی
( مالکان : شرف الدین الکتبی واولاده )
۱۹۳۷

رام بابو سکسینه

UNIVERSITY LIBRARY
MUSLIM UNIVERSITY. ALIGARH.

Ram Babu Saksena Collection.
٨٩١۴۳۹۳۷ ن
۱۱ ع
(۱۳۴م ع)

طبعِ اول ...................... ۱۹۳۷ع

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

# فہرست مضامین

صفحہ

تقریب کتاب .... .... .... .... .... .... .... .... .... ۵ - ۹

دیباچـــہ:

تمہید .... .... .... .... .... .... .... .... .... ۱۱ - ۱۶

سرگذشت غالب .... .... .... .... .... .... .... .... ۱۷ - ۳۸

تصانیف .... .... .... .... .... .... .... .... .... ۳۹ - ٤٤

تلامذہ ٤۵ - ٤٦

## غلطنامۂ دیباچہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۹ | ۱۰ | بدریا بودن | بعیان بودن |
| ۱٤ | ۱ | مجمدعہ | مجموعہ |
| ٤۳ | ۱۳ | صاجب | صاحب |
| ٤۵ | ۷ | نتیرر | نتیر |
| ۱۱۸ | ۱۵ | بارے یہ | بارے مین یہ |

تصحیح کرلینی کی بعد اس پرچہ کو یہان سی پھاڑ دین

خدمت نواب سید زین العابدین خاں بہادر .... .... ۱۰۹ - ۱۱۱

بمطالعۂ منشی سیلچند صاحب میر منشی .... .... .... ۱۱۲ - ۱۱٦

بنام خلیفہ احمد علی صاحب احمد رامپوری .... .... .... ۱۱۷ - ۱۱۹

بنام مولوی محمد حسن خان مالک مطبع .... .... .... ۱۲۰ - ۱۲۱

فہرست اشخاص و قبائل .... .... .... .... .... .... ۱۲۳ - ۱۲۸

فہرست مقامات .... .... .... .... .... .... .... ۱۲۹ - ۱۳۰

فہرست کتب و اخبارات .... .... .... .... .... .... ۱۳۱ - ۱۳۲

تصحیح و استدراک .... .... .... .... .... .... ۱۳۳ - ۱۳۵

( فہرست تصاویر پشت پر )

# فهرستِ تصاویر

مقابل صفحه

١ — شبیهِ نجم الدوله دبیر الملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ متخلص به غالب .... .... .... .... .... .... .... ١٧ دیباچه

٢ — عکسِ خطِ میرزا اسد الله خان غالب دهلوی محفوظهٔ دار الانشاء .... .... .... .... .... .... .... .... ١٤٦ دیباچه

٣ — شبیهِ مبارك جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بهادر فردوس مکان، طاب ثراه .... .... .... .... .... .... ١

٤ — شبیهِ مبارك جناب نواب سید محمد کلب علیخان بهادر خلد آشیان، طاب ثراه .... .... .... .... .... .... ٤٨

D-2002

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U32448

۳۲۴۴۸

مطبع
رام بابو سکسینہ
باسمہ
27 AUG 1963

# تقریب

سنه ۱۸۵۷ ع کے « رستخیزِ بیجا » سے هندوستان کی جو ریاستین محفوظ رهین ، اون مین روهیلکهنڈ کی واحد اسلامی ریاست « مصطفی آباد » عرف رامپور مشرقی علم و ادب کی سر پرستی کے اعتبار سے ممتاز ترین درجه کی مالك هے.

یه ریاست بارهوین صدی هجری مین جانباز روهیلون کی مردانه کاریون کی بدولت قائم هوئی ، اور چند سال کے اندر اپنے خوش بخت فرمانروا نواب سید علی محمد خان بهادر کے اقبال کی تائید سے روهیلکهنڈ کے طول و عرض پر چها گئی . لیکن ابهی اسکی بنیاد کا حقه استوار هونے پائی تهی ، که ۱۱۶۲ ھ (۱۷٤۹ ع) مین نواب سید علی محمد خان بهادر کا انتقال هوگیا . حافظ رحمت خان بهادر نے دیگر روهیله سردارون کے مشوره سے اونکے فرزندِ سوم نواب سید سعد الله خان بهادر کو ، جو ابهی صغیرالسن تهے ، تخت نشین کردیا . سلطنتِ اوده روهیلون کے روز افزون اقتدار و تسلط کو خطره کی نگاه سے دیکهتی تهی . اوسنے اس نازك وقت سے فائده اوٹهایا ، اور اپنی متواتر چند سال کی جارحانه مخالفت سے روهیلکهنڈ کی طویل و عریض سلطنت کو ریاست رامپور کی مختصر چار دیواری مین محصور هونے پر مجبور کردیا .

اس پرآشوب عهد مین حکومتِ انگلشیه کے زیرِ حمایت نواب سید فیض الله خان بهادر عرش منزل مسندِ آبائی پر متمکن هوے . آپ مین وه تمام صفاتِ حسنه ، جو ایك معدلت گستر حکمران کا طرّهٔ امتیاز شمار کیجاتی هین ، بوجهِ اتم موجود تهین . اسلئے آپ نے اپنی دانشِ شاهانه سے کام لیکر روهیلون کی منتشر قوت کو یکجا کیا ، تعلیم و تربیتِ رعایا کیلئے عربك کالج

(مدرسۂ عالیه) قائم کرکے ملا حسن فرنگی محلی اور بعد ازان بحرالعلوم مولانا عبد العلی لکھنوی کو اوسکا پرنسپل مقرر فرمایا ، اور جوڈیشل ڈپارٹمنٹ (محکمۂ قضا) کیلئے « فتاوای فیض الله خانی » مرتب کرایا . لیکن ابھی عروجِ ستارۂ اقبال کی امیدِ مرده پوری طرح زنده نہونے پائی تھی که ذیحجه سنه ١٢٠٨ ھ (١٧٩٤ ع) مین نواب عرش منزل نے قضا کی .

روهیلون نے آپ کے فرزندِ اکبر نواب سید محمد علیخان بہادر کو اپنا حکمران تسلیم کیا . مگر یه نیا دور ایك افسوسناك حادثه کے باعث بہت جلد ختم هو گیا ، اور محرم سنه ١٢٠٩ھ (١٧٩٤ ع) مین بجائے آپ کے نواب عرش منزل کے فرزندِ دوم نواب سید غلام محمد خان بہادر مسند نشین هوئے . حکومتِ اوده روهیلون کی مجتمعه قوت کو پھر خائفانه نظرون سے دیکھنے لگی تھی . اوس نے اس معامله مین بیجا مداخلت کی ، اور نواب سید محمد علیخان بہادر کا خون بہا طاب کرنے کے بہانے سے رامپور پر فوج کشی کردی . سوءِ اتفاق سے روهیلون کو شکست هوگئی . نواب سید احمد علیخان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ، جو ابھی خورد سال تھے ، صاحبزاده سید نصرالله خان بہادر کی سرپرستی مین والی بنائے گئے ، اور نواب سید غلام محمد خان بہادر اور اونکی اولاد رامپور سے باهر رهنے پر مجبور هوئی . لیکن

خدا شری برانگیزد که خیرِ ما دران باشد

ان حضرات کی ظاهری محرومیِ تخت و تاج انکی آینده عظمت و شهرت کا سبب بنگئی .

سنه ١٢٥٦ ھ (١٨٤٠ ع) مین نواب سید احمد علیخان بہادر فوت هوے ، اور اونکی اکلوتی صاحبزادی شمسه تاجدار بیگم صاحبه کی حکومت تسلیم کرنے سے روهیله سردارون نے انکار کردیا . حکومتِ انگلشیه کے تدبر نے نواب سید غلام محمد خان بہادر کے خلف الرشید نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت

آرامگاہ کو اس وراثتِ آبائی کا حقدار قرار دیا .

نوابِ جنت آرامگاہ نے سنِ شعور کو پہنچکر حکومتِ انگلشیہ کو شرفِ خدمت بخشا تھا ، اور اپنی کاردانی وقابلیتِ انتظامی کی بدولت ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ کی عزت افزائی فرماچکے تھے . آپ نے زمامِ حکومت ھاتھ مین لیکر سب سے پہلے ریاست کی تنظیمِ جدید کیطرف توجه مبذول فرمائی ، اور فوج ، پولیس ، اور محکمۂ مال کیلئے نئے قوانین و ضوابط مقرر فرماکر روھیلون کے غیر منظم جرگہ کو آئینی ریاست کے قالب مین ڈھالدیا .

انتظامی امور سے فارغ هوکر نواب جنت آرامگاہ نے سرپرستیِ علم و ادب کی طرف قدم اوٹھایا . مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، ملك الشعرا مہدی علیخان ذکی مرادآبادی ، حکیم احمد خان فاخر رامپوری اور دیگر علما وادبا مختلف کتابون کی تالیف و ترجمه پر مامور هوے . لیکن یه پودا پروان چڑھنے نه پایا تھا که سنه ١٢٧١ ھ (١٨٥٥ ع ) مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی .

آپ کے بعد نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے تاجِ ریاست زیبِ سر فرمایا . آپ نواب جنت آرامگاہ کی تخت نشینی سے قبل دھلی مین قیام پزیر ھوے تھے ، اور مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، مفتی صدر الدین خان آزردہ ، اور میرزا اسد الله خان غالب سے علومِ عربی و فارسی کی تحصیل فرما چکے تھے . آپ کی تخت نشینی کے دو سال بعد هندوستان نے حکومتِ انگلشیه کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا . نواب فردوس مکان نے اس موقع پر حکومت کی حمایت و همدردی مین بیش بہا خدمات انجام دین ، اور غدر فرو هو جانے پر آفت رسیدہ علما ، شعرا ، ادبا اور دیگر اهلِ هنر کیلئے اپنے سایۂ عاطفت و پرورش کو وسیع فرمادیا .

نواب فردوس مکان کے دامنِ جود و سخا مین پناہ لینے والے حضرات کی طویل فہرست مین ، مفتی محمد سعد الله مرادآبادی ، میرزا اسد الله خان

غالب دهلوی ، منشی مظفر علیخان اسیر لکهنوی ، منشی امیر احمد امیر مینائی ، صاحبعالم میرزا رحیم الدین بهادر حیا دهلوی ، شیخ علی بخش بیمار ، میر عوض علی عدیل ملیح‌آبادی خوش نویسِ نستعلیق ، اور منشی انبا پرشاد لکهنوی داستانگو وه ممتاز هستیان هین جن سے اربابِ علم و ادب بخوبی واقف هین ۔

لیکن ان تمام صاحبانِ فضل و کمال مین نجم الدوله دبیرالملک میرزا اسد الله خان بهادر غالب دهلوی کو یه خصوصیت حاصل تهی ، که آغازِ سنه ۵۷ ع مین مولانا فضل حق خیرآبادی کی وساطت سے نواب فردوس مکان نے انهین فنِ سخن مین اپنا مشیرِ خاص مقرر فرمایا تها ۔ ابتداءً نواب فردوس مکان وقتی عطیات سے میرزا صاحب کی امداد فرماتے رهتے تهے ۔ لیکن غدر کے بعد انکی پنشن بند هوگئی تو نوابصاحب نے جولائی سنه ۵۹ ع سے سو روپیه ماهوار تنخواه جاری فرمادی تهی ، جو انکے انتقال کے بعد نواب خلد آشیان کے خزانه سے ملتی رهی ، اور میرزا صاحب کی وفات پر اونکے متبنیے حسین علیخان شادان کے وظیفه کی شکل مین تبدیل هوگئی ۔

اس رشته کی بدولت سنه ۱۸۵۷ ع سے سنه ۱۸۶۹ ع تک دربارِ رامپور اور میرزا غالب کے درمیان سلسلۂ مراسلت جاری رها ۔ اس مراسلت کا معتد به حصه محکمۂ عالیۂ دارالانشا (پولیٹیکل ریکارڈس آفس) رامپور ، مین محفوظ تها ۔ سنه ۱۹۳۵ ع مین احقر نے ، اعلیٰ حضرت بندگانِ حضور پرنور کپتان هز هائنس عالیجاه ، فرزندِ دلپذیرِ دولتِ انگلشیه ، مخلص الدوله ناصر الملک امیر الامرا نواب سید محمد رضا علیخان بهادر مستعد جنگ ، کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ، فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم کی توجهِ همایون اس نادر و نایاب ذخیره کی اشاعت کیطرف مبذول کرنے کی جرات کی ۔

بندگانِ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ گرامی اپنے آبایِ کرام کیطرح سرپرستیِ علوم و آداب مین عموماً ، اور پرورشِ زبانِ اردو مین خصوصاً اقران و اماثل

مین ممتاز ہے۔ بنابرین حکمِ عالی نافذ ہوا کہ اس مجموعہ کو باحسنِ وجوہ مرتب کرکے افادۂ اربابِ ذوق کیلئے شایع کردیا جائے۔

مین نے مولوی امتیازعلی عرشی (ناظمِ کتب خانۂ رامپور) کو، جن مین علمی قابلیت، ذوقِ سلیم، اور علم و ادب کی عملی خدمت کے جذبات جمع ہین، اور مجھے ان سے آیندہ کیلئے بہت بلند اور خوش آیند توقعات ہین، اس ادبی خدمت کے سرانجام پر مامور کیا، اور وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات اور مشورے دیتا رہا۔ انکی مسلسل دو سال کی سعی و جانفشانی کے بعد آج یہ مجموعہ اس قابل ہوا ہے، کہ اعلیٰ حضرت شہریارِ رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے حضور مین اس گزارش کیساتھ پیش کیا جاسکے، کہ

لایق نبود قطرہ بدریا بردن     خار و خسِ صحرا بگلستان بردن
اما چہ کنم کہ رسمِ موری باشد     پایِ ملخی پیشِ سلیمان بردن

التجا ہے کہ یہ حقیر کوشش شرفِ قبولیت سے مفتخر کیجائے، کہ یہی اسکی قبولیتِ عامہ کا پیش خیمہ ہوگا۔

خدا سرکار کی عمر دراز کرے، اور جاہ و جلال و اقبال زیادہ فرمائے، تا کہ اس مبارک عہد مین اہم سے اہم اور زیادہ سے زیادہ علمی خدمات انجام پائین۔ آمین۔

رنگ محل پیلس۔ رامپور اسٹیٹ۔
۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۷ ع۔

**بشیر حسین زیدی**
چیف منسٹر رامپور اسٹیٹ

بسم الله الرحمن الرحيم

# دیباچه

## نحمده و نستعینه و نصلی علی رسوله الکریم

تمهید

سنه ۱۹۳۵ع مین جنابِ معلی القاب عالیمرتبت سید بشیر حسین صاحب بهادر زیدی، چیف منسٹر ریاست رامپور، نے حقیر عرشی کو حکم دیا، که بندگانِ اعلیٰ حضرت هز هائنس کپتان عالیجاه، فرزندِ دلپذیرِ دولتِ انگلشیه، مخلص الدوله ناصر الملك امیر الامرا، نواب سید محمد رضا علیخان بهادر مستعد جنگ فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم کے ایمایِ همایون کے مطابق، میرزا اسد الله خان بهادر غالب دهلوی کے مکاتیب، جو موصوف نے نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان (طاب ثراهما) یا دیگر وابستگانِ دربار کے نام لکھے تھے، اور عرصه سے محکمۂ عالیۂ دارالانشا مین محفوظ تھے، ضروری حواشی اور ایك سیر حاصل مقدمه کیساتھ مرتب کرون.

میری علمی بے بضاعتی اس بارِ گران کی کسی طرح متحمل نه تھی، اور دامنِ همت اس شرفِ بے پایان کے احاطه سے کوتاه نظر آتا تھا. مگر بمقتضایِ

من درین رتبه از کجا؟ لیکن ✲ مور پروردۂ سلیمان است

بتعمیلِ حکم ترتیبِ مکاتیب کا کام شروع کیا، اور مسلسل دو سال کی شب و روز کی محنت کے بعد اس مجموعه کی ترتیب کے فریضه سے سبکدوش هوا. مجھے اسکا اعتراف هے که میرزا غالب کے سهلِ ممتنع مکتوبات پر حواشی

کا اضافہ ریشمی لباس مین ٹاٹ کا پیوند لگانا، اور اونکی انشا پر اظہارِ رای آفتاب کو دنیا سے روشناس بنانا ہے. تاہم اسکی قبولیت کا خواستگار، اور یہ سوچکر کہ قبولیت کے لئے نازِ خوبی سے زیادہ نیازِ خلوص کی ضرورت ہے، جو میرا واحد سرمایۂ حیات ہے، اپنی مراد کے حصول کا امیدوار ہون.

### دیباچہ کی ضرورت

میرزا غالب مرحوم کے سوانحِ حیات اور کلامِ نظم و نثر کا انداز و مرتبہ سمجھنے کیلئے خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی «یادگارِ غالب» مولانا غلام رسول مہر کی «غالب» اور مسٹر محمد اکرام، ایم، اے، کی تازہ ترین کتاب «غالب نامہ» عصرِ حاضر کی وہ مایۂ ناز تصنیفات ہین، جنکے بعد اس مضمون پر کسی مطوّل یا مختصر تالیف کی ضرورت عرصہ تک محسوس نہین کیجائیگی. اسلئے کہ ان حضرات نے اندرونی و بیرونی شہادتون پر اپنے بیانات کی بنیاد استوار کی ہے، جسکے باعث انکا مطالعہ کرنیوالا میرزا صاحب کی مادی و فکری دنیا مین باریاب ہونیکا شرف حاصل کرلیتا ہے، اور یہی ایک شاعر و مفکّر کے خیالات سمجھنے کا بلند ترین درجہ ہے. لیکن با اینہمہ میرے لئے ناگزیر ہے کہ میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور انشایِ اردو کی خصوصیات پر خامہ فرسائی کرون.

اولاً اسلئے کہ ضروری مواد دستیاب نہونیکے باعث مذکورۂ بالا تصنیفات میرزا صاحب کے تعلقاتِ رامپور پر، جو اونکی آخری زندگی کا اہم باب ہے، کماحقہ روشنی ڈالنے سے قاصر نظر آتی ہین.

ثانیاً اسلئے کہ ان تالیفات کا دائرہ میرزا صاحب کی ساری کائناتِ ادب کو محیط ہے، جسکے سبب سے ان مین خاص انشایِ اردو سے سیر حاصل بحث نہین کیگئی ہے. حالانکہ یہ صنفِ ادب اونکی خصوصیتِ خاصہ تسلیم کیگئی ہے، جس مین ہندوستان کا کوئی ادیب، بغیرِ استثنا، آجتک شرکت

کی جرات نہین کرسکا ہے۔

ثالثاً اسلیئے کہ خود میرزا غالب نے ۱٤ جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین عرض کیا تھا، کہ میری یہ آرزو ہے کہ ولیِ نعمت کو اپنی ساری روداد سنا دون، تا کہ کسیطرح کا پردہ درمیان نرہے۔ میرزا صاحب کے الفاظ یہ ہین:

> «ہر آئینہ در دل چنان گزشت، کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان و حجابی درمیان نماند.» (۱)

دیباچہ کی مباحث

لیکن میرزا صاحب کے سوانح لکھتے وقت اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے، کہ صرف وہی واقعات بیان کیے جائین جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب مین دربارِ رامپور یا وابستگانِ دربار کو تحریر کیے تھے اور عام حالات سے، جو اردوی معلی یا عودِ ہندی وغیرہ مین مذکور ہین، قطعاً بحث نکیجائے۔ البتہ تعلقاتِ رامپور کی بنا میرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریرون پر رکھی گئی ہے۔ کیونکہ اس موضوع سے کسی بزرگ نے تفصیلی بحث نہین کی تھی۔

میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے بعد اونکی انشایِ اردو کے انداز، اور اوسکے اجزا کی خصوصیات سے علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث کیگئی ہے، اور کوشش کی ہے کہ حتی الامکان زیرِ نظر مکاتیب سے مثالین مہیا کیجائین۔ لیکن اردوی معلی اور عودِ ہندی کو بھی ہر جگہ پیشِ نگاہ رکھا ہے، اور نئی امثلہ کیساتھ ساتھ قدیم نظائر بھی درج کی ہین۔ اس ضمن مین بعض ایسی چیزین بھی زیرِ بحث آئی ہین، جنکا تعلق انشا سے زیادہ میرزا صاحب کے عادات وخصائل یا عام حالات سے تھا۔ لیکن، جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے، دیباچۂ ہذا مین عنوانِ سرگزشت کے ماتحت صرف وہی حالات

---

(۱) مکاتیب ص ۱۱۔

لکھے گئے ہین، جنکا ذکر اس مجموعہ کے مکاتیب مین ہوا ہے، دیگر تمام عام حالات نظر انداز کردئیے گئے ہین. ایسی صورت مین یہی مناسب نظر آیا کہ ان مباحث کو انشا کے ساتھ بیان کیا جائے. چونکہ ان کا انشا سے بھی کافی تعلق ہے، اسلئے امید ہے کہ مطالعہ کیوقت بے محل معلوم نہ ہونگے.

### ماخذ دیباچہ و حواشی

حواشی اور دیباچہ کی ترتیب مین جن کتابون سے امداد حاصل کیگئی ہے، اونکے اسما اور سنینِ طباعت حسبِ ذیل ہین:

(١) - اردوی معلی، طبعِ اول، اکمل المطابع دہلی سنہ ١٢٨٥ ھ (١٨٦٩ ع).
(٢) - ایضاً، طبعِ لاہور سنہ ١٩٢٦ ع.
(٣) - عودِ ہندی، طبعِ اول، مطبعِ مجتبائی میرٹھ ١٠ رجب سنہ ١٢٨٥ ھ.
(٤) - کلیاتِ نظمِ فارسی، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ١٢٧٩ھ (١٨٦٣ع).
(٥) - کلیاتِ نثرِ فارسی، طبعِ دوم، مطبعِ نولکشور سنہ ١٨٧١ ع.
(٦) - قاطعِ برہان، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ١٢٧٨ ھ (١٨٦٢ ع).
(٧) - ابرِ گہربار، طبعِ اول، اکمل المطابع دہلی سنہ ١٢٨٠ ھ.
(٨) - دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی، مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ١٩٢٢ع.
(٩) - یادگارِ غالب، مطبوعۂ نامی پریس کانپور سنہ ١٨٩٧ ع.
(١٠) - غالب، مصنفۂ مولانا مہر، طبعِ لاہور سنہ ١٩٣٦ ع.
(١١) - خزانۂ عامرہ، مصنفۂ آزادِ بلگرامی، مطبوعۂ نولکشور پریس کانپور سنہ ١٨٧١ ع.
(١٢) - انتخابِ یادگار، مصنفۂ امیرِ مینائی، مطبوعۂ رامپور سنہ ١٢٩٠ ھ.
(١٣) - اخبار الصنادید، مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو سنہ ١٩١٨ ع.
(١٤) - تذکرۂ کاملانِ رامپور، مطبوعۂ ہمدرد پریس دہلی سنہ ١٩٢٩ ع.
(١٥) - انشای نور چشم، مطبوعۂ نظامی پریس کانپور سنہ ١٢٩١ ھ.

(۱۶) – ڈکشنری آف انڈین بیاگرفی، مصنفۂ بکلینڈ بزبانِ انگریزی مطبوعۂ سنہ ۱۹۰۶ ع (اس کتاب سے صرف انگریز حکام کے حالات ماخوذ ھین) .

(۱۷) – اورینٹل بیاگرفیکل ڈکشنری، مصنفۂ بیل بزبانِ انگریزی، مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۴ ع .

ان مطبوعہ کتابون کے علاوہ حسبِ ذیل قلمی کتابین بھی زیرِ مطالعہ رھی ھین :

(۱) – تاریخِ محمدی، مصنفۂ محمدِ حارثیِ بدخشی، نسخۂ مولف .

(۲) – تاریخِ لطیف، مصنفۂ مولوی مہدیعلیخان رامپوری، نسخۂ مولف .

(۳) – تشریح السنین، مصنفۂ محمد بشیر الدین کاکوروی، نسخۂ مولف .

### تصاویر

کتاب مین نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان اور میرزا غالب کی تصویرین اور موخرالذکر کے ایک خط کا فوٹو شامل ھے .

نواب فردوس مکان کی تصویر اونکے کلیاتِ اردو کے آغاز کی قلمی تصویر کا عکس ھے . یہ تصویر نوابصاحب کے درباری مصور محمد جان کی بنائی ھوئی ھے، اور اصلِ کتاب مین رنگ آمیز ھے . تصویر کے چارون طرف کشمیری طلاکاری مرزا محمد حسن کشمیری کے قلم کی رھینِ منت ھے . مرزا محمد حسن دربارِ رامپور کے متوسلین مین تھے، اور یہان کی قدردانی کی بدولت اپنے وطن کو خیرباد کہکر رامپور مین قیام پزیر ھوگئے تھے . انکے اَخلاف ابتک کتب خانہ کے اسٹاف مین موجود ھین .

نواب خلد آشیان کی قلمی تصویر، جسکا عکس شایع کیا جارھا ھے، کسی نامعلوم پینٹر کی بنائی ھوئی ھے . لیکن یہ بھی ندرتِ فن کا اعلی نمونہ ھے، اور اصلًا رنگ آمیز ھے .

میرزا غالب کی تصویر اوس قلمی تصویر کا عکس ھے، جو اونکی زندگی مین کلیاتِ نظمِ فارسی کے پہلے ایڈیشن مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو (۱۸۶۳ ع) مین شایع ھوئی تھی . یہ ایڈیشن اب نایاب ھے . اسلئے مناسب خیال کیا

گیا که بجائے عام تصاویر کے، جنکی تاریخی حیثیت مشتبه ھے، اوس تصویر کا عکس پیش کیا جائے، جو خود میرزا صاحب شایع کراچکے ھین۔

میرزا صاحب کا رسم تحریر پیش کرنیکے لئے وہ خط منتخب کیا گیا ھے، جو اون کے تعلقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند ھے۔ اس سے بیک وقت معلوم ھوسکے گا که میرزا صاحب کا رسمِ خط کیسا تھا، اور رامپور سے اونکے تعلقات کس سنه مین شروع ھوے۔

## شکریه

میرا فرض ھے که جناب سید شوکت علیصاحب ڈپٹی سیکریٹری دار الانشا اور حکیم انوارالحسن صاحب محافظ دفترِ دارالانشا کا شکریه ادا کرون۔ ان حضرات نے اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصه صرف کرکے، امثله کی تلاش مین مجھے امداد بہم پہنچائی ھے۔ اسیطرح میسرز شرف الدین اینڈ سنس مالکانِ مطبع قیمه، بمبئی، کا شکریه بھی میرے ذمه واجب ھے۔ ان اصحاب نے طباعت کے سلسله مین ھر قسم کے فنّی مشورے دیئیے، اور تغیر و تبدل الفاظ و فقرات کی انتہائی فراخ حوصلگی سے تعمیل کی۔ آخر مین مین سرکار کی درازیِ عمر و ترقیِ جاه و جلال کی دعا پر تمہید ختم کرتا ھون۔

از دستِ گدایِ بینوا ناید ھیچ ٭ جز آنکه بصدقِ دل دعائی بکند

احقر
**امتیاز علی عرشی**
ناظمِ کتبخانه

کتبخانه، قلعهٔ معلی، ریاست رامپور۔
۱۵ مارچ سنه ۱۹۳۷ ع۔

شبیہ مبارک نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ المتخلص غالب مدظلہ

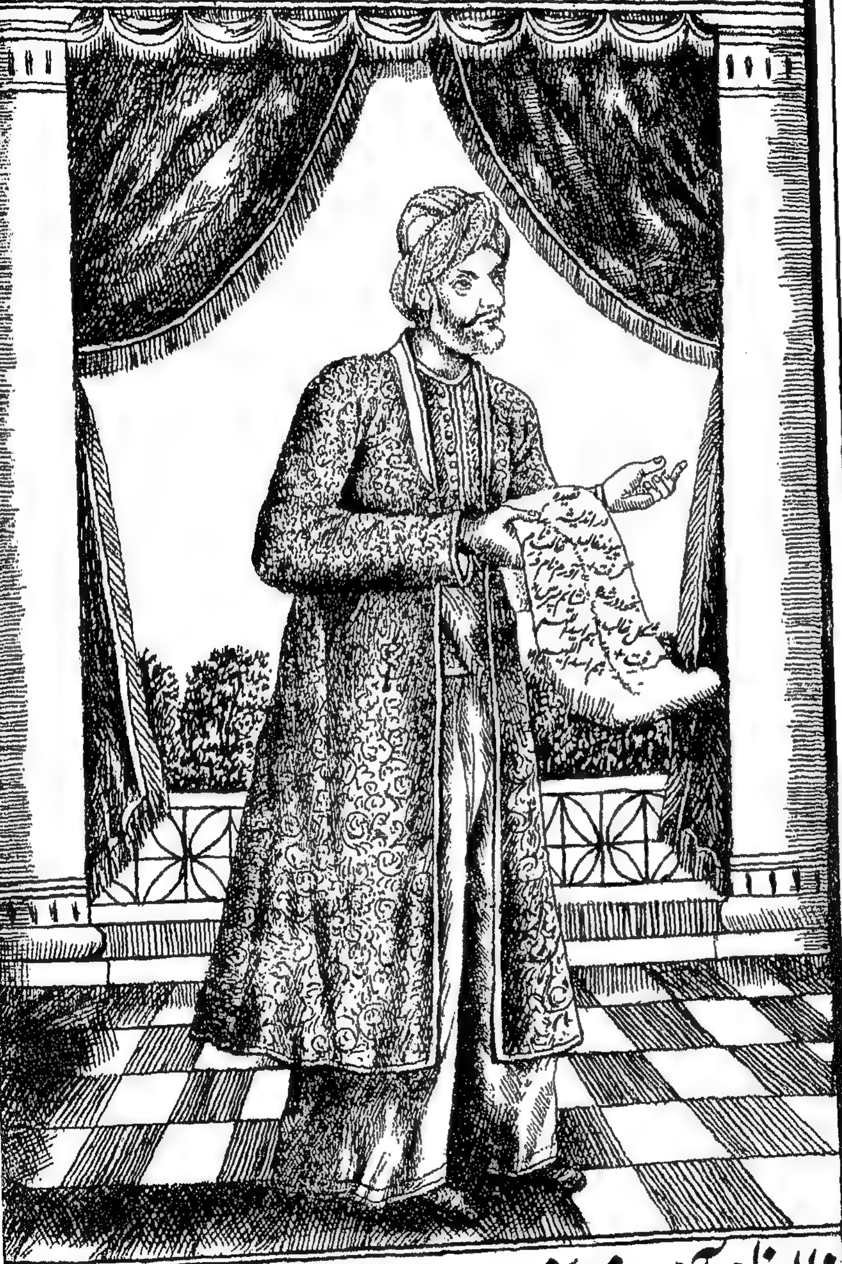

غالب نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسد اللہم و ہم اسد اللہیم

# سرگزشتِ غالب

آتشِ غدر سرد ہو جانیکے بعد میرزا غالب نے نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایک عریضہ لکھا تھا ، جسکا یہان سے جواب نہین گیا ۔ میرزا صاحب نے خیال کیا کہ غالباً میری رودادِ غدر سے واقف نہونے کے باعث سرکار کو شبہ ہے کہ مین بھی باغیون کا شریکِ کار رہا ہون ، اور اس بنا پر از راہِ احتیاط مراسلت سے احتراز فرمایا ہے ۔ اس شبہہ کے ازالہ کیلئے ١٤ جنوری سنہ ١٨٥٨ع کو انہون نے دوسرا عریضہ ارسال کیا ، اور اوس مین اپنے انگریزی روابط ، حقیقتِ تعلقِ قلعہ ، اور ایامِ غدر مین اپنی گوشہ گیری کے تذکرہ سے پہلے سرکار کو لکھا :

> « در زمان چیره دستی کور نمکان سپاه روسیاه سر رشتهٔ پیام از هم گسست . ناچار بفرستادن نامه بر رساندن نامه و پیام صورت بست . درین روزگار ، که فرمان داوران دادگر روائی وسلسلهٔ آمد شد نامه رسائی یافت ، نامه در پیام روان داشته شد ، ونا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشته شد ، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد ، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیده باشد . هر آئینه در دل چنان گزشت که درین باربد انسان سخن سرای توان گشت که سرگزشت من از ولی نعمت نهان وحجابی درمیان نماند . »(١)

میرزا صاحب کی اس توجیہ کے پیش نظر مین نے بھی یہی مناسب خیال کیا کہ کم از کم وہ حالات ، جو خود میرزا صاحب اس عریضہ یا دیگر عرایض و مکاتیبِ رامپور کے ذریعہ نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان ، یا وابستگانِ دربار کے علم مین لانا ضروری سمجھتے تھے ، آغازِ مکاتیب مین شامل کردون ، تاکہ اس مجموعہ کے مطالعہ کرنیوالے کی نگاہ سے بھی وہ حجاب دور ہوجائے ، جو مکتوب الیہم کے درمیان سے اوٹھایا گیا تھا ۔

---

(١) مکاتیب ، ص ١١

### نام تخلص اور القاب شاهی

میرزا صاحب کا نام « اسد الله خان » تخلص « غالب » اور شاهی لقب « نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ » تها ۔ عریضۂ نمبر ۱۳ کے آخر مین نام ، نمبر ۷ اور ۱۱ کے خاتمه مین نام اور تخلص ، اور نمبر ۱ کے زیرین گوشه کی مهر مین نام مع القابِ شاهی مذکور هے ۔ (۱)

### عرف

عرایض مین میرزا صاحب کا عرف کهین مذکور نهین ۔ لیکن سرکاری جوابات کے مسودون کے آغاز مین همیشه « بنامِ میرزا نوشه صاحب » درج هوتا هے ۔ نیز قصیدۂ « همانا اگر گوهرِ جان فرستم » کے لفافه کی پشت پر بهی میر منشی صاحب نے یهی نام لکها هے ۔ اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کا عرف « مرزا نوشه » تها ۔ (۲)

### تاریخ پیدایش

عریضه نمبر ۷ مین میرزا صاحب لکهتے هین :

> « از سر آغاز سال یکهزار و هشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگذشته بود . . . . » (۳)

اس سے واضح هوتا هے که سنه ۱۸۰۶ ع مین میرزا صاحب کی عمر کا دسوان سال تها ۔ گویا وه سنه ۱۷۹۷ع مین پیدا هوے تهے ۔ اردویِ معلی اور عودِ هندی مین ۸ رجب سنه ۱۲۱۲ ه تاریخِ پیدایش بتائی گئی هے ، (٤) جو سنه ۱۷۹۷ع کے مطابق هے ۔ اسلئے اس انگریزی سنه کو صحیح سالِ پیدایش شمار کرنا چاهیے ۔

### نسبی خاندان — چچا

میرزا صاحب نصر الله بیگخان بهادر کے بهتیجے تهے ۔ نصر الله بیگخان چار سو سوارون کے رساله کے افسر تهے ، اور جنرل لارڈ لیك بهادر کی

---

(۱) مکاتیب ، ص ۲۰ و ١٤ و ۱۸ و ٤ (۲) ایضاً ، ص ٦ حاشیه نمبر ۱ (۳) ایضاً ، ص ۱۱
(٤) اردوی معلی ، ص ۳۹۹ و عود هندی ، ص ٦٩

معیت مین حکومتِ انگریزی کی گرانقدر فوجی خدمات انجام دیچکے تھے، جسکے صلہ مین پرگنۂ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر مین عطا ہوا تھا۔ سنہ ١٨٠٦ع مین نصراللہ بیگ خان بہادر کا یکایك انتقال ہوگیا۔ گورنمنٹ نے جاگیر واپس لیکر اونکے ورثا کی پنشن مقرر کردی، جو ابتداء ریاستِ فیروزپور جھرکہ کے خزانہ سے اور بعد ازان غدر تك خزانۂ کلکٹری دھلی سے تقسیم ہوتی رہی۔ یہ تمام تفصیل میرزا صاحب نے عریضۂ نمبر ٧ مین تحریر کی ھے۔ فرماتے ھین:

> « حالی رای جہان آرای باد کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم۔ و از سر آغاز سال یکهزار وهشت صد و شش کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیق نسبی خود نصر اللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہادر در فتح ھندوستان کوششهای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر یافتہ، وھم دران عہد بمرگ ناگاہ از جہان رفتہ بود، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر ومنظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بہادر در وجہ معاش من منجملۂ زر استمراری سرکاری، کہ بذمۂ احمد بخش خان بہر دوام واجب الادا بود، قرار یافت۔ » (١)

### حقیقی بھائی

ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میرزا یوسف خان کا بھی تذکرہ کیا ھے۔ فرماتے ھین:

> « بہر حال دو امر ھنوز مبہم ھین۔ ایك اس انگریزی تحریر کا حال، اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت۔ » (٢)

میرزا یوسف خان نے ٢٩ صفر سنہ ١٢٧٤ھ مطابق ١٩ اکتوبر سنہ ١٨٥٧ع کو بحالتِ دیوانگی دلی مین انتقال کیا۔ (٣)

### سبی خاندان — بی بی

میرزا صاحب کی بی بی امراؤ بیگم نواب الٰہی بخش خان معروف کی بیٹی تھین۔ یہ ٧ رجب سنہ ١٢٢٥ھ (١٨١٠ع) کو میرزا صاحب کے عقد مین آئین، اور اونکی وفات کے چند ماہ بعد تك زندہ رھین۔ نواب فردوس

---

(١) مکاتیب، ص ١١ (٢) ایضاً، ص ٢٧ (٣) کلیات نثر فارسی، ص ٣٩٩

مکان کی مزاج پرسی کرتے ہوے میرزا صاحب نے انکے متعلق لکھا ہے:

> «جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع ہوا ھی، عالم الغیب گواہ ھی کہ مجھپر اور میری بی بی پر ... کیا گزر رھی ھی.» (١)

میرزا صاحب کے انتقال کے بعد امراؤ بیگم نے اپنی مالی مصیبت کا سارا کچا چٹھا لکھکر کمشنر دھلی سے درخواست کی تھی کہ میرزا صاحب کی پنشن حسین علیخان پسرِ متبنی کے اور میرے نام منتقل کردیجائے. لیکن ڈپٹی کمشنر کی ھمدردانہ رپورٹ کے باوجود کمشنر دھلی نے جواب دیا کہ متبنی بیٹے کے نام پنشن کسیطرح جاری نہین ھوسکتی. البتہ بیوہ کچھری مین حاضر ھو تو اوسکے نام دس روپیہ ماھوار وظیفہ مقرر کردیا جائیگا. اس باغیرت بی بی نے کچھری کی حاضری کو گوارا نہ کیا، اور دس روپیہ ماھوار کے وظیفہ سے انکار کردیا.

حسین علیخان نے ١٢ جون سنہ ١٨٦٩ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین ایك عریضہ ارسال کیا تھا. اوس مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کی درخواست، اور اپنے حاضر نہوسکنے کے عذر کے بعد، بیگم صاحبۂ غالب کی درخواستِ پنشن کے بارے مین لکھتے ھین:

> «پنشن سرکار انگریزی کی یہ صورت ھوئی، کہ ھنگام ثبوت و تحقیق مفلسی و بیمقدوری و قرضداری ڈپٹی کمشنر صاحب نے رپورٹ اچھی کی. اوسپر صاحب کمشنر بہادر نی حکم دیا کہ پسر متبنی کی پنشن نہین ھوسکتی. ھان زوجہ کیواسطی مبلغ دس روپیہ تجویز ھونگی. جناب دادی صاحبہ نے دس روپیہ نامنظور کئے. یہ امید بھی جاتی رھی.» (٢)

اس عرضی کے آخر مین بیگم صاحبہ نے لکھا ہے:

> «از جانب امراؤ بیگم. بعد کورنش بتوحد مضمون عرضی ھذا بہ گزارش ھی. کمترینہ اول بعمر ھفتادسالہ حرکت و نقل مکان سی معذور. اور سوائی اوسکی صدمۂ انتقال شوھر اور ھجوم قرض خواھان سی اور معیشت آیندہ سی مجبور. با این ھمہ بسبب عدت کی خانہ سی باھر نہین نکلسکتی. بدین وجوہ مانع حضوری ھی. اور سوای در دولت کی کوئی ملجا و ماوا نظر نہین آتا. حضور کو دستگیری مجھ بیکسہ عاجزہ کی واجب ھی. اور یہ ارادہ ھی کہ بعد انقضای مدت عدت خدمت مین حاضرھون، اور وھین انفاس بقیہ کو گزارون. اب نان شبینہ کو محتاج ھون.

---

(١) مکاتیب، ص ٤٠

(٢) مثل نمبر ١٧٩، صیغۂ احباب، عہد نواب خلد آشیان، محافظخانۂ دارالانشا

> چاره اسکا بجز بندگان عالی کی ممکن نہین . رحم فرمائیی اور خبرگیری کیجی، که بدعا گوئی دولت ابد مدت مشغول رهون . »

۲۲ ربیع الثانی سنه ۱۲۸٦ ھ (اگست سنه ۱۸٦۹ ع) کو بیگم صاحبه نے نواب خلد آشیان کو پھر لکھا :

> «جنابعالی ! جس روز سی مرزا اسد الله خان غالب نی وفات پائی هی ، تو یه عاجزه بیوه اسقدر مصائب مین گرفتار هی ، که تحریر سی باهر هی . اول تو یه مصیبت هی که مرزا صاحب مرحوم آٹھ سو روپیه کی قرضدار مری . دوسری مصیبت یه که پنشن انگریزی مسدود هوئی . تیسری یه که تنخواه سو روپیه ماهوار ، جو آپ از راه قدر دانی کی مرزا مرحوم کو ارسال فرماتی تهی ، وه بهی یك لخت موقوف هوئی . ابتك قرض لیکر اوقات بسری کی . اب قرض بهی نہین ملتا . نوبت فاقه کشی کی پهنچی . اس حالت حیرانی اور پریشانی مین پهر یهی خیال آیا ، که الله تعالی نی همارا وسیله پرورش اور اوقات گزاری کا اس دنیا مین آپکی ذات بابرکات کو بنایا هی ، اور سوائی آپکی ذات بابرکات کی دوسرا کوئی نظر نه آیا . لاچار برخوردار حسین علیخان کو آپکی قدمون پر ڈالا . آپنی بسبب شرفا پروری اور اقتضای مروت اور فتوت کی اوسقدر اوپر حال برخوردار کی عنایت فرمائی هی ، که بیان سی باهر هی . اب دعا گو کی یه تمنا هی که ایسی پرورش مجھ ضعیفه کی هوجائی ، که مرزا مرحوم حق عباد سی بری هوجائین ، که یه سخت عذاب هی . اگر حضور صورت ادای قرض فرمادین تو کمال ثواب عظیم هوگا . اور اگر دفعه صورت ادای قرض مناسب رای بیضا ضیا کی نهو ، تو یه تنخواه ششماه کی بحساب فی ماه صد روپیه بالفعل مجھ بیوه کو عنایت هوجائی . باقی ٦ ماه اور بحساب مذکورهٔ بالا مرحمت فرمائیی ، تاکه مین بیوه قرض مرزا صاحب کا ادا کردون . اور ظاهرا یقین هی که زندگی میری بهی اسی میعاد مین پوری هوجائیگی . ..... اور پنشن میری دس روپیه انگریز کرتا هی ، بشرط اینکه کچهری مین حاضر هون . اور جانا میرا کچهری مین هرگز نهوگا . گو فاقون سی مر جاؤن . کیا مین اپنی باپ اور چچا اور شوهر کا نام روشن کرون . اور جو عزت اور ریاست میری چچا کی اور حرمت میری والد کی اور شوهر کی آگی خاص و عام کی تهی حضور پر سب روشن هی . » (۱)

اس عریضه پر بهی سرکار نے کوئی حکم نه دیا . تو ۲٤ جمادی الاول سنه ۱۲۸٦ ھ کو بیگم صاحبه نے مکرر درخواستِ پرورش پیش کی . اسکا مضمون تقریباً سابق درخواست کے مطابق ھے ، اسلئے اعاده مناسب معلوم نہین هوتا . البته اس عرضی کے لفافه پر میر منشی صاحب کا نوٹ ھے :

---

(۱) مثل نمبر ۲۵٤ ، صیغهٔ احباب ، عهد نواب خلد آشیان ، محافظخانهٔ دارالانشا .

> « پیش نموده شد ۔ حکم نفاذ یافت که درین خصوص به نواب مرزا خان فهمایش و هدایت بعمل آمده ۔ ۹ ستمبر سنه ۱۸۶۹ع ۔ »

اس تاریخ کے بعد صرف ایك اور درخواست کا پته چلتا هے ، جو شعبان مین بهیجی گئی تهی ۔ لیکن مثل مین اوسکا لفافه شامل هے ۔ اصل عرضی موجود نهین ۔ اسکے بعد امراؤ بیگم کا تذکره نهین ملتا ۔ اس سے یه خیال هوتا هے که اونکی یه پیشینگوئی که « مین اسی ششماهی مین فوت هو جاؤنگی » درست نکلی ۔ اور وه سنه ۱۲۸۶ ه هی مین فوت هو گئین ۔

### بی بی کی چچا اور بهائی

نواب احمد بخش خان بهادر والیِ فیروزپور جهرکه و جاگیردارِ لوهارو میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی چچا اور میرزا صاحب کے چچیا سسر تهے ۔ انهون نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے لڑکے نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور کا رئیس بنا دیا تها ، اور خود گوشه گیر هوگئے تهے ۔ نواب شمس الدین احمد خان بهادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کے قتل کے الزام مین پهانسی دیدیگئی ۔ میرزا صاحب نے اپنی سرگزشت مین ان دونون کا ذکر کیا هے ، اور اوسی مین نواب شمس الدین احمد خان کے قتل کی طرف بهی اشاره کر گئے هین ۔ فرماتے هین :

> « بفرمان جرنیل لاڑد لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت ۔ چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکٹری دهلی صورت پزیرفت ۔ » (۱)

نواب احمد بخش خان نے سنه ۱۸۲۷ ع مین اور نواب شمس الدین احمد خان نے سنه ۱۸۳۵ ع مین اس دارِ فانی سے کوچ کیا ۔

### بی بی کی پوتی — باقر علی خان

امراؤ بیگم کے سات اولادین هوئین ، لیکن ان مین سے کسی نے پندره ماه

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۲

سے زیادہ عمر نہین پائی۔ ان میان بی بی نے زین العابدین خان عارف کو، جو امراؤ بیگم کے حقیقی بھانجے تھے، منہ بولا بیٹا بنالیا۔ یہ دو خورد سال بچے چھوڑ کر جوانی مین انتقال کرگئے۔ ان دونون مین بڑے باقر علیخان تھے، جو والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تك اپنی دادی بنیادی بیگم کے ھان رھے اور اونکے بعد میرزا صاحب کے پاس چلے آئے۔ میرزا صاحب نے انکی پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اور جب جوان ھوگئے تو ڈھائی ھزار روپیہ لگا کر نواب ضیاءالدین خان بہادر کی صاحبزادی سے شادی کردی۔ نواب خلد آشیان کو انکی شادی اور اوسکے اخراجات کے بارے مین لکھا ھے:

> «باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدین خان کے ھان ھوئی۔ اونھون نے کھانے جوڑے کے دو ھزار روپیہ دیے۔ اور میری زوجہ نے پانسو روپیہ کا زیور لگا کر پچیس سو روپیہ صرف کیے۔» (۱)

باقر علیخان نے سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷٦ ع) کو انتقال کیا۔

### حسین علیخان

عارف کے چھوٹے لڑکے حسین علیخان کو میرزا صاحب نے عارف کی جگہ متبنی کر لیا تھا۔ چنانچہ نواب فردوس مکان کی مزاج پرسی کے پہلے خط مین انکو اپنا فرزند لکھا ھے۔ فرماتے ھین:

> «جب سے حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سے مسموع ھوا ھے عالم الغیب گواہ ھے کہ مجھپر..... اور میرے فرزند حسین علی خان پر کیا گزر رھی ھے۔» (۲)

نواب خلد آشیان کی خدمت مین انکے متعلق میرزا صاحب نے بار بار تحریرین لکھی ھین۔ چنانچہ سب سے پہلے ۱۹ اگست سنہ ۱۸٦۷ ع کو انکی منگنی کے بارے مین لکھا:

> «آپکو غلام زرخرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ھوگئی۔ اور اپنے کنبے مین ھوئی۔ یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے۔ اور رجب کا مہینا قرار پایا۔ اب میری بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپکے ھاتھ ھے۔» (۳)

سرکار نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپکی تحریر مجمل ھے۔ خلاصۂ مکنونِ خاطر

---

(۱) مکاتیب، ص ۹۷ (۲) ایضاً، ص ٤۰ (۳) ایضاً، ص ۹۵

تحریر فرمائیـے ۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ٥ ستمبر کو لکھا :

> « مجملا یه که مین در دولت کا گدای خاك نشین اور وه آپ کا غلام ۔ تفصیل یه که میری پاس نقـد ، جنس ، اسباب ، املاك ، اور میری گھر مین زیور زرینه و سیمینه کا نام و نشـان نهین ۔ هت اودهار قرض کوئی دیتـا نهین ۔ آپ روپیه عنایت فرمائین ، تا یه کام سر انجـام پائی ، اور بوڑھی فقیر کی برادری مین شرم رهجائی ۔ دوسری بات یه که سو روپیۂ آپکی سرکار سی بطریق خیرات اور باسٹھ روپیه آٹھ آنی مہینا سرکار انگریزی سی بعوض جاگیر پاتا هون ۔ عالم الغیب جانتا هی که اس مین میرا بڑی مشکل سی گزارا هوتا هی ۔ پهر کہ کہان سی کھلاؤنگا ؟ حسین علیخان کی کچھ تنخواه مقرر هوجائی ۔ لیکن توقیع تنخواه اوسکی نام جاری نهو ۔ بلکه اوسکی زوجه حسن جهان بیگم بنت اکبر علیخان کی نام وه تنخواه مقرر هو ۔ اور اوسکی مهری رسید سی ملا کری ۔ زر مصرف شادی کی مقدار اور تنخواه کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت ۔ » (١)

سرکار نے ارقام فرمایا که آپ مصارف کی مقدار لکھیـے ۔ اسکے بعـد حکمِ مناسب دیا جاسکیگا ۔ مابدولت کو بر بنایِ موانست و اتحادِ قدیمه آپ کی خوشنودیِ خاطر مدِ نظر هے ۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ٢٣ ستمبر کو تحریر کیا :

> « حضرت نی غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پهنچایا که شاهان عجم مین سلطان سنجر نی اور شاهان هند مین شاهجهـان نی ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی ۔ باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدینخان کی هان هوئی ۔ اونهون نی کھانی جوڑی کی دو هزار روپیه دیئی ۔ اور میری زوجه نی پانسو روپی کا زیور لگا کر پچیس سو روپی صرف کیی ۔ حسین علیخان کا سسرا ، یعنی اکبر علیخـان ، اپنی خاندان کا هی ۔ لیکن امیر نهین ۔ نوکری پیشـه هی ۔ اب یه مین کیونکر عرض کرون که مجھی کیا دو ۔ سائل هون ۔ یه رسم نهین که سائل مقدار سوال عرض کری ۔ حال مصارف شادی خاندان لکھدیا هی ۔ دو ڈھائی هزار مین شادی اچھی هوجائیگی ۔ لیکن یه بھی ساتھ عرض کرتا هی که میرا حق خدمت اتنا نهین که اسقدر مانگ سکون ۔ جو کچھ دوگی اوس مین شادی کر دونگا ۔ » (٢)

اس عریضه کا سرکار کیجانب سے کوئی جواب نگیـا ، اور رجب مین شادی ملتوی هوگئی ۔ میرزا صاحب نے ٢ رمضان سنه ١٢٨٤ ھ مطابق ٢٩ دسمبر سنه ١٨٦٧ ع کو یاددهانی کرتے هوئے لکھا :

> « ماه صیام مین سلاطین و امرا خیرات کرتی هین ۔ اگر حسین علیخان یتیم کی شادی امی صیغی مین هوجائی ، اور اس بوڑھی اپاهج فقیر کو روپیه ملجائی تو اس مهینی مین تیاری هو رهی ، اور

---

(١) مکاتیب ، ص ٩٥

(٢) ایضاً ، ص ٩٧

> شوال مین رسم نکاح عمل مین آئی . اور چونکه اس ماه مبارك مین در فیض باز اور سال انگریزی کا بهی آغاز هی ، وه پچیس روپیی مهینا جو زبان مبارك سی نکلا هی ، جنوری سنه ١٨٦٨ سی بنام حسین علیخان مذکور جاری هوجائی ، تو مجهی گویا دونون جهان ملگئی . » (١)

لیکن اس غریضه کا جواب بهی صیغۂ التوا مین رها ، اور ذیقعده آپهنچا . میرزا صاحب نے ٩ مارچ سنه ١٨٦٨ع کو لکها :

> « مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کی مهینی مین قرار پائی تهی . عطیۂ حضور کی نه پهنچنی کی سبب ملتوی رهی . آج جو ذیقعده کی ١٥ هی ، ١٥ دن یه اورمهینا ذی الحجه کا . اگر اسی ذیقعده کی مهینی مین کچهه حضرت عطا فرمائینگی ، تو آخر ذی الحجه تك نکاح هوجائیگا . خدا کری ! خداوند کی ضمیر مین یه بهی گزری ، که غالب جب بهو بیاه لائیگا ، تو اوسکو روٹی کهان سی کهلائیگا . غرض اس سی یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هوجائی . حضرت ! کوئی ایسا نهین که جو میری مطالب حضور مین عرض کرتا رهی اور مجهی باربار لکهتی هوی شرم آتی هی . » (٢)

سرکار نے یه درخواست منظور فرمالی ، اور آمدِ زمستان تك شادی سے فراغت کی امید هوگئی . نواب مرزا خان داغ دهلوی ، اور حکیم مظفر حسین خان بهادر لکهنوی نے علی الترتیب میرزا صاحب کو قبولیتِ التماس کی اطلاع دی . اسکی توثیق نیز مکرر یاد دهانی کی خاطر میرزا صاحب نے ١٣ اگست سنه ١٨٦٨ع کو لکها :

> « تین التماسین سابق پیش هوئی تهین . سو اب پهلی برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سی اور پهر جناب مظفر حسین خان بهادر کی خط سی اون خواهشون کی منظور و مقبول هونیکی نوید پائی . انشاء الله الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦٨ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بهی ادا هوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بهی هوجایگی ، اور اوسکیواسطی اوسکی زندگی تك تنخواه جداگانه مقرر هوجایگی . » (٣)

اس عرصه مین حسین علیخان کی سسرال سے شادی کا تقاضا شروع هوگیا . میرزا صاحب نے مجبور هوکر ٧ ستمبر کو ولیِّ نعمت کی خدمت مین عرض کیا :

> « پیر و مرشد ! حسین علیخان کی سسرال والون کا بڑا تقاضا هی . زندگی مشکل هوگئی هی . بطریق « شیئا لله » سوال مختصر یه هی که جو حضرت کی مزاج مین آوی وه عطاکیجی ، اور حسین علیخان کی نام جداگانه تنخواه مقرر کردیجی . لیکن یه دونون امر جلد صورت پکڑ جائین . » (٤)

سرکار نے ابهی اسکا جواب ارقام نهین فرمایا تها که اس عرصه مین

---

(١) مکاتیب ، ص ١٠٠ (٢) ایضاً ، ص ١٠٢ (٣) ایضاً ، ص ١٠٥ (٤) ایضاً ، ص ١٠٦

میرزا صاحب پر قرضخواہون کا سخت تقاضا ہونے لگا، اور شادی کی خوشی کے حصول سے قبل قرض کے غم کا رفع کرنا ضروری ہوگیا۔ ادائگیِ قرض کی سبیل صرف عطیۂ سرکارِ رامپور تھا۔ بنابرین ١٦ نومبر کو میرزا صاحب نے بحالتِ اضطرار لکھا:

> «حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی، کہ ایکی تنخواہ مین سی ٥٤ روپئی بچی۔ ٦٣ روپئو کا چٹھا ماہوار کا سو سہ مادہ دینا۔ بھلا آٹھ سو روپئو ہون تو میری آبرو بچتی ہی۔ ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکو نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی۔ اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال۔ کبھی نکہونگا۔ آٹھ سو روپئو مجکو اور دیجو۔ شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائو، تو غنیمت ہی۔» (١)

میرزا صاحب مرتے دم تک اپنے اس عہد پر قائم رہے۔ آخری عریضہ مین بھی، جو ١٠ جنوری سنہ ١٨٦٩ ع کو تحریر کیا تھا(٢)، حسین علیخان کی شادی کا ذکر نہین کیا، اور یہ ارمان ساتھ لیکر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حسین علیخان نے انکے انتقال کے ایک مہینے بعد ١٧ مارچ سنہ ٦٩ ع کو اپنے تقررِ تنخواہ کی درخواست بھیجی۔ بعد ازان ١٢ جون کے عریضہ مین پھر اپنی خواہشِ وظیفہ کا اعادہ کیا، اور یہ بھی عرض کیا کہ فدوی بیمار ہے، اسلئے حاضرِ خدمت نہین ہوسکتا۔ انشاء اللہ صحت کے بعد قدمبوسی کی سعادت حاصل کریگا۔

٢٢ ربیع الثانی سنہ ١٢٨٦ ھ (اگست سنہ ١٨٦٩ ع) کو بیگم غالب نے سرکار کو جو عریضہ لکھا ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت حسین علیخان ملازم ہوچکے تھے۔ لیکن ابھی انکی شادی نہین ہوئی تھی۔ ٢١ فروری سنہ ١٨٧٠ ع کو حسین علیخان نے رامپور سے دلی واپس جاکر منشی سیلچند صاحب کو ایک خط لکھا ہے۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسین علیخان اگست سنہ ٦٩ ع کے بعد رامپور آئے، اور فروری سنہ ٧٠ ع مین میرزا صاحب کی برسی کی فاتحہ کیلئے رخصت لیکر دلی گئے۔ وہان سسرال والون

---

(١) مکاتیب، ص ١٠٧ (٢) ایضاً، ص ١٠٨

نے شادی کا تقاضا کیا. ان کی تنخواه صرف پچیس روپیه ماهوار مقرر هوئی تهی، اور ابهی ٦ ماه ملازمت پر گزرے تهے، اسلئے کچھ پس انداز بهی نهونے پایا تها. لهذا بذریعهٔ عریضهٔ جداگانه سرکار سے درخواست کی که مصارفِ شادی عطا فرماکر بنده کی پرورش فرمائیے، اور منشی صاحب سے خواهش کی که اس کام مین آپ کوشش کرین. «یقین تو هے که حضور دام اقباله بس رحم فرماکر کچھ عنایت فرمائینگے. آگے مقدر.»

اسکے بعد امثله مین شادی سے متعلق کوئی تحریر نهین. اسلئے قیاس یه هے که حسین علیخان کو امداد ملگئی، اور سنه ۷۰ ع مین انکی شادی کی تقریب انجام پائی.

### تعلیم — عربی و فارسی

میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی تهی. لیکن زبانِ فارسی سے فطری دلچسپی تهی. خوش قسمتی سے عنفوانِ شباب مین ایك ایرانی نژاد بزرگ ملا عبد الصمد آگره وارد هوا، اور دو سال تك انکے مکان پر مقیم رها. یه اصلاً زرتشتی تها، اور فلسفهٔ و حکمت مین دستگاهِ کامل رکهتا تها. میرزا صاحب نے اوس سے زبانِ فارسی کے حقایق و دقایق سیکهے، اور اسطرح اپنی بواسطه تحصیلِ ادبِ فارسی کو پایهٔ تکمیل تك پهنچالیا. چنانچه ایك عریضه مین فرماتے هین:

> «بدو فطرت سی میری طبیعت کو زبان فارسی سی ایك لگاؤ تها. چاهتا تها، که فرهنگون سی بڑهکر کوئی ماخذ مجکو ملی. باری مراد بر آئی، اور اکابر پارس مین سی ایك بزرگ یهان وارد هوا، اور اکبرآباد مین فقیر کی مکان پر دو برس رها، اور مین نی اوس سی حقایق و دقایق زبان پارسی کی معلوم کیئی. اب مجهی اس امر خاص مین نفس مطمئنه حاصل هی. مگر دعوی اجتهاد نهین هی. بحث کا طریقه یاد نهین.» (۱)

قاطعِ برهان سے معلوم هوتا هے که ملا عبد الصمد سنه ۱۲۲٦ ه (۱۸۱۱ ع) مین آگره وارد هوا تها(۲).

---

(۱) مکاتیب، ص ۸۲ (۲) قاطع برهان، ص ۷

### طب

میرزا صاحب نے ایك عریضه مین اپنے طبی تجربه کا بهی ذکر کیا هے. جو غالباً قدرے کتبِ طب کے از خود مطالعه سے اور زیاده تر ایامِ امراض کی طوالت اور کثرتِ استعمالِ ادویه سے حاصل هوا تها. فرماتے هین :

«مین طبیب نهین مگر تجربه کار هون. ستر برس کا آدمی هوشیار هون.» (١)

اسکے بعد مختلف ادویات تجویز کی هین، اور بعض اشیا سے پرهیز کی هدایت کی هے.

### علم نجوم

نواب فردوس مکان کے جشنِ غسلِ صحت کی تهنیت مین میرزا صاحب نے جو فارسی تهنیت نامه لکها هے اوس کے مطالعه سے اندازه هوتا هے که انهین علمِ نجوم مین بهی دخل تها. اس مکتوب مین از روی نجوم ثابت کیا گیا هے که مرضِ سرطان سے سرکار کی صحتیابی ایسی مبارك ساعت مین واقع هوئی هے که اسکے اثرات کے ماتحت عرصهٔ دراز تك سرکار مهلك امراض کے حملون سے محفوظ رهین گے.(٢)

### وطن اور سکونت دهلی

میرزا صاحب کا وطن اکبرآباد (آگره) هے. چنانچه اپنے ایرانی استاد کے ذکر مین نواب خلد آشیان کو لکها هے :

«اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یهان وارد هوا، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رها.» (٣)

لیکن شادی کے بعد دلی مین آرهے تهے. یکم ستمبر سنه ١٨٦٦ع کو لکهتے هین :

«مین باون ترپن برس سے یهان رهتا هون.» (٤)

اس حساب سے اونکا دلی مین قیام سنه ١٨١٣ع یا سنه ١٨١٤ع سے هونا چاهیے. میرزا صاحب نے دلی مین ذاتی مکان کبهی نه بنایا. همیشه کرایه کے مکانات مین رهے. ان مین سے دو کا ذکر ایك عریضه مین کیا هے. فرماتے هین :

---

(١) مکاتیب، ص ٦٢ (٢) ایضاً، ص ٤٤ (٣) ایضاً، ص ٨٢ (٤) ایضاً، ص ٧٧

> «دبیران خاص بر عنوان نامه‌های پیشین نشان کلبۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۂ بلیمار می مانم.» (۱)

### مسکن کی حالات

جس عہد مین میرزا صاحب دلی تشریف لائے وہ اگرچہ دلی کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، لیکن آثارِ شگفتگی و آبادانی ہر طرف ہویدا تھے۔ غدر سنہ ۵۷ع نے اس شہر کی بچی کھچی دولت لوٹکر نیا سکہ چلایا۔ عمارات گرا کر سڑکین بچھائی گئین۔ شہر اوجاڑ کر قبرستان آباد کیے گیے، اور اہلِ ہنر کو شہربدر کرکے فوج کا شہر مین پڑاؤ ڈالا گیا۔ ایکبار نواب فردوس مکان کو چوب چینی کی ضرورت پیش آئی۔ دلی اطبا اور عطارون کا مخزن تھا، اسلئے سرکار نے میرزا صاحب سے فرمایش کی۔ اسکے جواب مین ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ع کو میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

> «دلی اب شہر نہین۔ چھاؤنی ہی۔ کنپ ہی۔ نہ قلعہ، نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا۔» (۲)

۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین کاتبون کے فقدان کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین:

> «شہر سراسر ویران ہی۔ کاتب کہان؟» (۳)

### خشک سالی

سنہ ٦۵ع مین دلی بارانِ رحمت کے فیض سے محروم رہی۔ جولائی بھری برسات کا مہینا ہے، لیکن اس زمانہ مین شہر کے اندر لو چلتی رہی۔ ۲۳ جولائی کو میرزا صاحب نے دلی کی محرومی کا رونا رویا ہے۔ فرماتے ہین:

> «یہان خلق کو مینھ درکار ہی، اور ہوا شرارہ بار ہی۔ دھوپ کی تیزی سی آدمی کی تیور اور پہاڑ کی پتھر جلی جاتی ہین۔ پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ہجوم جہان تہان۔ جز اعضای انسان، کہ وہ پسینی مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین۔ یا لو چلتی ہی یا مطلق ہوا نہین۔» (٤)

۱۱ ماہ اگست کو پھر لکھتے ہین:

> «یہان مینھ اسیقدر برسا ہی کہ جسکو پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھو لین۔» (٥

---

(۱) مکاتیب، ص ۱٤ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) ایضاً، ص ۸۰ (٤) ایضاً، ص ۵۵ (۵) ایضاً، ۵٦

### برسات

لیکن آیندہ سال بارش نے سنہ ٦۵ع کی کمیِ باران کی تلافی کی، اور شہر مین اسقدر پانی برسا کہ گزشتہ باون ترپین برس سے ایسا نہ برسا تھا. یکم ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو میرزا صاحب نے لکھا ھے:

> «برسات ایسی ہوئی ھی کہ مین باون ترپن برس سی یہان رھتا ھون. عرش آرامگاہ اکبر شاہ کی عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی یا امسال نظر آئی ھی.» (۱)

### عقائد

میرزا صاحب کے ایك عریضہ سے اونکے عقائدِ اسلامی پر بھی روشنی پڑتی ھے. فرماتے ھین:

> «اگرچہ فاسق و فاجر ھون، مگر وحدانیت خدا اور نبوت خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون.» (۲)

### اخلاق و عادات

میرزا صاحب کے اخلاق و عادات اوس عہد کے شرفا کے اخلاق و عادات کا نمونہ تھے. لغو گوئی سے پرھیز، جھوٹ اور تکلف سے نفرت، احباب کی تکلیف سے رنج، خوشی سے راحت، چھوٹون پر مہربانی، اور بزرگون کی خیرخواھی، اونکا شعار تھا.

### صدق و سداد

ایکبار نواب فردوس مکان کی جانب سے مراسلت مین تاخیر ھوئی، میرزا صاحب نے ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۲ع کو لکھا:

> «فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھی. چند روز سی تفقد و التفات قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ھون. اگر غلط ھی میرا گمان تو بشرف اطلاع مشرف فرمائیے. اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ھی تو متوقع ھون کہ عتاب کی سبب سی آگہی پاؤن.» (۳)

### لغو گوئی سی نفرت

۲۲ جولائی سنہ ۱۸٦۱ع کو ایك سفارش کے سلسلہ مین تحریر کرتے ھین:

> «لازم کرلیا ھی کہ بیہودہ گزارش نکرون اور کبھی کسی کی سپارش نکرون.» (٤)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۷ (۲) ایضاً، ص ۸٤ (۳) ایضاً، ص ۳٤ (٤) ایضاً، ص ۳۱

### قسم سی پرهیز

جهوٹی قسم کهانے کے بارے مین لکهتے هین:

«خدا و رسول کی قسم جهوٹی نکهاؤنگا.» (۱)

### رنج پر رنج

نواب فردوس مکان کی والدۂ ماجده کا انتقال هوا تو اونکی تعزیت مین ۲۸ مارچ سنه ۵۹ ع کو تحریر کیا:

«کیا کهون کیا غم و اندوه کا هجوم هوا. حضرت کی غمگین هونیکا تصورکرکر اور زیاده مغموم هوا.» (۲)

سنه ۱۸٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کی بیاهتا بیگم فوت هوئین تو ۱۸ ستمبر سنه مذکور کو لکها:

«چاهتا هون که کچه لکهون. مگر نهین جانتا که کیا لکهون. لازم تها که تعزیت نامه بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکهون. آپکی قدمون کی قسم! دل نی قبول نکیا.» (۳)

### خوشی سی خوشی

سنه ۵۹ ع مین نواب فردوس مکان کو بصلۂ خدماتِ غدر علاقۂ جدید عطا هوا. اسکی تهنیت مین لکهتے هین:

«یه چار بالش عمارت اور کاشی‌پور کا ضمیمۂ ملك موروثی هونا پهلی آپکو اور پهر ولیعهد بهادر کو اور پهر آپکی اولاد و اخوان و انصار کو اور سبکی بعد غالب دعا گوی گوشه نشین کو مبارك هو.» (٤)

### خیرخواهی

جون سنه ٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کو از راهِ خیرخواهی تحریر کیا هے:

«پیر و مرشد! از راه خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. ..... حضرت کی جد امجد کو احمد شاه درانی نی مخاطب به مخلص الدوله فرمایا. حضرت اگر مناسب جانین تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمس الملك و بهرام جنگ» جناب ملکۂ معظمه سی بذریعۂ گورمنٹ اپنی واسطی لین.» (۵)

### قدما کا اعتراف

میرزا صاحب شعرایِ قدیم کے فنی مرتبه اور اونکے کلام سے استشهاد

---

(۱) مکاتیب، ص ۸٤ (۲) ایضاً، ص ۱۸ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ۲۳ (۵) ایضاً، ص ۵٤

کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ اسبارے مین نواب خلد آشیان کو صراحتاً لکھا ہے کہ:

> «فقیر اشعار قدما کا معتقد۔ اون لوگون کی کلام کا عاشق۔» (۱)

نیز خلیفہ احمد علیصاحب رامپوری کو دورِ متاخرین کے گلِ شگفتہ مولانا عرفی شیرازی کے متعلق لکھتے ہین:

> «قواعد زبان فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ہی۔ ..... عرفی کی زبان سی جو نکلجائی وہ سند ہی۔ ہماری واسطی وہ ایک قاعدۂ محکم ہی۔ وہ مطاع ہی اور ہم اوسکی مقلد اور مطیع ہین۔» (۲)

### ہندی شعرا اور فرہنگ نویسون کا انکار

لیکن ہندی شعرایِ فارسی گو اور ہندی فرہنگ نویسون کے قائل نہ تھے۔ اونکا خیال تھا، کہ یہ حضرات اہلِ زبان کا کلام پڑھکر اپنے قیاس سے اوسکے محاورات و الفاظ کے معنی قائم کرتے ہین۔ اور یہ ضروری نہین کہ ہر جگہ اونکا قیاس صحیح نکلے، بنابرین بارہا اون سے غلطیان سرزد ہوئی ہین۔ اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان کو لکھا ہے:

> «میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین، ہند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ہادی انکا انکا قیاس۔ ٹیکچند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی۔» (۳)

اس عریضہ کے جواب الجواب مین لکھتے ہین:

> «شعرای ہند کی کلام مین جو غلطیان نظر آتی ہین، یا ہندی فرہنگ لکھنی والون کی بیان مین جو نادرستی اور باہم جو اونکی عقول مین اختلاف ہین، اوس مین مین کلام نہین کرتا۔ اپنی تحقیق کو مانی ہوئی ہون۔» (٤)

### بی تکلفی

اپنے مخلص احباب اور محسنون سے میرزا صاحب تکلف برتنا ناسزا جانتے تھے۔ نواب فردوس مکان سے انکا تعلق سراسر اخلاص پر مبنی تھا۔ اسلئے اگر روپیہ کی ضرورت آپڑتی تو میرزا صاحب بلاتکلف سرکار سے مانگ لیا

---

(۱) مکاتیب، ص ۸۳ (۲) ایضاً، ص ۱۱۹ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۸٤

کرتے تھے۔ اپنے اس رویہ کو ایك خط مین ظاہر بھی کردیا ہے۔ فرماتے ہین:

> «جو آپ بن مانگی دین اوسکی لینے مین مجھی انکار نہین۔ اور جب مجھی حاجت آپڑی تو آپ سی مانگنی مین عار نہین۔» (۱)

قرض سی نفرت

اگرچہ میرزا صاحب عمر بھر مقروض رہے، لیکن اونہین طبعاً قرضداری سے نفرت تھی۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ اس مصیبت کا سامنا نہو، مگر ایك متموّل اور ذیعزت خاندان کا فرد ہونے کے سبب اخراجات زیادہ تھے۔ اسلئے اونکی رامپور اور سرکارِ انگریزی کی ماہوار آمدنی، ایکسو باسٹھ روپیے آٹھ آنے، ضروری اخراجات کو ناکافی ہوتی، اور تقریباً ہر مہینے قرض لینا پڑتا۔ سرکارِ رامپور اونکا ملجا و ماوا تھی۔ جب قرض خواہون کا تقاضا سخت ہوجاتا تو ادایگیِ قرض کیلئے روپیہ کا سوال پیش کردیتے، اور یہان کی امداد سے بارِگران سے سبکدوشی حاصل کرتے۔ اس سلسلہ کی جسقدر تحریرین اس مجموعہ مین پائی جاتی ہین، اون سے صاف عیان ہے کہ میرزا صاحب قرض کا بار بہت محسوس کیا کرتے، اور چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس بلا سے نجات حاصل ہوجائے۔ چنانچہ سب سے پہلی تحریر مین، جو ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کی ہے، لکھتے ہین:

> «بارِ گران غم سی پست ہوگیا ہون۔ آگی تنگدست تھا۔ اب تہی دست ہوگیا ہون۔ جلد میری خبر لیجی، اور کچھ بھجوادیجی۔» (۲)

اسکے بعد ۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو پھر لکھا ہے:

> «سو روپیہ کی ہنڈوی ... پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا، اور صرف ہوگیا، اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سی نکہون تو کس سی کہون۔ اس مشاہرۂ مقرری سی علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیجدیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سی کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو۔» (۳)

۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۵ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین تحریر کیا ہے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۶ (۲) ایضاً، ص ۱۶ (۳) ایضاً، ص ۲۴ و ۲۵

> « ان دنون مین متفرقات کی قرضدار سرگرم تقاضا بلکه آمادهٔ شور و غوغا تهی . دو سو روپیه کی هنڈوی صراحی آب حیات هوگئی . دام مرگ سی نجات هوگئی . » (١)

ایکبار رامپور سے تنخواه کی روانگی مین دیر هوگئی تهی . میرزا صاحب کو قرضخواهون کی رقمین ادا کرنی هونگی ، اسلئے ١٠ اگست سنه ١٨٦٦ع کو سرکار کی خدمت مین لکھا :

> « میرا حال یه که انگریزی تنخواه گهر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی هی . حضور کی عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا هی . عالم الغیب جانتا هی جسطرح گزرتی هی . چار سو ساڑهی چار سو کا قرض باقی هی . اب کوئی قرض بهی نهین دیتا . » (٢)

١٣ اگست سنه مذکور کو پهر لکھتے هین :

> « غم نی بشمول بڑهاپی کی پست ومضمحل کردیا هی . حضرت کی قدمون کی قسم ! نه حواس درست نه رای صحیح . برسون سی مکروهات مین مبتلا رهتی رهتی اب طاقت تحمل کی نرهی . خدا جانی کیا هوتا هی کیا سمجهتا هون . کیا کرنا چاهیی کیا کرتا هون . کل آخر روز میر منشی حضور کا خط آیا . جون کی تنخواه کی رسید نه پهنچنی کی اطلاع پائی . تهیدستی و قرض کی رنج مین خسته و آزرده بیٹها تها . اوسی وقت عرضی لکهی . اگرچه ڈاك کا وقت نه تها ، مگر بهیجدی . » (٣)

٦ اکتوبر سنه ٦٦ع کے عریضه مین میرزا صاحب نے راحت کا انحصار قرض کی ادایگی مین بتایا هے . تحریر کرتے هین :

> « حضور ملك ومال جسکو جسقدر چاهین عطا کرسکتی هین . مین آپ سی صرف راحت مانگتا هون . اور راحت منحصر اس مین هی که قرض باقیمانده ادا هوجائی . اور آینده قرض لینی کی حاجت نه پڑی . » (٤)

سرکار نے میرزا صاحب کا قرض ادا فرمادیا تو ٨ جنوری سنه ٦٧ع کو اوسکے شکریه مین لکھتے هین :

> « حضرت کی تصدق سی قرض ادا هوگیا . تنخواه نی قسط سی اور مین نی رنج سی رهائی پائی . » (٥)

اگست سنه ١٨٦٨ع مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کا سرکار نے پهر وعده فرمایا . اس وعده سے میرزا صاحب کو جو مسرت هوئی ، اوسکا اندازه ان الفاظ سے بخوبی هوتا هے :

> « تین التماسین سابق پیش هوئی تهین ... اون خواهشون کی منظور ومقبول هونی کی نوید پائی . انشاء

---

(١) مكاتيب ، ص ٦٢ (٢) ایضاً ، ص ٧٥ (٣) ایضاً ، ص ٧٦ (٤) ایضاً ، ٨١ (٥) ایضاً ، ص ٨٩

> الله الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦٨ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض... ادا هوجایگا . » (١)

١٦ نومبر سنه ٦٨ع کو پھر لکھا :

> « حال میرا تباه هوتی هوتی اب یه نوبت پهنچی که ابکی تنخواه مین سی ٥٤ روپیے بچی . ... مجملا آٹھ سو روپیۂ هون تو میری آبرو بچتی هی . ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواه سی قطع نظر کی . اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال . کبھی نکهونگا . آٹھ سو روپیے مجکو اور دیجی . شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائی تو غنیمت هی . ... مختصر یه که اب میری جان اور میری آبرو آپکی هاتھ هی . مگر حضور جو عطا فرمانا هی جلد ارشاد هو . » (٢)

١٧ دسمبر کو میرزا صاحب نے یاد دهانی کی ، اور پھر آخری خط مین اپنے اضطراب کو ان الفاظ سے ظاهر کیا :

> « حضور قرضخواهون نی بهت عاجز کر رکها هی . بس میرا یهی کام هی که یاد دلا دون . آگی حضرت مالك هین . »(٣)

لیکن ابھی یهان سے رقم پهنچنے نپائی تھی که میرزا صاحب کا انتقال هوگیا .

### امراض اور ضعف پیری

میرزا صاحب نے سب سے پہلے عریضۂ نمبر ١٤ مورخۂ یکم اکتوبر سنه ١٨٥٩ع مین عوارضِ جسمانی کا ذکر کیا هے . لیکن وه ضعف پیری تک محدود هے . فرماتے هین :

> « خدمت گزار هون اور دعا و ثنا میرا کام هی . بڑهاپی نی کهودیا . جز نفسی چند مجھ مین کچھ باقی نهین . » (٤)

### قولنج

امراض کا شکوه ١١ نومبر سنه ٦١ع سے شروع هوتا هے . اس زمانه مین میرزا صاحب ابتداءً دردِ قولنج اور بعد ازان بخار مین مبتلا هوے ، اور ایك ماه تك ان امراض کی مصیبت جهیلتے رهے . فرماتے هین :

> « دعا گو ایك مهینا بھر سی بیمار هی . ابتدا وهی قولنج دوری . بسبب استعمال ادویۂ حاره ، که اس مرض مین اوس سی گزیر نهین ، تپ نی آ گهیرا . کئی باریان بهگتین. اب دو باریان ٹلگئی هین . لیکن طاقت بالکل سلب هوگئی هی . اور ضعف دماغ نی قریب بهلاکت پهنچا دیا هی . بالفعل آب سیب کا استعمال هی . » (٥)

---

(١) مکاتیب ، ص ١٠٥ (٢) ایضاً ، ص ١٠٧ (٣) ایضاً ، ص ١٠٨ (٤) ایضاً ، ص ٣٠ (٥) ایضاً ، ص ٣٣

### امراض مختلفه کا هجوم

نواب خلد آشیان کی دعوتِ قدومِ رامپور کے جواب میں امراضِ مختلفه اور صعوبتِ سفرِ تابستان کا عذر کرتے ہوے لکھتے هین :

> «وہ آگ برس رهی هو که طیور کی پر جل رهی هین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڈهی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر.» (١)

٢٣ جولائی کو پهر تحریر کیا هے :

> «پانی جگر گداز، هوا جانستان، امراض مختلفه کا هجوم جهان تهان.» (٢)

### نیم مرده

سنه ١٨٦٥ ع مین نواب سکندر زمانی بیگم صاحبه کا انتقال هوا. ایسے موقع پر میرزا صاحب کو بزبان فارسی و عبارتِ بلیغ تعزیت نامه لکھنا چاهیے تها. لیکن بڑهاپا اور ضعف مانع آیا، اور انهون نے ١٨ ستمبر سنه مذکور کو از راهِ معذرت لکها :

> «اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون وه سراسر طبع کی خلاف.» (٣)

### کوفتهٔ و رنجور

رامپور کے دوسرے سفر سے واپس هوتے هوے میرزا صاحب مراد آباد پهنچکر بیمار هوگئے تهے. نواب خلد آشیان نے مزاج پرسی کی تو اسکے جواب مین ٢١ جنوری سنه ٦٦ ع کو رودادِ سفر بیان کرکے لکهتے هین :

> «ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیساکه اس سفر سی پهلی تها.» (٤)

### نیمجان هون

سفر کی صعوبت اور عرضِ راه کی بیماری نے میرزا صاحب کی رهی سهی صحت برباد کردی، اور یه اپنے آپکو نیمجان سمجهنے لگے. چنانچه ٢٩ مارچ کو لکهتے هین :

> «اپنا حال اس سی زیاده کیا لکهون که آگی ناتوان تها، اور اب نیمجان هون. برخوردار نواب مرزا خان اپنی مشاهده کی مطابق جو میری حقیقت عرض کری وه مسموع و مقبول هو.» (٥)

---

(١) مکاتیب، ص ٥٤ (٢) ایضاً، ص ٥٥ (٣) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ٦٨ (٥) ایضاً، ص ٦٩

### حواس درست نہین

امراض اور مالی دقتون نے میرزا صاحب کے احساسات پر بھی کافی اثراندازی کی۔ چنانچه ١١ اگست سنه ٦٦ع کو تحریر کیا ھے:

«غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کردیا ھے۔ حضرت کے قدمون کی قسم! نه حواس درست، نه رای صحیح۔ برسون سے مکروھات مین مبتلا رھتے رھتے اب طاقت تحمل کی نرھی۔ خدا جانے کیا ھوتا ھے، کیا سمجھتا ھون۔ کیا کرنا چاھیے، کیا کرتا ھون۔» (١)

### ضعف بصر اور رعشه

١٨ ستمبر سنه ٦٦ع کو چند نئے امراض کی شکایت کرتے ھوئے تحریر کیا ھے:

«خاطر اقدس مین نگزرے که غالب تعمیل احکام مین کاھل ھے۔ بصارت مین فتور۔ ھاتھ مین رعشه۔ حواس مختل۔» (٢)

### امراض قدیم بڑھگئے

اس کے ٦ ماہ بعد ١٣ مارچ سنه ٦٧ع کو لکھتے ھین:

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین۔ امراض قدیم بڑھگئے۔ دوران سر، اور رعشه، اور ضعف بصر، تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین۔ قلم نہین بناسکتا۔ لڑکون سے بنوالیتا ھون۔ برسون کی بات نہین رھی۔ ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رھگئی ھے۔» (٢)

### فرض محال

اسکے ایك مہینے بعـــد ١٤ اپریل سنه ٦٧ع کو نمایشِ باغِ بینظیر کی شرکت کی آرزو کرتے ھوے تحریر کرتے ھین:

«نمایشگاہ سرا،سر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ھون، اور خون جگر کھاتا ھون، که ھاے مین وھان نہین! بالاخانے پر رھتا ھون۔ اوتر نہین سکتا۔ مانا که آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا، اور پالکی مین بٹھادیا۔ کہار چلے، راہ مین نه مرا اور رامپور پہنچ گیا۔ کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی۔ پالکی قفس اور مین طائر اسیر۔ وہ بھی بے پر و بال۔ نه چل سکون۔ نه پھر سکون۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون یه سب بطریق فرض محال ھے۔ ورنه ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھے۔» (٤)

### اب دم نہین

رفته رفته ماہ و سال کے سفر کیساتھ ساتھ میرزا صاحب کے اعضا بھی

---

(١) مکاتیب، ص ٧٦ (٢) ایضاً، ص ٨٠ (٣) ایضاً، ص ٩١ (٤) ایضاً، ص ٩٢

فرسوده وناتوان هوتے چلے گئے. تا آنکه ۱۱ جون سنه ۱۸٦۷ ع تك یه نوبت پهنچی که اونهون نے منشی سیلچند صاحب کو صاف صاف لکهدیا :

> «بهائی بے تکلف لکهتا هون که مجهه مین اب دم نهین . نه طاقت باقی هے . نه حواس درست مین . .... ، لکها کچهه چاهتا هون . لکهه کچهه جاتا هون . بس ابتو یه نوبت پهنچی هے که آج بچا کل مرا . کل بچا پرسون مرا . » (۱)

### وفات اور مدفن

آخرِ کار وه دن بهی آ گیا ، جسکی میرزا صاحب کو برسون سے آرزو تهی ، اور ۱۵ فروری سنه ۱۸٦۹ ع مطابق ۲ ذیقعده سنه ۱۲۸۵ ھ کو ان کا انتقال هوگیا. لیکن انکی خواهش تهی که بعدِ مرگ رامپور مین دفن کیا جاؤن . چنانچه ۳۱ دسمبر سنه ۵۹ ع کو حسین مرزا صاحب کو لکها تها :

> «رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن هولیا . » (۲)

قضا وقدر نے یه تمنا پوری نهونے دی ، اور میرزا صاحب شاه نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے احاطے مین مدفون هوئے . انا لله وانا الیه راجعون .

◆

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱۵ (۲) اردوی معلی ، ص ۳۲۹

# تصانیف

میرزا صاحب نے زیرِ نظر عریضون مین اپنی متعدد تصنیفات کا تذکرہ کیا ھے ۔ ان مین سے اکثر مشہور ھین اور کئی کئی بار طبع بھی ھوچکی ھین ۔ لیکن بعض کے حالات سے ارباب علم ابھی تک آگاہ نہین ۔ اسلئے مناسب معلوم ھوتا ھے کہ ان سب کا اجمالی ذکر کردیا جائے ۔

### تاریخ سلاطین تیموریه

۱٤ جنوری سنہ ۵۸ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر کیا ھے ۔ فرماتے ھین :

« از هفت هشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه .... می پرداختم . » (۱)

واقعہ یہ ھے کہ سنہ ۱۸۵۰ع مین شاہِ ظفر نے میرزا صاحب کو تاریخ نویسی کی خدمت پر بمشاھرۂ پچاس روپیہ ماھوار مقرر فرمایا ، اور حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خان بہادر تواریخ سے حالات اقتباس کرکے میرزا کو دیا کرین ، اور میرزا صاحب اپنے اندازِ خاص مین ان واقعات کو تحریر کرین ۔ میرزا صاحب نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا ، اور یہ تجویز قرار پائی ، کہ کتاب دو حصون مین تقسیم کیجائے ۔ پہلا حصہ ابتدایِ آفرینش سے امیر تیمورِ گورگان تک بالاختصار اور تیمور سے ھمایون تک قدرے تفصیل کیساتھ مرتب کیا جائے ۔ دوسرے مین جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ تک کے واقعات ھون ۔ میرزا صاحب نے حصۂ اول کا نام « مہرِ نیمروز » اور ثانی کا « ماہِ نیم ماہ » رکھا ۔ حصۂ اول کے متعلق ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو میرزا صاحب نے منشی جواھر سنگھ جوھر کو لکھا ھے :

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۲

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست هیرا سنگھ روان داشته ایم، و هنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از هیرا سنگھ باز پرس کنند.» (۱)

اس سے معلوم هوتا هے که سال ڈیڑھ سال کے اندرهی «مهرِ نیمروز» تمام هوچکی تھی. لیکن سنه ١٢٧١ ھ تك زیورِ طباعت سے آراسته نهوسکی (۲)، جسکی وجه یه هوگی که اگر میرزا صاحب فوراً حضورِ شاه مین کتاب پیش کردیتے تو حصۂ دوم کا تقاضا شروع هوجاتا، جسکیواسطے یه اسقدر جلد تیار نه تھے.

بهرحال مطبوعه کتاب بادشاه کے روبرو سنه ١٢٧١ھ (١٨٥٤ع) مین پیش هوئی. چاهئے تھا که میرزا صاحب حصۂ ثانی کی ترتیب شروع کردیتے. لیکن ایسا نهین هوا، حتی که سنه ٥٧ع نے بساطِ حکومت اولٹدی، اور «ماهِ نیم ماه» شرمندۂ طلوع نهوسکا. بظاهر اسکی ایك اهم وجه میرزا صاحب کی جدید طرزِ انشا بھی هے، جو بادشاه تو بادشاه اوس عهد کے کسی ادیب کو بھی پسندیده نه تھی. ورنه ناممکن تھا که سنه ٥٤ع سے سنه ٥٧ ع تك بادشاه تقاضا نکرتے، یا مهلت عطا کردیتے اور قبلِ اتمامِ کتاب جلاوطن هوجاتے تو میرزا صاحب اپنے خطوط مین یه نه لکھتے که مین نے حصۂ ثانی کی ترتیب کا آغاز کردیا تھا، لیکن اوسکو انجام تك اسلئے نهین پهنچایا که اب اوسکا قدردان دلی سے رخصت هوگیا تھا. یه بھی ممکن هے که چونکه اسی سال شیخ ابراهیم ذوق کا انتقال هوا اور میرزا صاحب به تنخواهِ موجوده استادِ شه قرار پائے، اسلئے اونهون نے خلافِ دانشمندی سمجھا هو که ایك تنخواه کے عوض دو خدمتین انجام دین. والله أعلم.

### دیوان اردو

میرزا صاحب نے ٥ ذی الحجه سنه ١٢٧٣ ھ کے عریضه مین اسکا اسطرح ذکر کیا هے:

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰

(۲) ایضاً، ص ۲۷٤

> «مجکو غم یه هی که غزلهای اصلاحی اور دیوان اردو کی رسید مین نی نه پائی. .... دیوان کی رسید ... ایسی هی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساهوکار کو دیجیگا، اور اوسکو تاکید کیجیگا که اسکو بهیجدی.» (۱)

منشی شیونرائن اکبرآبادی کو اس نسخه کے بارے مین لکھتے هین:

> «اب تم سنو. دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا. مگر هان مین نی غدر سی پہلی لکھوا کر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور بهیجدیا تھا.» (۲)

اس بیان سے بظاهر یه مترشح هوتا هے که میرزا صاحب نے مئی سنه ۵۷ع سے قبل دیوانِ اردو رامپور بهیجا. لیکن دراصل نسخۂ مذکور عریضه نمبر ۵ کے جواب کی تاریخ ۹ مئی اور تاریخِ آشوبِ غدر ۱۱ مئی کے درمیان کسی تاریخ کو بهیجا گیا تھا. چونکه وه تاریخ غدر سے قبل تھی اسلئے میرزا صاحب نے مجملاً «غدر سے پہلے» کہا هے.

میرزا صاحب کو اسکی رسید نومبر سنه ۵۸ ع تك موصول نهوسکی. جب ماهِ مذکور مین انہون نے «دستنبو» کی ایك جلد تحفتًہ ارسال کی اور نواب صاحب نے جواب مین لکھا که عدیم الفرصتی کے سبب دیوان اور دستنبو ملاحظه سے نگزرا، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر کو لکھا:

> «اس قرینی سی که بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظه نکرنا مرقوم هوا ریخته کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم هوا.» (۳)

اس نسخه کی مفصل کیفیت صفحۂ ۱۰ کے حاشیه مین ملاحظه هو.

### دستنبو

میرزا صاحب نے «آغازِ یازدهم مئی سنه ۱۸۵۷ ع سے ۳۱ جولائی سنه ۱۸۵۸ ع تك رودادِ شهر اور اپنی سرگزشت یعنی پندره مهینے کا حال نثر مین لکھا... اور التزام اسکا کیا... که دساتیر کی عبارت یعنی پارسیِ قدیم لکھی جائے، اور کوئی لفظِ عربی نه آئے»(٤). اور منشی شیو نراین کے مطبع واقعِ اکبرآباد (آگره) مین طبع کراکے ایك نسخه نواب فردوس

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۰ (۲) اردوی معلی، ص ۳۸۱ (۳) مکاتیب، ص ۱۸ (٤) اردوی معلی، ص ٤۹
و — مکاتیب غالب

مکان کو ارسال کیا۔ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع کو اسکی رسید کے متعلق لکھتے ہین:

> «اس قرینی سی کہ بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا، ریختہ کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا۔ دیوان کی دیکھنی ندیکھنی مین آپ کو اختیار ہی۔ مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ہی اسکا دیکھنا ضرور درکار ہی۔ فارسی قدیم اور پھر حسن معنی اور صنعت الفاظ۔ با این ہمہ ہر امر کی احتیاط اور ہر بات کا لحاظ۔ جنابعالی! طرفہ معاملہ ہی۔ خدا کا شکر ہی اور اپنی قسمت کا گلہ ہی۔ خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کی جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین۔ قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین۔ یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہی۔ گویا بن کھائی جینا ہی۔ کہتی ہین کہ جنوری شروع سال مین پنسنداروں کو روپیہ ملیگا۔ دیکھئی کیا نیا گل کھلیگا۔ پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ہی۔ کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ہی۔ مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون، اور وزرای ملکۂ دارا دربان کی دو سارتیفکٹ پاچکا ہون۔ اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاہیی، تو اسی کتاب موسوم بہ «دستنبو» مین دیکھا چاہئی۔» (۱)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع سے قبل کتاب طبع ہو چکی تھی۔ اس کتاب کی طباعت مین میرزا صاحب نے جسقدر اہتمام اور کوشش کی ہے اوسکی داستان سے اردوی معلی اور عودِ ہندی کے صفحے کے صفحے پُر ہین۔ ان خطوط کا ضروری اقتباس مولانا مہر کی کتاب کے صفحات ۳۲۶ - ۳۳٤ مین ملاحظہ ہو۔

کلیات فارسی

کلیاتِ فارسی کا نسخہ میرزا صاحب نے مارچ سنہ ۱۸٦۱ ع مین نذر کیا تھا۔ یہ نسخہ خاندانِ لوہارو کے ایک بزرگ نواب فخر الدین خان مرحوم کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ ۷ اپریل سنہ ٦۱ ع کو اسکے بارے مین میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

> «کلیات فارسی کی پہنچنی سی اور اس نذر کی مقبول ہونی سی مجکو بہت خوشی حاصل ہوئی۔» (۲)

۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲ ھ (۱٤ مئی سنہ ۱۸٦۵ ع) کو پھر اسکا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۵ (۲) ایضاً، ص ۲۸

> «دو قصیدهٔ مدحیه میری دیوان فارسی مین مرقوم اور وه دیوان حضرت کی کتابخانی مین موجود هی .» (۱)

بعد ازان ۱۸ جون سنه ٦٥ ع کو پهر لکهتے هین :

> «اب عرض یه هی که حسب الحکم حضور کی یه قصیده میری دیوان فارسی مین ، جو کتابخانی مین موجود هی ، درج کیا جائی .» (۲)

نسخه کی مزید تفصیل ص ۲۸ کے حاشیه نمبر ۲ مین درج هے .

### نامهٔ غالب

میرزا صاحب نے سنه ۱۸٦۰ ع مین فرهنگِ برهانِ قاطع کے اغلاط پر مشتمل ایك رساله مسمی به «قاطعِ برهان» لکهکر نواب فردوس مکان کی امداد سے شایع کیا تها . اسکے جواب مین هندوستان کے متعدد اهلِ علم نے رسایل لکهے . ان حضرات مین سے ایك مرزا رحیم بیگ تهے . انهون نے «ساطعِ برهان» رساله تصنیف کیا ، اور اوسمین میرزا صاحب کو بهت جلی کٹی باتین سنائین . میرزا صاحب نے اسکا جواب الجواب لکها ، اور اوسکے پانچ نسخے نواب مرزا خان داغ دهلوی کے توسط سے نواب خلد آشیان کی خدمت مین نذر گزرانکر ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸٦۵ ع کو نوابصاحب کو لکها :

> «ایك عبارت کا ایك جزو بطریق خط ایك انصاف دشمن کو لکهکر چهپوا دیا هی . پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا هی . پانچ رسالی وه میریطرف سی نذر گزرانینگی . حضرت قبول نذر کو میرا عز و شرف جانین گی .» (۳)

اس سے ظاهر هوتا هے که رسالهٔ مذکوره شروع اگست سنه ٦٥ مین شایع هوا تها .

### انتخاب دیوان اردو

نواب خلد آشیان اساتذهٔ فارسی و اردو کے منتخبه اشعار کی ایك بیاض مرتب فرمانا چاهتے تهے . اسکے لئے میرزا صاحب کے چیده چیده اشعار کی بهی ضرورت تهی . لهذا اونهون نے ۲۵ اگست سنه ۱۸٦٦ ع کو میرزا صاحب کو لکها که آپ اپنے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب روانا فرمائیے ، تا که

---

(۱) مکاتیب ، ص ۵۳ (۲) ایضاً ، ص ۵۳ (۳) ایضاً ، ص ۵۷

مجموعۂ مذکور مین شامل کیا جائے۔ میرزا صاحب نے ١٠ ستمبر کو جواباً تحریر کیا:

«اردو کا دیوان ایک شخص کو دیا ہے۔ .... بعد اتمام تحریر نذر کیا جائیگا۔» (١)

١٨ ستمبر کو پھر تحریر کیا:

«خاطر اقدس مین نگزری که غالب تعمیل احکام مین کاہل ہے۔ بصارت مین فتور۔ ہاتھ مین رعشه۔ حواس مختل۔ ناچار کاتب کی تلاش کی۔ شہر سراسر ویران ہے۔ کاتب کہان؟ باری ایک دوست نے کاتب نشان دیا۔ اردو کا دیوان اشعار پر صاد کرکے اوسکو حواله کیا۔ کل وه اجزای منقوله آئے۔ آج بطریق پارسل مع اس عرضی کے ارسال کیے۔ خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا۔ اغلاط اتنے تھے که مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی۔» (٢)

٢٤ ستمبر کو سه باره اردو دیوان کا اسطرح ذکر کیا ہے:

«اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہون۔ یقین ہے که حضرت کی نظر انور سے گزر گیا ہو۔» (٣)

## انتخاب دیوان فارسی

اسی سلسله مین میرزا صاحب نے اپنی فارسی غزلون کا انتخاب بھی روانا کیا تھا۔ ١٠ ستمبر کے خط مین اسکے متعلق فرماتے ہین:

«فارسی دیوان کا شیرازه کھولکر چند شخصون کے حوالے کیا ہے۔» (٤)

١٨ ستمبر کے عریضه مین دیوان اردو کے ارسال کی اطلاع کے بعد لکھتے ہین:

«فارسی کی کلیات کا شیرازه کھولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردیئے ہین۔ جابجا اشعار پر صاد کردیئے ہین۔ وه بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ہو رہے ہین۔ بعد اتمام وه بھی پیشکش کرونگا۔» (٥)

میرزا صاحب نے یه انتخاب ٢٤ ستمبر کو روانا کرکے بطریقِ اطلاع سرکار کو لکھا:

«آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریق پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ہون۔ ... اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ہے۔ قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا۔ اگر حکم ہو تو وه بھی بھیجون۔» (٦)

لیکن اغلب یه ہے که سرکار نے ان اصنافِ نظم کا انتخاب طلب نہین فرمایا۔ ان دونون نسخون کے متعلق ص ٧٩ کا حاشیه نمبر ١ ملاحظه کیجیے۔

---

(١و٤) مکاتیب، ص ٧٩ (٢و٥) ایضاً، ص ٨٠ (٣و٦) ایضاً، ص ٨١

# تلامذہ

میرزا صاحب کے شاگردون کی تعداد خاصی ھے۔ لیکن مکاتیب مین صرف چند اصحاب کا ذکر آیا ھے۔ ان مین سے باقرعلیخان اور حسین علیخان سبھی خاندان کے عنوان کے ماتحت مذکور ھوچکے۔ بقیہ اصحاب حسبِ ذیل ھین۔

نیر

نواب ضیاءالدین خان بہادر نیّر و رخشان ابن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ و لوھارو میرزا صاحب کے ارشدِ تلامذہ مین تھے۔ نواب خلد آشیان نے ۲۵ اگست سنہ ٦٦ع کے فرمان مین میرزا صاحب سے ارشاد فرمایا تھا کہ بھائی ضیاءالدین خانصاحب کے کلام کا انتخاب بھی بھجوائیے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو لکھا:

> « بھائی ضیاءالدین خان کا مجموعۂ نظم و نثر فارسی و اردو سراسر دیکھا ھوا میرا، جو اونکی کتابخانی مین تھا، غدر مین لٹگیا۔ بعد غدر ذوق شعر باطل اور دل افسردہ ھوگیا۔ دو تین غزلین فارسی و ھندی جو لکھی ھین اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا۔ » (۱)

۲٤ ستمبر کو انتخابِ دیوانِ فارسی کیساتھ جو عریضہ بھیجا تھا اوسمین ضیاءالدین خان بہادر کے بارے مین تحریر کیا ھے:

> « بھائی ضیاءالدین خان بہادر نی جو اوراق میری پاس بھیجی ھین وہ بھی اس پارسل مین رکھدیئی ھین۔ حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا۔ بعد غدر جو کچھ کہا ھو وہ یہی ھی، جو پہنچتا ھی۔ » (۲)

نواب ضیاءالدین خان بہادر کیلئے ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ھو۔

ناظم

میرزا صاحب کے دوسرے قابلِ فخر شاگرد، جنکا مکاتیب مین اسلئے

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۹ (۲) ایضاً، ص ۸۲

بارہا ذکر آیا ہے کہ ابتدائی ٤٢ عرایض اون کے نامِ نامی سے معنون ہین، نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان ناظم تخلص ہین۔ چونکہ دیباچہ مین موصوف الذکر کی شاگردی سے بالتفصیل بحث کیگئی ہے، نیز اونکے سوانح پر ایک مختصر نوٹ مکاتیب کے آغاز مین درج ہے، اسلئے یہان صرف ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

**نواب خلد آشیان**

نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان بھی میرزا صاحب کے زمرۂ تلامذہ کے رخشندہ گوہر ہین۔ آپ نے ٢٧ اگست ٦٦ ع کو ایک فارسی نثر میرزا صاحب کو بغرضِ اصلاح بھیجی تھی، اور گرامی نامۂ مورخۂ ٢ اکتوبر مین تحریر فرمایا تھا:

«مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بوده است.» (١)

بعض وجوہ سے یہ رشتہ پایدار ثابت نہ ہوا، اور غالباً صرف ایک نثر پر میرزا صاحب اصلاح دیسکے۔ مکاتیبِ ہذا کی بڑی تعداد آپ کی خدمتِ اقدس مین لکھی گئی ہے۔ چونکہ آپ کے نام کے عرایض کے شروع مین سوانحِ حیات پر مشتمل ایک نوٹ اضافہ کردیا گیا ہے، اسلئے یہان تفصیل کی حاجت نہین۔

---

(١) مکاتیب، ص ٨٢، حاشیہ نمبر ١۔

# لوازمات امارت

### شاگرد پیشہ

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے ملازمون کا بھی اجمالی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

> «حضور کے عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا ہے۔ عالم الغیب جانتا ہے جسطرح گزرتی ہے۔» (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب کے ملازمون کی تعداد خاصی تھی، اور یہ کہ وہ اس غربت مین بھی لوازماتِ امارت کے پابند تھے۔ ان خدمتگارون مین سے بعض کا تذکرہ میرزا صاحب کے دوسرے سفرِ رامپور کے ضمن مین آئیگا۔

### مختار کار

میرزا صاحب نے روسا کیطرح مالی اور دیگر دفتری کاروبار کے انصرام کیلئے مختار کار بھی رکھ چھوڑا تھا۔ یہ قوم کا بنیا اور ساہوکاری پیشہ تھا۔ بسا اوقات اسی سے میرزا صاحب قرض بھی لیا کرتے، اور اسی کے ہاتھ سرکارِ رامپور کی فرستادہ ہنڈوی فروخت کر ڈالتے تھے۔

۱۳ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے پہلی بار اسکا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

> «آج آخر روز توقیع وقیع مع جولائی کی تنخواہ کی ہنڈوی کے پہنچا۔ ہنڈوی مختار کار کو دی اور یہ عرضی لکھنے بیٹھا۔» (۲)

بعد ازان ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۸ ع کو منشی سیلچند کے نام کے مکتوب مین لکھتے ہین:

> «اگلے مہینے یعنی اگست سنہ ۱۸۶۸ کی تنخواہ کی ہنڈوی جو تم نے بھیجی تھی اوسکا روپیہ ابتک نہین پتا۔ مین تو جسدن ہنڈوی آتی ہے اوسیدن یا دوسری دن اپنے مختار کار کے ہاتھ، کہ وہ بھی مہاجن ہے، بیچ ڈالتا ہون۔ مگر اوس مختار کو جسکے ہان ہنڈوی آئی ہے اوسنے روپیہ ابتک نہین دیا۔» (۳)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۵ (۲) ایضاً، ص ۷۶ (۳) ایضاً، ص ۱۱۶

# انگریزی تعلقات

### دیرینہ نمکخوار

حکومتِ انگلشیہ سے میرزا صاحب کے تعلق کا آغاز اونکے چچا نصراللہ بیگ خان بہادر کے توسط سے ہوتا ہے۔ نصراللہ بیگ خان بہادر انگریزی فوج مین رسالدار، اور پرگنۂ سونک سونسا کے جاگیردار تھے۔ میرزا صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد چچا کی سرپرستی مین پرورش پا رہے تھے کہ سنہ ۱۸۰٦ع مین، جبکہ انکی عمر ہنوز دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی، نصراللہ بیگخان بہادر کا انتقال ہوگیا۔ لارڈ لیک بہادر نے دیرینہ خدمات کا لحاظ کرکے جاگیر کے عوض اونکے متعلقین کی پنشن مقرر کرادی، اور اسطرح میرزا صاحب انگریزون کے وظیفہ خوار بنگئے۔ یہ پنشن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ، برادرِ نسبتیِ نصراللہ بیگخان بہادر، کے خزانہ سے ملتی تھی، لیکن اونکے جانشین، نواب شمس‌الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کرانے کے الزام مین پھانسی دیدیگئی، اور فیروزپور کی جاگیر ضبط ہوگئی، تو میرزا صاحب اور دیگر ورثایِ نصر اللہ بیگخان کی پنشن خزانۂ کلکتریِ دھلی سے تقسیم ہونے لگی اور اپریل سنہ ۱۸۵۷ع تک میرزا صاحب کو ملتی رہی۔

میرزا صاحب اپنی اس «دیرینہ نمکخواری» کے متعلق نواب فردوس مکان کو تحریر کرتے ہین:

> «حالی رای جہان آرای باد، کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکہزار و ھشتصد و شش، کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصراللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیک بہادر در فتح ھندوستان کوششہای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونک سونسا بقید حین حیات جاگیر

> یافته ، و هم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجـه معاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قراریافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکتری دهلی صورت پزیرفت . چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتری دهلی یافته ام . » (۱)

### دربار اور خلعت

پنشنخوار کی حیثیت سے میرزا صاحب اهم شخصیت کے مالك نه تهے . اونهین ساڑهے سات سو روپیے سالانه یا ساڑهے باسٹھ روپیه ماهوار کا معمولی وظیفه ملتا تها . نواب خلد آشیان کو ۵ ستمبر سنه ٦٧ ع کے عریضه مین لکها هے :

> « باسٹھ روپئی آٹھ آنی مهینا انگریزی سرکار سی بعوض جاگیر پاتا هون . » (۲)

در اصل اونکا حقیقی اعزاز یه تها که گورنر جنرل کے دربار مین داهنی صف مین دسوین کرسی اور سات پارچے مع جیغه ، سرپیچ و مالای مروارید خلعت پاتے تهے . نواب فردوس مکان کو یه تفصیل لکهتے هوے فرماتے هین :

> « مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاست دودمانی کا رکهتا هون . معاش اگرچه قلیل هے ، مگر عزت زیاده پاتا هون . گورمنٹ کے دربار مین داهنی صف مین دسوان نمبر اور سات پارچے اور جیغه ، سر پیچ ، مالای مروارید خلعت مقرر هے . » (۳)

### غدر اور قصور خدمت

سرکار انگریزی سے میرزا صاحب کے تعلقات مئی سنه ۵۷ ع تك خوشگوار تهے . جب دهلی اور دیگر اطرافِ ملك مین انگریزون کے خلاف فوج اور رعایا نے بغاوت کا جهنڈا بلند کیا ، اور شاهِ ظفر مطلق العنان حکمران قرار دیے گئے ، تو میرزا صاحب کیلئے بجز گوشه گیری کوئی چارهٔ کار نرها . کیونکه اگر اپنی محسن سرکار کا ساتھ دیتے ، تو باغی گهر بار لوٹ لیجاتے ، اور اهلِ قلعه کی کهلم کهلا حمایت کرتے ، تو بصورتِ ناکامی انگریزون کی طرف سے بدسلوکی کا خوف تها . نصیب کی تائید سے میرزا صاحب کی تدبیر کارگر هوئی ، اور وه

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ۹٦ (۳) ایضاً ، ص ۲۱

شهر دهلی کے اندر باغیون کیساتھ « بباطن بیگانه و بظاهر آشنا » ایام گزاری کرتے رهے۔ تا آنکه انگریزی فوج نے دوباره شهر فتح کیا، اور اون اشخاص کی دار و گیر شروع هوئی، جنهون نے باغیون کی جنبه داری کی تهی۔ اهلِ شهر نے انگریزی سپاه کے داخلِ شهر هوتے هی بهاگنا شروع کردیا، لیکن میرزا صاحب اپنی جگه سے نه هلے۔ شهر مین تحقیقات شروع هوئی۔ مخبرون نے اطلاعین بهم پهنچاکر باغیون کی تلاش مین گورنمنٹ کی مدد کی، مگر باوجودِ تعلقِ قلعه میرزا صاحب کے دامنِ وفاداری پر دهبه نه آیا۔ حکام کو میرزا صاحب کے قیامِ دهلی کی اطلاع هوئی، مگر اونهون نے اس سے دلچسپی نلی۔ خود میرزا صاحب نے کسی حاکم سے اسلیئے ملنا مناسب نه جانا که موجوده اصحاب مین اونکا کوئی شناسا نه تها۔ نتیجه یه هوا که کچھ عرصه کیلیئے انکے تعلقاتِ انگریزی منقطع هوگئے۔ دورانِ بغاوت مین نواب فردوس مکان نے انگریزون کی بڑی امداد کی تهی۔ میرزا صاحب اس حقیقت سے واقف تهے۔ جب غدر کی آگ بجھ گئی، تو انهون نے ازراهِ مصلحت ١٤ جنوری سنه ۱۸۵۸ع کو اپنی ساری روداد نوابصاحب کو لکهی، اور آخر مین عرض کیا:

> « راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتی بجا نیاورده ام۔ لیکن مقام شکر است که به تقدیم نرسیدن خدمت از راه بیدستگاهیست و ذریعهٔ اخلاص و خلوص همان بیگناهیست۔ » (۱)

بعد ازان ۷ نومبر سنه ۵۸ع کو تحریر کیا هے:

> « خدا کا شکر یه که باوجود تعلق کسیطرح کے جرم کا به نسبت میری احتمال بهی نهین۔ » (۲)

اسی سلسله مین ۷ نومبر سنه ۵۹ع کو لکهتے هین:

> « ابتك مین اپنی کو یه بهی نهین سمجها که بیگناه هون یا گناهگار۔ مقبول هون یا مردود۔ مانا که کوئی خیرخواهی نهین کی جو نئی انعام کا مستحق هون۔ لیکن کوئی بیوفائی بهی سرزد نهین هوئی جو دستور قدیم کو برهم ماری۔ » (۳)

### مسدودی دربار و خلعت و پنشن

میرزا صاحب نے ایامِ غدر مین جو رویه اختیار کیا تها اوسکی بنا پر

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۳ (۲) ایضاً، ص ۱۵ (۳) ایضاً، ص ۲۲

حکومتِ انگلشیہ کی نظر مین مجرم ثابت نہوے کہ سزا دیجاتی، لیکن کسی خاص خدمت کے انجام ندینے کے سبب اس کے بھی مستحق خیال نہ کیے گئے کہ پنشن، دربار اور خلعت بحال رکھا جائے۔ چنانچہ یہ تینون اعزاز بند ہوگئے۔ نواب فردوس مکان کو ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کے عریضہ مین دربار و خلعت کے ذکر کے بعد لکھا ھے:

> «لاڑد ھاردنگ صاحب کے عہد تک پایا۔ لاڑد دلہوسی یہان آئے نہین۔ اب یہ نواب معلی القاب آئے ھین۔ زمانے کا رنگ اور۔ کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین۔ بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب۔ وہ بھی چیف سکرتر نرھے۔ لفٹنٹ گورنر ھوگئے۔ وہ سکرتر رھتے تو مجھے کچھ غم نہ تھا۔» (۱)

پنشن کی مسدودی کے بارے مین ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے محولۂ بالا عریضہ مین لکھتے ھین:

> «چنانکہ تا انجام اپریل سنہ ۱۸۵۷ از کلکٹری دھلی یافتہ ام۔ و از مئی خود آشکار است کہ حال چیست۔» (۲)

اسکے بعد ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو تحریر کرتے ھین:

> «جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے۔ خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے۔ خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین۔ قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین۔ یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے۔ گویا بن کھائے جینا ھے۔» (۳)

## پنشن کی بحالی کی کوشش

غالباً مئی سنہ ۱۸۰۶ ع سے اپریل سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو خاندانی وظیفہ ملتا رھا۔ مئی مین غدر ھوگیا اور چند ماہ تک اھلِ دھلی اور گورنمنٹ کے تعلقات منقطع رھے۔ فتحِ دھلی کے بعد جنوری سنہ ۵۸ ع تک میرزا صاحب نے اسلئے تجدیدِ راہ و رسم کی سعی نکی، کہ شناسا حاکمون مین سے اب کوئی نہ رھا تھا، اور نئے حکام سے ملاقات کی تقریب کوئی خدمت ھونی چاھیے تھی، جو از راہِ احتیاط انھون نے انجام نہین دی تھی۔ چنانچہ ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے عریضہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا ھے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۲ (۲) ایضاً، ص ۱۲ (۳) ایضاً، ص ۱۵

> «از سر آغاز سال ۱۸۰۶ ... بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود ... مشت زری ... در وجه معاش من ... . قرار یافت .... چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتری دهلی یافته ام. و از مئ خود آشکاراست که حال چیست. ... می بایست که خود سلسله جنبان گشتمی. و با حکام پیوستمی. درین باره سخن آنست، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقه معرفتی ندارم. و معهذا موقع و محل آن نمی نگرم که نامه نویسم، و خواهش ملاقات بمیان آورم. راستی اینکه درین فتنهٔ و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام.» (۱)

لیکن معلوم هوتا هے که ۱٤ جنوری اور ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کے درمیان هی مین بحالیِ پنشن کی سلسله جنبانی شروع کردی تهی. اسلیئے که نواب فردوس مکان کی بالواسطه دعوتِ رامپور کے جواب مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بهادر کو ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کو لکهتے هین:

> «مین نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بهادر کو درخواست دی تهی. وهان سے صاحب کمشنر شهر کو وه درخواست حواله هوئی. صاحب کمشنر دهلی نے صاحب کلکٹر شهر سے کیفیت طلب کی هے. پس اگر وه کیفیت پنسن کی هے تو یهان کی کلکٹری کا دفتر اگر نهین رها نه رهے. ریونیوبورڈ کے دفتر اور لفٹنٹ گورنری آگره اور نواب گورنر جنرل کلکته کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نهین هین. اور اگر میری کیفیت مطلوب هے، تو میرا بیجرم اور بری اور الگ هونا فساد سے از روی دفتر قلعه و اظهار مخبرین ظاهر هے. بهرحال صاحب کمشنر شهر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کے ساتھ پنجاب کو گئے هین. دیکهیے کب آوین، اور بعد ملاحظهٔ کیفیت کیا حکم دین.» (۲)

### مداحون مین نام

اس عرصه مین میرزا صاحب نے مداحانِ حکومتِ انگلشیه مین اپنا نام درج کراکے وزرای ملکهٔ معظمه کے دو سارٹیفکٹ حاصل کرلئے تهے. لیکن اسکے باوجود نومبر سنه ۵۸ع تک پنشن جاری نهوئی، اور جب شهر مین یه افواه مشهور هوئی که جنوری سنه ۱۸۵۹ ع مین پنشندارون کو روپیه ملیگا، تو ۷ نومبر سنه ۵۸ع کو میرزا صاحب نے ازراهِ شکایت نواب فردوس مکان کو لکها:

> «قسمت کا گله یه که عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بهی نهین. یه نومبر سنه ۱۸۵۸ انیسوان مهینا هے. گویا بن کهائے جینا هے. کهتے هین که جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیه ملیگا.

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱-۱۳ (۲) ایضاً، ص ۱۱۰

> دیکھئی کیا نیا گل کھلایگا ۔ پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ھی ، کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ھی ۔ مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون ۔ اور وزرای ملکۂ دارادربان کی دو سارتی فکٹ پا چکا ہون ۔ » (۱)

اسکے جواب مین نوابصاحب نے لکھا کہ آپ رامپور تشریف لے آئیے ۔ میرزا صاحب نے ۳ دسمبر کو جواباً تحریر کیا :

> «میری حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھی ، مین وھان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا ۔ پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ھی ۔ اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن ۔ سنا جاتا ھی ، اور یقین بھی آتا ھی ، کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی ۔ جسکو روپیہ ملنا ھی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا ھی اوسکو جواب ملجائی ۔ » (۲)

عرضی کی روداد

جنوری سنہ ۵۹ ع پر دو مہینہ اور گزرگئے ، مگر ہنوز مقدمۂ پنشن فیصل نہوا ۔ سرکار نے ۱۳ اپریل کو پھر دعوتِ آمدِ رامپور دی ، تو میرزا صاحب نے امیدِ وصولیابیِ پنشن کا گیت گاتے ہوئے لکھا :

> «مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھی ، اور ہنوز صدر کو روانا نہین ہوئی ۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری کواغذ طلب کئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی ۔ وھان سی کلکتہ کو بھیجی جائینگی ۔ پھر وھان سی حکم منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا ۔ » (۳)

راہ چارہ مسدود

جب مہینے پر مہینا گزرنے لگا ، اور پنشن کا تصفیہ نہوا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع کو مجبوراً لکھا :

> «ابتلک مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گناھگار ۔ مقبول ہون یا مردود ۔ مانا کہ کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون ۔ لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو دستور قدیم کو برھم ماری ۔ بہر حال راہ چارہ مسدود اور دکھ موجود ۔ عرفی خوب کہتا ھی :
>
> مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ      زند بفرقم و گوید کہ ھان سری میخار ۔ » (٤)

نواب فردوس مکان کی سفارش

نواب فردوس مکان اپنے استاد کی پریشانی سے کماحقہ واقف تھے ۔ آپ نے از راہِ نوازش اکثر انگریز حکام سے اسلئے میرزا صاحب کی تعریف کی

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۵ (۲) ایضاً ، ص ۱٦ (۳) ایضاً ، ص ۱۹ (٤) ایضاً ، ص ۲۲

کہ انکے سابقہ مدارج بحال ہوجائین ۔ اور جب میرزا صاحب کا پاسنامہ مورخۂ ۷ نومبر سنہ ٥٩ ع مطالعہ فرمایا تو تسکینِ خاطر کیلئے لکھا :

«مشفقا ! ہنگام ملاقات کے اکثر صاحبان ذیشان سے تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپکا عمل مین آیا ہے ۔ اللہ تعالی کے فضل اور قدر دانی سرکار دولتمدار سے یقین واثق ہے کہ جو مدارج شریف آپکے قدیم سے ہین، پیشگاہ گورنمنٹ سے بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا ۔ کسواسطے کہ اہالی سرکار ابد قرار قدردان و قدر شناس ہین ۔ » (۱)

### اقبال کی تائید

سرکار کی سفارش بارآور ہوئی ، اور پنشنداروں کا نقشہ بعدِ صدور حکم صدر سے واپس آگیا ۔ میرزا صاحب نے ۱۲ اپریل سنہ ٦٠ ع کو ان الفاظ مین سرکار کو اطلاع دی :

«عالم دو ہین ۔ ایک عالم شہادت ، ایک عالم غیب ۔ جسطرح عالم شہادت مین آپ میری دستگیری کررہے ہین ، عالم غیب مین آپکا اقبال مجکو مدد پہنچا رہا ہے ۔ تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسنداروں کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعد صدور حکم آگیا ۔ حکم بہ نسبت ہر واحد کے مختلف ہے ۔ تقلیل بہت ہے ۔ سو روپیہ مہینے والیکو پچہتر بھی ہین اور پچیس بھی ہین اور دس بھی ہین ۔ اب فرمائیے میریواسطے کیا احتمال گزرتا ہے ۔ یاس کلی ہے ۔ لیکن واقعہ یہ ہوا ہے کہ سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم ۔ طرفہ یہ کہ میری نام کے ساتھ ایک انگریزی تحریر ہے ، کہ جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع ہے ۔ حکام کے عملہ مین اور وکلا اور اہل شہر مین یہ مشہور ہے کہ وہ تحریر ولایت سے آئی ہے ۔ بہر حال دو امر ہنوز مبہم ہین ۔ ایک اس انگریزی تحریر کا حال اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت ۔ سو یہ دونون امر چند روز مین معلوم ہوجائینگے ۔ اور جو معلوم ہوگا وہ عرض کیا جائیگا ۔ » (۲)

### خداساز بات

میرزا صاحب نے ٤ مئی سنہ ٦٠ ع کو زرِ پنشن وصول کرلیا ۔ اہلِ دہلی نے اس اجرا کو نواب فردوس مکان کی سعی و کوشش کا نتیجہ قرار دیا ۔ میرزا صاحب ان مراتب سے سب سے زیادہ آگاہ تھے ، اور جنوری سنہ ٦٠ ع مین رامپور آتے وقت بعض احباب کو یہ لکھ بھی چکے تھے کہ

---

(۱) مکاتیب ، ص ۲۳ ، حاشیہ نمبر ۲ (۲) ایضاً ، ص ۲٦

اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ نوابصاحب کے ذریعہ گورنمنٹ سے میری صفائی ہوجائے۔ لیکن اسکے باوجود جب یوسف مرزا صاحب نے لکھا کہ خواجہ جان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ والیِ رامپور کی کوشش سے آپکی پنشن جاری ہوگئی، تو اسکے جواب مین میرزا صاحب نے اجرایِ پنشن کو مسبب الأسباب کی طرف منسوب کرتے ہوئے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض کیا۔ فرماتے ہین:

> «خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے۔ والی رامپور کو اس پنسن کے اجرا مین کچھ دخل نہین۔ یہ کام خدا ساز ہے بعلی بن ابیطالب علیہ السلام۔» (۱)

### بحالی دربار و خلعت کی کوشش

اوپر عرض کیا جاچکا ہے، کہ میرزا صاحب گورنر جنرل کے دربار مین خلعتِ ہفت پارچہ اور سہ رقومِ جواہر لارڈ ہارڈنگ صاحب کے وقت تک حاصل کرتے رہے۔ لارڈ ڈلہوسی نے دلی آکر دربار نہین کیا۔ اسلئے سنہ ۱۸۴۸ع سے غدر سنہ ۵۷ع تک میرزا صاحب کو شرکتِ دربار اور حصولِ خلعت کا کوئی موقع میسر نہ آیا۔ غدر کے بعد بعذرِ اشتباہ پنشن بند ہوئی تو دربار و خلعت کی امید بھی جاتی رہی۔ لیکن اجرایِ پنشن کے بعد میرزا صاحب نے بحالیِ دربار کی درخواست کی، جسپر عرصہ تک تحقیقات ہوتی رہی۔

### گورنر کا دربار اور خلعت

سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۳ع کو(۲) سر رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب نے دلی مین دربار کیا۔ میرزا صاحب کو بھی شرکت کا حکم ملا۔ یہ اوس روز نہ گئے۔ دوسرے دن گورنر نے یاد کیا، تو خیامِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳۱

(۲) مولانا مہر نے «غالب» صفحۂ ۲۳۹ اور ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ مارچ سنہ ۱۸۶۲ع مین دربار و خلعت بحال ہوی۔ یہ رایِ درست نہین ہے۔ دراصل یہ مارچ سنہ ۱۸۶۳ع کا واقعہ ہے۔ کیونکہ نواب فردوس مکان اور میرزا صاحب کی مراسلت کا ہر خط مورخہ ہے۔ اور جن خطون مین زیر بحث مسئلہ کا ذکر آیا ہے وہ سنہ ۱۸۶۲ع کے نہین۔ بلکہ سنہ ۱۸۶۳ع کے تحریر شدہ ہین۔ غالباً اردوی معلی کے مطبوعہ نسخہ کی غلطی طباعت سے مہر صاحب کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ نیز اردوی معلی ص ۱۱۲ پر میرزا تفتہ کے نام کے مکتوب کی تاریخ ٤ فروری بھی غلط ہے۔ اسکو ٤ مارچ ہونا چاہیے۔

گورنری میں حاضر ہوئے۔ صاحب نے خلعت دیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل بہادر کا دربار انبالے مین ہونیوالا ہے۔ آپ وہان بھی تشریف لیجائیے، اور دربار مین شریك ہو کر خلعتِ معمولی حاصل کیجیے۔ میرزا صاحب نے غالباً ٤ مارچ کو سرکار سے زادِ راہ کیلئے عطیہ کی درخواست کی۔ ١١ کو سرکار نے ٢٠٠ روپیہ بھیجے۔ ١٦ مارچ کو میرزا صاحب روپیہ کی رسید کیساتھ نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین:

> «اب سنیئے اپنی دعاگو کی داستان۔ منگل ٣ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نی خلعت عطا کیا، اور فرمایا کہ ہم تمہین مژدہ دیتی ہین کہ نواب گورنر جنرل بہادر نی اپنی دفتر مین تمہاری دربار اور خلعت کی بدستور بحال رہنی کا حکم لکھوا دیا۔ مین نی عرض کیا کہ مین انبالی جاؤن؟ فرمایا البتہ انبالی جانا ہوگا۔
>
> بعد جناب نوابصاحب کی جانیکو شہر مین شہرت ہوئی کہ دلی کی لوگ انبالی جانی سی ممنوع ہین۔ گھبرایا اور صاحب کمشنر کی پاس گیا۔ آپ خط اپنا دی آیا۔ زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا۔ پھر خط کی جواب مین خط محررۂ ٧ مارچ آیا۔ چنانچہ لفافہ بلحاظ گرانی وزن رہنی دیتا ہون۔ اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون۔ کل سی ایك اور خبر اوڑی ہی کہ نصیب اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی ہی۔ انبالی مین دربار نکرینگی، اور شملہ کو چلی جائینگی۔ اب مین دو وجہ سی بین السفر والسکون متردد ہون۔ پہلی وجہ خاص اور دوسری وجہ عام۔ دو سو مین سی سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہی، اور سو مہاجن کی ہان ڈاك اور خرچ راہ کیواسطی رہنی دیی ہین۔ تار برق مین جناب نوابصاحب سی حکم منگواؤنگا۔ جو حکم آئیگا، آپ سی عرض کرکی اوسکی تعمیل کرونگا۔» (١)

### گورنر جنرل کی دربار مین نجاسکی

نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کے عریضۂ مورخۂ ١٦ مارچ کے جواب مین کمشنر صاحب کے خط کا جسقدر مضمون دوہرایا ہے (٢) اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نے یہی لکھا تھا کہ آپ انبالے نجائین۔ اتفاقاً اسی زمانہ مین میرزا صاحب کے پھنسیان بھی نکل آئین۔ اسلئے مجبوراً خود انبالے جانیکے بجائے اپنا قصیدہ، جو معمولی نذر تھی، بطریقِ ڈاك بھیجکر شکریہ کے جوابی فرمان پر قناعت کرلی۔ اور ٤ اگست سنہ ١٨٦٣ع کو نواب فردوس مکان کو تحریر کیا:

---

(١) مکاتیب، ص ٣٥ (٢) ایضاً، ص ٣٧، حاشیہ نمبر ١

> «جب انبالی میرا جانا نہوا تو مین نی قصیدۂ مدح، جو دربار کی نذر کیواسطی لکھا تھا، بطریق ڈاك جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سی بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نواب معلی القاب کی نظر سی گزرانین. اور یہ دستور قدیم تھا کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکام ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نی موافق معمول قصیدہ بھیجا، یقین ہی کہ مارچ یا اپریل کی مہینی مین وہ لفافہ یہان سی لشکر کو گیا. صدائی بر نخاست. نا امید ہوکر بیٹھرہا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسم تحریر خطوط نرہی تو دربار و خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاك مین آیا. وہی افشانی کاغذ. وہی القاب. جی چاہتا تھا کہ اصل خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.» (۱)

لیکن اسکے بعد زندگی بھر میرزا صاحب کو گورنر جنرل کے دربار کی شرکت کا موقع نملا، اور یہ آرزو بھی دوسری بہت سی آرزوون کیساتھ پیوندِ خاك ہوگئی.

### گورنر کا دوسرا دربار اور خلعت

سر ڈانل میکلوڈ گورنرِ پنجاب نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ع کو دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب اس مین شریك اور «خلعتِ ہفت پارچہ وسہ رقمِ جواہر» سے مشرف ہوے. رامپور اس زمانہ مین نواب خلد آشیان کی زیرِ حکومت تھا. دربار کے دوسرے دن میرزا صاحب نے سرکار کو لکھا:

> «حضرت کی توجہ باطنی، جو ہمیشہ میری مصلح حال اور افزایش عز و وقار کی کفیل ہی، بعد ادای شکر الہی، اوسکا سپاس بجا لاتا ہون. پیش از غدر گورمنٹ کی دربار مین ۷ پارچی اور جیغہ، سرپیچ، مالای مروارید، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین. بعد غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا، لیکن خلعت موقوف ہوگیا. نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا کل ۱۲ پر. چار بجی دربار تھا. حکم سب درباریون کو پہنچ گیا تھا. مین نواب مہدیعلیخانصاحب کو رخصت کرکی گھر آیا. دو گھنٹی کی بعد دربار مین گیا. خیال یہی کہ ملاقات ہوگی. ایك رباعی کاغذ مذہب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا. کلمات عنایت سنکر چلا آؤنگا. نہ مجھی کچھ احتمال. نہ صاحب کمشنر بہادر شہرکو علم. باری بر وقت ملاقات تعظیم معمولی اور مصافحہ کرکی لاڈ صاحب نی کھڑی کھڑی جیغہ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا، اور فرمایا «یہ ہم نی آپکی واسطی رکھا تھا». مالای مروارید میر منشی نی گلی مین ڈالدی. ... مین اس عطیہ کو آپکی بخشش معنوی سمجھتا ہون.» (۲)

یہ میرزا صاحب کا آخری دربار اور خلعت تھا. اسکے بعد فروری سنہ ۶۹ع تك کسی دربار کی شرکت کا ذکر نہین ملتا.

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۷    (۲) ایضاً، ص ۸۷

# بہادر شاہِ ظفر سی تعلقات

### تاریخ نویسی

دلی کے لال قلعه سے میرزا صاحب کے تعلقات ذاتی تھے۔ لیکن پہلے صرف مختلف تقریبون مین آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ شاہِ ظفر کے عہد مین رشتۂ ملازمت بھی پیدا ھوگیا اور سلاطینِ تیموریه کی تاریخ نویسی سپرد ھوئی۔ نواب فردوس مکان کو لکھتے ھین:

> «پیوند تعلق با بہادر شاہ جز آن نبود که از هفت هشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه..... می پرداختم.»(۱)

یه عریضه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨ ع کو لکھا گیا تھا۔ اس حساب سے اونکے تعلقِ خدمت کا آغاز سنه ١٨٤٩ ع یا سنه ١٨٥٠ ع سے ھونا چاھیے۔ خواجه حالی مرحوم نے اس واقعه کا سال متعین کرتے ھوے صرف سنه ھجری ١٢٦٦ لکھا ھے(۲)، جو ١٧ نومبر سنه ١٨٤٩ ع سے شروع ھوکر ٥ نومبر سنه ١٨٥٠ ع پر ختم ھوتا ھے۔ مولانا مہر فرماتے ھین که میرزا صاحب کو قلعه کی پہلی تنخواہ جون سنه ١٨٥٠ سے ملی(۳)۔ اس حساب سے میرزا صاحب کے تخمینی سنینِ تعلقِ قلعه مین سے سنه ١٨٥٠ ع درست ھوگا۔

### اصلاح اشعار

میرزا صاحب کی ملازمت کو ٤ سال ھوے تھے که شیخ ابراھیم ذوق، استادِ شاہِ ظفر، کا انتقال ھوگیا۔ بادشاہ نے اصلاحِ اشعار کی خدمت بھی میرزا صاحب کے سپرد کردی۔ میرزا صاحب نے محولۂ بالا عریضه مین اسکا بھی ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین:

> «و از دو سه سال باصلاح اشعار شہریار می پرداختم.»

---

(۱) مکاتیب، ص ١٢ (۲) یادگار غالب، ص ٣٣ (۳) غالب، ص ١٣٩

اس تخمینه کی رو سے تعلقِ استادی سنه ۱۸۵٤ ع یا ۱۸۵۵ ع مین شروع هوا. خواجه صاحب نے یهان بهی سنه هجری ۱۲۷۱ پر اکتفا کی هے(۱)، جو ۲٤ ستمبر سنه ۱۸۵٤ ع سے شروع هو کر ۱۳ ستمبر سنه ۱۸۵۵ ع پر ختم هوتا هے. قاموس المشاهیر سے معلوم هوتا هے که ذوق نے ۲٤ صفر سنه ۱۲۷۱ ھ کو انتقال کیا(۲)، جو ۱٦ ماهِ اکتوبر سنه ۱۸۵٤ ع کے مطابق هے. لهذا سنه ۱۸۵٤ ع سالِ تعلقِ استادی هونا چاهیے.

### خطاب شاهی

بهادر شاه نے میرزا صاحب کو «نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ» خطاب عطا فرمایا تها. مکاتیب کے متن مین اس کا مذکور نهین. لیکن عریضهٔ اول مورخهٔ ۲۸ جنوری سنه ۵۷ ع کے آخر مین مهر کے اندر پورا منقوش هے. مهر مین سنه ۱۲٦۷ ھ سال کنده هے، جو سنه ۱۸۵۰ ع کے مطابق هے. اس سے معلوم هوتا هے که ملازمتِ شاهی کے موقع پر تقررِ تنخواه کیساتھ خطاب بهی عطا هوا تها(۳).

◆

---

(۱) یادگار غالب، ص ۳۵ (۲) قاموس المشاهیر، ج ۱، ص ۲٤۷ (۳) یادگار غالب، ص ۳۳ سے بهی اسکی تایید هوتی هے. اسلئے سال ملازمت هی کو عطای خطاب کا سال شمار کرنا چاهیے.

# تعلقاتِ رامپور

### ریاستون سی تعلق کی نوعیت

میرزا صاحب کو اپنی عالی نسبی پر ہمیشہ فخر رہا۔ وہ اوس زمانہ مین بھی، جبکہ سر پر مصائب کے بادل منڈلا رہے تھے، اور ہر چہار طرف نفسی نفسی کا عالم تھا، اپنی نسبی انفرادیت کے گیت گاتے رہے، اور «زادشم و افراسیاب» کو نہ بھولے۔

لیکن سنہ ۱۸۴۷ ع مین ایك ایسا روح فرسا واقعہ پیش آیا، کہ کچھ عرصہ کیلئے اونکے ہوش پراگندہ ہوگئے۔ اوس عہد کے روسا چوسر و شطرنج کے ذریعہ وقت گزاری کیا کرتے تھے۔ میرزا صاحب کا خاندان بھی امارت کے ان لوازمات سے عاری نہ تھا۔ اسلئے یہ بھی چوسر کے دلدادہ ہوگئے تھے۔ مگر کھیل مین سرگرمی پیدا کرنے کیلئے بازی لگاکر کھیلا کرتے۔ کوتوالِ شہر نے از راہِ عداوت جوے کا مقدمہ قائم کرکے مجسٹریٹ کی عدالت مین چالان کردیا، اور ولیعہدِ ہندستان کی سفارش کے باوجود میرزا صاحب کو ٦ ماہ کی سزا ہوگئی۔ تین مہینے کے بعد اوسی مجسٹریٹ کی رپورٹ پر انہین رہا کردیا گیا۔ لیکن اس غیر شریفانہ برتاؤ سے انکی حسِ غیرت سخت مجروح ہوئی، خود اپنی نظر مین شرافتِ خاندان پر دھبہ آگیا، اور یہ اپنے آپکو روسای ہندوستان سے ملنے جلنے کے قابل شمار کرنے سے احتراز کرنے لگے۔

سنہ ۱۸۵۲ ع مین ریاست جیپور سے اتفاقاً رابطہ پیدا ہوا۔ میرزا تفتہ نے اسکی تفصیلات دریافت کرتے ہوے لکھا کہ میرا بھی خیال رہے۔ اسکے جواب مین جمعہ دہم دسمبر سنہ مذکورہ کو میرزا صاحب نے لکھا:

> «جیپور کا امر محض اتفاقی ھی ۔ بی قصد و بی فکر درپیش آیا ھی ۔ ھوسنا کانہ ادھر متوجہ ھوا ھون ۔ بوڑھا ھوگیا ھون ۔ بہرا ھوگیا ھون ۔ سرکار انگریزی مین بہت بڑا پایہ رکھتا تھا ۔ رئیسزادون مین گنا جاتا تھا ۔ پورا خلعت پاتا تھا ۔ اب بدنام ھوگیا ھون ۔ بہت بڑا دھبہ لگ گیا ھی ۔ کسی ریاست مین دخل نہین کرسکتا تھا ۔ مگر ھان استاد یا پیر یا مداح بنکر راہ و رسم پیدا کرون ۔ کچھ آپ فائدہ اوٹھاؤن ۔ کچھ اپنی کسی عزیز کو وھان داخل کردون ۔ دیکھو کیا صورت پیدا ھوتی ھی ؟ »(۱)

چونکہ استاد یا پیر بنکر ملنے مین ان کا درجہ کم از کم والیِ ریاست کے مساوی ھوجانا یقینی تھا ، اور بصورتِ مداحی ممدوح سے مساوی برتاؤ کی آرزو نہین پیدا ھوتی ، اسلئے ان صورتون مین میرزا صاحب کو اپنے اخلاقی دھبے کے احساس کا خطرہ نہ تھا ، اور اب وہ ھر ریاست سے اسی قسم کے تعلقات کے خواھان تھے ۔

رامپور سے ابتدائی تعلق

نواب سید غلام محمد خان بہادر ( نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ ) کے صاحبزادے اپنے والدِ ماجد کی تخت سے دستبرداری کے بعد حکومتِ انگلشیہ کی زیرِ حمایت رامپور سے باھر اقامت گزین ھونے پر مجبور ھوے تھے ، اور سابقہ تعلقات کی بنا پر دارالسلطنتِ دھلی کو اپنا مستقر بنایا تھا ۔ میرزا صاحب جس زمانہ مین دلی تشریف لائے یہ خاندان وھان فروکش تھا ۔ چونکہ یہ حضرات صاحبِ علم و فضل تھے ، اسلئے انسے میرزا صاحب کے روابطِ خلوص و اتحاد پیدا ھوگئے ۔

ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے ان روابط کا تذکرہ کیا ھے ۔ فرماتے ھین :

> «ھمدرین کنج ، کہ مسکن منست ، شنیدہ ام کہ والاشان زین العابدین خان بہادر بشہر آمدہ اند ۔ نیازمندی من با مرحومی نواب عبداللہ خان بہادر ، و مہرورزی من با اصغر علیخان مرحوم ، و محبت و خلت من با نواب عبدالرحمن خان بہادر مغفور بجا دیدہ اند ، و آن مدارج کی در نظر دارند ، کہ ایشان را در ضمیر میگزشت کہ گدای گوشہ نشین را باید دید ۔ »(۲)

نواب فردوس مکان کی شاگردی

نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے سنِ شعور مین قدم

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۱۳ (۲) مکاتیب ، ص ۱۳

رکھکر اپنی خاندانی روایات کے ماتحت طلبِ علم کے راستہ پر گامزنی کی۔ دلی کے اساتذہ مین، مفتی صدرالدین خان آزردہ اور مولوی فضل حق خیرآبادی عربی مین، اور میرزا صاحب فارسی مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان سب سے خاندانِ رامپور کی دوستی تھی۔ اسلئے نواب فردوس مکان کی تعلیم انہی حضرات کے سپرد کیگئی، اور حسن اتفاق سے میرزا صاحب ایک ایسے طالبِ علم کے استاد قرار پائے، جسکو قضا و قدر ریاست رامپور کا تاج و تخت سونپنے والی تھی۔

اس تعلق کیطرف میرزا صاحب نے اپنے پہلے عریضہ مین اشارہ بھی کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«دران روزگار رنگین تر از نوبہار، کہ بہ فر فرخندگی وجود مسعود و سادہ با سپہر سادہ دم از برابری زد، نگاشتن و روان داشتن قطعۂ تاریخ جلوس بہ توانائی آن دانائی و روان آسائی آن شناسائی صورت پزیرفت۔» (۱)

زمانۂ شاگردی

میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کی اس شاگردی کا متعدد مواقع پر تذکرہ کیا ہے۔ لیکن کسی جگہ سالِ شاگردی نہین لکھا۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو صرف اتنا لکھا ہے کہ

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور ... میری آشنای قدیم ہین۔» (۲)

میرزا تفتہ کو قدرے صراحت کیساتھ لکھا ہے۔ لیکن یہان بھی تخمینہ کی حد سے آگے قدم نہین رکھا۔ فرماتے ہین:

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کے میری دوست ...... ہین۔» (۳)

اردوی معلی کے نسخۂ مطبوعہ کی رو سے یہ خط سنہ ۱۸٦۲ ع مین لکھا گیا تھا۔ لیکن اس مین میرزا صاحب نے رامپور کے پہلے سفر کی روداد لکھی ہے، جو سنہ ٦۰ ع مین کیا گیا تھا، اسلئے اسکو سنہ ۱۸٦۰ ع کا نوشتہ ہونا چاہیے۔ اور سنہ ٦۰ ع مین دوستی پر ۳۰ یا ۳۲ سال گزرنے کے یہ معنی ہین کہ سنہ ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ ع مین یہ رشتہ پیدا ہوا۔ نواب فردوس مکان سنہ ۱۸۱٦ ع مین

---

(۱) مکاتیب، ص ۳ (۲) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۳) ایضاً، ص ٤٥

متولد ہوے، اور سنہ ١٨٤٠ع مین اپنے والدِ ماجد کی تخت نشینی پر رامپور تشریف لائے تھے۔ بنابرین سنہ ١٨٢٨ یا ١٨٣٠ع مین اونکو میرزا صاحب کا دوست نہین کہا جاسکتا۔ البتہ شاگرد ہونا بعید از قیاس نہین۔ اسلئے کہ اسوقت انکی عمر ١٢ یا ١٤ سال کی ہوگی، جو طلبِ علم کا موزون‌تر زمانہ ہے۔

### نواب جنت آرامگاہ کی مداحی

سنہ ١٨٤٠ع مین نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاہ وارثِ تختِ رامپور قرار پائے۔ نواب سید عبداللہ خان بہادر برادرِ خورد نواب جنت آرامگاہ نے، جو میرزا صاحب کے بہت گہرے دوست اور اوسوقت میرٹھ کے صدر الصدور تھے، سابقہ تعلقات کی بنا پر میرزا صاحب سے نواب جنت آرامگاہ کی مدح مین قصیدہ لکھنے کی فرمایش کی۔ میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوے لکھا:

> «خدام بلند مقام، کہ سرانجام قصیدہ بقصد نام‌آوری از غالب بینوا چشم داشتہ اند، مگر آن فرسودہ روان افسردہ دل را، کہ ہنوز نمردہ است، زندہ پنداشتہ اند؟ ... کاش کشایش این کار چون صنعت نقاشی و گلدستہ بندی تنہا بکوشش دست و بازو صورت بستی، تا چشم از خستگی دل پوشیدمی و فرمان پزیرانہ در پردازش کار کوشیدمی۔ چکنم چون سر این رشتہ در دست دل است۔ تا دل بر جای نباشد، زبان سخن سرای نباشد۔ دیدہ وران صاحبدل دانند، کہ چہ قدرہا دیدہ و دل بہم آمیختہ شود، تا نقشی بدین شگرفی کہ بالغ نظران پسندند، انگیختہ شود۔ این دل شکستۂ بہم نہ پیوستہ، کہ در سینۂ من و ہمانا دشمن دیرینۂ منست، زنہار بکار سخن گستری نیاید، و معنی آفرینی را نشاید ... اگر دانند، کہ فلانی با این ہمہ پریشانی سخن گفتن میتواند، و من نیز دانم کہ میتوانم، در مدح بندگان سپہر آستان امیر المسلمین قبلۂ دنیا و دین سرور سلطان نشان نواب محمد سعید خان بہادر بالقابہ چرا سخن نرانم؟ تا اگر درین گیتی لعل و گہر سود نہ بردہ باشم، خود دران گیتی دین و ایمان زیان نکردہ باشم۔ امید کہ در بارۂ گرایش بدین ستایش نظماً او نثراً نامہ نگار را از اموات شمارند، و بدعای سلامت ایمان، کہ حسن خجستگی انجام ہمان تواند بود، یاد آرند۔» (١)

لیکن میرزا صاحب نے سنہ ١٨٤٠ع مین جس کام کے سرانجام نپانے کا عذر کیا تھا، چند سال کے بعد قدرت اون سے وہی کام لینے والی تھی۔ بیشک انسان آیندہ واقعات کے علم سے قطعاً محروم رکھا گیا ہے!!

---

(١) کلیات نثر فارسی، ص ٢١٩

## نواب فردوس مکان کی تخت نشینی اور رشتۂ استادی کی تجدید

اس مراسلت کے پندرا سال بعد اپریل سنہ ١٨٥٥ ع مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی، اور نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان تخت نشین ہوے. میرزا صاحب نے قدیم رابطہ کو مدِ نظر رکھتے ہوے قطعۂ تاریخِ جلوس ارسال کیا.(١) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ دربارِ رامپور سے اسکا کوئی جواب نہ گیا، اور تقریباً دو سال تک تجدیدِ تعلقات کی یہ کوشش بارآور نہوئی.

حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خیر آبادی رامپور مین فروکش تھے. اونھون نے حق دوستی ادا کیا، اور وقتاً فوقتاً سرکار کے روبرو میرزا صاحب کی اسقدر تعریف و توصیف کی، کہ سرکار انکے کلام کے مشتاق ہوگئے. جب حالات سازگار نظر آئے، تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمتِ مبارک مین «نامۂ بندگی» اور قصیدۂ مدحیہ ارسال کرین. مولانا کا نامۂ گرامی میرزا صاحب کو ٢٧ جنوری سنہ ١٨٥٧ ع کو موصول ہوا. ٢٨ جنوری کو انھون نے بتعمیلِ ارشاد نواب فردوس مکان کی خدمت مین پہلا عریضہ ارسال کیا. اسکے جواب مین سرکار نے ٥ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرضِ اصلاح بھیجے اور اونکے ساتھ تحریر فرمایا:

«نمیقۂ انیقۂ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولویصاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمہ کش عیون وصول نشاط شمول گردیدہ، باطلاع خیریتہا سرمایۂ سرور نامحصور افزودہ، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد.»(٢)

اس فرمان نے میرزا صاحب مین نیا ولولہ پیدا کیا، اور انھون نے ١١ فروری کو سرکار کی مدح مین قصیدۂ مدحیہ نظم کرکے بذریعۂ ڈاك ارسال کیا. اسکی ایك نقل میرزا صاحب نے مولانا کی خدمت مین بھی بھیجی تھی، جو اونھین الور مین موصول ہوئی. وھان سے ١٠ ماہ اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحریر کیا:

«بعز عرض میرساند، کہ خیر سگال بافضال ایزد بیہال بصحت و اعتدال بالور رسیدہ ملاطفۂ

---

(١) ملاحظہ ہو مکاتیب غالب، ص ٣ (٢) ایضاً، ص ٤، حاشیہ نمبر ١

> مرزا صاحب مشفق نجم الدوله مرزا اسد الله خانصاحب متخلص بغالب مع قصیدهٔ میمیه ، که در مدح حضور فیض معمور منظوم کرده اند ، از داکخانه یافت . مرزا صاحب موصوف در ثنا و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلهائی ، که نزد شان شرف ارسال یافته بودند ، و شکر و سپاس عطای مبلغ پانصد روپیه ، که بدو دفعه بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند ، اسهاب در تحریر فرموده اند . حالانکه طبع اقدس در علوم عقلیه و فنون حکمیه آنچنان دقیقه رس ، که عدیل آن در مملکت هندوستان ، که حال علمای آن تفصیلا معلوم است ، کمتر بلکه معدوم است . نظم شعر و فهم آن و ابداع معانی تازه و مضامین مبتکره و مرد الفاظ فصیحه و تراکیب بلیغه بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صایبه از ادنی مراتب است . مرزا صاحب ازین حال لاعلم اند . طبع عالی و فکر صایب در دقایق حکمیه و معضلات فلسفیه بجای میرسد ، که رسیدن افهام علام اعلام تا آن مقام معلوم الانتفاست . درین سخن هیچ مبالغهٔ و اغراق نیست . حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرموده اند ، و تکریر امتحان هم سهل است . و نظر بهمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت . مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کرده اند . نظم قصیدهٔ مدحیه در غایت بلاغت و انسجام است . غالباً شرف اندوز ملاحظهٔ والا شده باشد . »(۱)

مولانا کی اس تحریر نے میرزا صاحب کے سابقہ تعلقات از سرِ نو استوار کردیئے ، اور ایک مخلص دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی یہ تجویز که «آینده ریاستون مین پیر یا اوستاد بنکر رسوخ حاصل کرنا چاهیے» ریاست رامپور مین کامیاب هوگئی .

### نواب فردوس مکان کا سال شاگردی

نواب فردوس مکان کے سالِ تلمذ کا تذکرہ میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین کیا ہے . لیکن تقریباً هر خط مین اونکا بیان دوسرے خط سے مختلف هے . مارچ سنه ٦٠ ع مین خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا هے که نواب فردوس مکان سنه ٥٥ ع مین میرے شاگرد هوے . فرماتے هین :

> «سنه ١٨٥٥ ع مین نواب یوسف علیخان بهادر والی رامپور ، که میری آشنای قدیم هین ، اس سال یعنی سنه ١٨٥٥ مین میری شاگرد هوی . «ناظم» اونکو تخلص دیا گیا . بیس پچیس غزلین اردو کی بهیجتی . مین اصلاح دیکر بهیجدیتا . گاه گاه کچھ روپیه اودهر سی آتا رهتا . قلعه کی تنخواه جاری . انگریزی پنسن کھلا هوا . اونکو عطایا فتوح گنی جاتی تهی . جب وه دونون تنخواهین جاتی رهین ، تو زندگی کا مدار اونکو عطیه پر رها . بعد فتح دهلی وه همیشه

---

(۱) مثل نمبر (۲٥۹) ، صیغهٔ احباب ، عهد نواب فردوس مکان ، محکمهٔ دارالانشا

میری مقدم کی خواہان رہتی تھی . مین عذر کرتا تھا . جب جنوری سنه ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سی وه جواب پایا که جو اوپر لکھ آیا ہون، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.»(۱)

اسی ماه مین منشی هرگوپال تفته کو لکھتے هین:

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھه برس سی میری شاگرد هین. آگی گاه گاه کچھ بھیجدیا کرتی تھی. اب جولائی سنه ۱۸۵۹ سی سو روپیه مہینا ماه بماه بھیجتی هین.» (۲)

اس تخمینه کی رو سے نواب فردوس مکان کا سالِ شاگردی سنه ۵٤ یا ۵۵ع قرار پاتا هے. لیکن ۳۰ جولائی سنه ۱۸٦۵ع کو میان داد خان سیاح کو تحریر کیا هے:

«ایک قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی، اور سو روپیه مہینا ماه بماه بسبیل هنڈوی بھجواتی تھی.» (۳)

اس حساب سے نواب فردوس مکان کو سنه ۵۳ع مین میرزا صاحب سے مشورهٔ سخن آغاز کرنا چاهیے. میرزا صاحب کے سوانح نگارون مین سے مولانا مہر نے سنه ۵۵ع اختیار کیا هے(٤). غالباً اسکی وجه یه هوگی که بظاهر اول الذکر دونون سنه تخمینی اور یه واقعی هے. لیکن فی الحقیقت یه سنه بھی تخمینی هے، اور میرزا صاحب کے دوسرے تخمینی اعداد و شمار کیطرح دو سال قبل کی تاریخ بتاتا هے.

ابھی عرض کیا جا چکا هے که میرزا صاحب نے ۲۸ جنوری سنه ۵۷ع کو اپنا پہلا «نامهٔ بندگی» ارسال کیا تھا، اور اوس مین یه عرض کیا تھا، که سنه ۵۵ع مین قطعهٔ تاریخِ جلوس کا ارسال سابقه تعلق کی بنا پر تھا. اب یه عریضه مولانا فضل حق خیرآبادی کے ارشاد کی تعمیل مین لکھ رها هون. اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ۵ فروری سنه ۵۷ع کو گرامی نامه تحریر فرمایا. جسکا ضروری حصه اوپر نقل کیا جا چکا هے. اس مین یه الفاظ ارادهٔ تلمذ پر دال هین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عود، ص ۱۳٦. عود مین «پنسن کھلی هوئی» بصیغهٔ مؤنث هی.
(۲) اردوی معلی، ص ۵٤ (۳) ایضاً، ص ۱٦ (٤) غالب، مصنفهٔ مولانا مہر، ص ۱۰۱

«مشفقا ! هرچند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود، لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولویصاحب صدر الوصف دلم خواست، که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود. چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت، چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند.» (۱)

میرزا صاحب نے ۱۲ فروری کو اس فرمان کے جواب مین عریضه نمبر ۳ تحریر کیا، اور اوس مین غزلیات اور هنڈوی کے پہنچنے کی اطلاع کے بعد عرض کیا که

«اشعار خود بهنگام خویش خواهند رسید.»

نیز ۱۵ فروری کو اصلاح شده غزلون کے ساتھ جو عریضه بھیجا اوس مین تخلص کے متعلق لکھا:

«مین نهین چاهتا که آپکا اسم سامی اور نام نامی تخلص رهی. ناظم، عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سی جو پسند آئی وه رهنی دیجی. مگر یه نهین که خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بهت مبارك.» (۲)

سرکار نے یکم مارچ کو جواباً تحریر فرمایا:

«منجملهٔ الفاظ تخلص لفظ «ناظم» مطبوع طبع نیاز گشت.» (۳)

ان تصریحات سے واضح هوتا هے که نواب فردوس مکان ۵ فروری سنه ۵۷ ع کو میرزا صاحب کے شاگرد هوے، ۱۵ فروری کو میرزا صاحب نے اونهین تخلص کیلئے چند الفاظ لکھے، اور یکم مارچ سنه ۵۷ ع کو سرکار نے «ناظم» تخلص پسند آنے کی میرزا صاحب کو اطلاع تحریر فرمائی.

### ایک غلط فہمی

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے نواب فردوس مکان کے تذکره مین تحریر فرمایا هے:

«طبیعت ازل سی موزون پائی تهی. سخنگوئی کا ذوق، اردو شعر فرمانے کا شوق تھا. پهلے مومن خانصاحب دهلوی سی مشوره رها. پهر مرزا اسد الله خان غالب سی تلمذ هوا. آخر آخر بوضع

---

(۱) مکاتیب، ص ٤، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً، ص ۷ (۳) ایضاً، ص ۸، حاشیه نمبر ۱

اوستادان لکھنو موزون فرمانے لگے۔ منشی مظفر علی صاحب کو، جو آج لکھنو مین سحبان عصر یکتای دہر ہین، کلام دکھانے لگے۔» (۱)

جہانتک حکیم مومن خان مرحوم کی شاگردی کا تعلق ہے، سرکار کے اس بیان کی موجودگی مین کہ «کاتب را اتفاقِ موزونیتِ یک مصرعه ہم اتفاق نشده بود» اسکی کوئی گنجایش باقی نہین رہتی، کہ ایک لمحہ کیلئے بھی امیر مینائی کے بیان کو تسلیم کیا جائے۔ اسلئے کہ اگر نواب فردوس مکان مومن سے اصلاح لے چکے ہوتے تو میرزا صاحب کو یہ کبھی تحریر نفرماتے، کہ مجھے ابھی تک ایک مصرعه موزون کرنیکا بھی اتفاق نہین ہوا ہے۔

البتہ منشی مظفر علیصاحب اسیر لکھنوی کی شاگردی کا مسئلہ باقی رہتا ہے۔ اسکے متعلق عرض یہ ہے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی حیات مین انتقال فرمایا ہے، اور جیسا کہ عریضہ نمبر ۴۴ بنام نواب خلد آشیان سے معلوم ہوتا ہے، آخر وقت تک سرکار میرزا صاحب کے پاس اپنا کلام بھیجتے رہے۔ اس حالت مین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی زندگی مین اور اونسے اصلاح لیتے ہوے اسیر لکھنوی سے کیون اور کب مشورۂ سخن کیا۔ غالباً امیر مرحوم کے پاس اس کا جواب صرف یہی ہوگا کہ نواب فردوس مکان کے آخری کلام مین لکھنوی اثر کا پایا جانا اس مدعا کے ثبوت کی اہم دلیل ہے۔

مجھے اس خیال سے اتفاق ہے کہ سرکار کے آخری کلام مین لکھنویت پائی جاتی ہے۔ لیکن صرف وجودِ لکھنویت تلمذ کی دلیل نہین بن سکتا. خود امیر صاحب کے آخری کلام مین دہلویت پائی جاتی ہے۔ مگر اسوجہ سے کسی نے بھی اونہین مرزا داغ کا شاگرد تسلیم نہین کیا. میری ناقص رای مین امیر صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور وہ اسطرح کہ سنہ ٦٤ع مین

---

(۱) انتخاب یادگار، ص ۷۰

میرزا صاحب نے ضعفِ پیری اور غلبۂ امراض کے باعث سرکار سے استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے(۱) . اس زمانہ مین دیگر درباری شعرا کیساتھ سرکار نے منشی اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ مین مشورہ کرلیا ہوگا . امیر مینائی مرحوم نے اس مساویانہ مشورۂ سخن کو تلمذ سمجھکر دربارِ رامپور سے اپنے رشتۂ استادی کو قدیم بنایا ہے اور بس .

اس خیال کو مزید تقویت بہم پہنچتی ھے جب ہم دیکھتے ھین ، کہ نواب فردوس مکان نے متعدد مقطعون مین میرزا غالب کی استادی کیطرف اشارہ کیا ہے ، لیکن اسیر کا ذکر کہین نہین کیا . اگر وہ بھی استاد ہوتے تو اونکا مذکور بھی کسی نہ کسی جگہ ضرور آنا چاھیے تھا .

### غدر اور میرزا صاحب کی خیرخواهی

میرزا صاحب کے جدید رشتۂ استادی کے قیام پر چند ماہ گزرے تھے ، کہ غدر سنہ ۵۷ ع کے آثار پیدا ہونے لگے . میرزا صاحب نے اپنے محسن شاگرد کی خدمت مین کچھ خطوط لکھے ، جو اونکی حسبِ ھدایت چاك کردیے گئے . اس ھدایت کی وجہ بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتی ، کہ ان تحریرون کا مضمون سیاسیات سے متعلق تھا . اسلئے کہ جب آتشِ غدر بھڑك اوٹھی ، اور نواب فردوس مکان کیلئے ناگزیر ہوگیا کہ اپنا رویہ متعین کرین ، تو اونھون نے انتہائی ہوشمندانہ طریقِ کار اختیار کیا . دستنبو مین میرزا صاحب اس رویہ کے متعلق لکھتے ھین :

> « چشم بد دور ! فروزندۂ ھور ، نواب یوسف علیخان بہادر فرمانروای رامپور ، کہ از دیر باز دران مر زمین بمرزبانی و شاہ نشانی نیاگان خویش را جانشین است ، و با جہانبانان انگلند در مہرورزی و یکدلی استواری پیمانش بدان آہین است ، کہ دست روزگار در ھزار سال بہزار گونہ کشاکش آنرا نیارد گسست ، چار ناچار بفرستادن پیام خشك زبان ہمسایگان از گفتگو بست . » (۲)

یہ رویہ جسے میرزا صاحب نے « پیامِ خشك » سے تعبیر کیا ھے ، اوسوقت تك

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٦٤ (۲) کلیات نثر فارسی ، ص ۳۸۷

کامیاب نہین ہوسکتا تھا ، جبتک حالات کا صحیح علم اور اونکے پیدا ہونے کے واقعی اسباب قبل از وقت نہ معلوم ہوچکے ہون .

### ترک مراسلت

غدر کیساتھ حکومتِ ہند کے سلسلۂ نامہ رسانی مین اختلال واقع ہوگیا . نیز دھلی سے خط و کتابت کرنے مین کاتب و مکتوب الیہ کیلئے لال قلعہ یا حکومتِ ہند کی نظر مین مشتبہ قرار پانے کا خطرہ تھا ، اسلئے قاصد کے ذریعہ «خیریت گوئی و عافیت جوئی» بھی سہل اور بیخطر نرھی تھی . ادھر نواب فردوس مکان روھیلکھنڈ کی بغاوت فرو کرنے مین منہمک تھے . ان حالات کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرزا صاحب اور سرکار مین اگست سنہ ۵۷ ع سے جنوری سنہ ۵۸ ع تک مراسلت نہوسکی .

عریضہ نمبر ۷ مین میرزا صاحب اس ترکِ مراسلت کا شکوہ کرتے ہوے لکھتے ھین :

> «در زمان چیرہ دستی کور نمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ پام از ہم گسست . ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست . درین روزگار ، کہ فرمان داوران دادگر روائی و سلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت ، نامہ در پام روان داشتہ شد ، و نا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد ، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد ، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد.... بہ نگاشتن این نامہ زحمت اوقات ملازمان ازان رو روا داشتہ ام ، کہ اگر نفرستادن نامہ محض از روی احتیاط است ہویدا گردد ، کہ در عنایت تفریط و در رعایت افراط است . » (۱)

### میرزا صاحب کی مالی پریشانی اور تقرر وظیفہ

میرزا صاحب کو خزانۂ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپیہ ماھوار پنشن ملا کرتی تھی جسے غدر کے بعد تعلقِ قلعہ کے سبب سے گورنمنٹ نے مسدود کردیا . امن کے بعد میرزا صاحب نے بیگناھی ظاھر کی ، لیکن عرصہ تک شنوائی نہوئی . غدر سے قبل نواب فردوس مکان وقتاً فوقتاً عطیات بھیجتے رھتے تھے . چنانچہ میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو ان عطیات کے بارے مین لکھا ھے :

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ و ۱۴

> «نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، که میری آشنای قدیم هین، اس سال ... میری شاگرد هوی. ناظم اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بهیجتی. مین اصلاح دیکر بهیجدیتا. گاه گاه کچھ روپیه اودهر سی آتا رهتا.» (۱)

لیکن ایامِ غدر مین وه بهی امداد نکرسکے. بعدِ غدر متعدد بار دو سو ڈهائی سو روپیے نقد عطا کیے. مگر میرزا صاحب کو اوقات بسر کرنے کیلئے ماهوار امداد کی ضرورت تهی. لهذا انهون نے «یوسفِ رامپور» کے حضور مین ماهانه پرورش کی درخواست ارسال کی. سوءِ اتفاق سے مثل مین یه درخواست موجود نهین. البته عریضه نمبر ۱۳ مورخهٔ ۱۸ اپریل سنه ۵۹ ع مین ایك حسنِ طلب پر مشتمل نیازنامه کا ذکر هے. فرماتے هین:

> «امی نیازنامه مین کچھ حسن طلب بهی تها. افسوس که ایسا خط ضروری نه پهنچی.» (۲)

چونکه اول الذکر عریضه سرکار کو موصول نهوا، اور دوسرے مین اوس حسنِ طلب کی تصریح نه تهی، اسلئے مجبوراً ۱۰ جولائی سنه ۵۹ ع کو میرزا صاحب نے ایك اور عریضه ارسال کیا. امثال مین یه عریضه بهی موجود نهین هے. لیکن سرکار کے جوابی فرمان مورخهٔ ۱٤ ذیحجه سنه ۱۲۷۵ ھ مطابق ۱٦ جولائی سنه ۵۹ ع سے اسکے مضمون پر روشنی پڑتی هے. سرکار نے ارشاد فرمایا هے:

> «... سامی صحیفهٔ تلطف آگین مورخه دسوین اس مهینی جولائی سنه حال کا بیچ عین انتظار کی غازه آرائی چهرهٔ وصول نشاط شمول کا هوا، اور اوپر مراتب مرقومه کی مطلع کیا. اور ان غزلون کی اصلاح سی مخلص کو کمال مسرت هوئی. اور بنظر آپکی زیرباری کی اس مهینه جولائی سی سو روپیه مهینا مقرر کیا گیا. اور دفتر مین نام آپکا مندرج کیا گیا. هر مهینه تنخواه مقرره پهونچیگی. یقین هی که آپ بهی محمول کمال محبت مین فرماوینگی. .....»

اس فرمان سے معلوم هوتا هے که اوس زمانه مین میرزا صاحب نے کسی وجه سے مراسلت کم کردی تهی، مگر سرکار اونکے خط کے منتظر تهے. جب ۱۰ جولائی کے عریضه مین اونهون نے اپنی زیرباری کا ذکر کیا، تو سرکار نے از راهِ پرورش سو روپیه ماهوار تنخواه مقرر فرمادی. سرکار کا روبکارِ تقررِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عود، ص ۱۳٦ (۲) مکاتیب ص ۱۹

وظیفہ ۱۶ جولائی کو صادر ہوا، اور میرزا صاحب کو پہلی تنخواہ کی ہنڈوی ۲۸ ذیحجہ سنہ ۷۵ ھ مطابق ۳۱ جولائی سنہ ۵۹ ع کو روانا کیگئی.

اپریل سنہ ٦۰ ع مین میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو جو خط لکھا ھے اوس مین بھی جولائی سنہ ۵۹ ع سے تنخواہ جاری ہونیکا ذکر ھے. فرماتے ھین:

> «قرارداد یہ ھو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ھو، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی مین.» (۱)

هنڈوی بھیجنی کا طریقہ

چونکہ میرزا صاحب رامپور مین فروکش نہ تھے، اسلئے اونہین ہر مہینے کی دسوین بارھوین تاریخ تک سو روپیہ کی ہنڈوی سرکار کے گرامی نامہ کیساتھ ملفوف بھیجی جاتی تھی. بعض عرایض مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ پہلی دوسری تاریخ تک روپیہ بھیجدیا جایا کرے. سرکار نے اسکو منظور بھی فرما لیا ھے، اور دفتر کو حکم بھی ھو گیا ھے، لیکن بالعموم ان تاریخون کے بعد ھی روپیہ روانا کیا گیا. میرزا صاحب کے مکتوب مورخۂ ۳۰ جولائی سنہ ٦۵ ع بنام میان داد خان سیاح سے معلوم ھوتا ھے، کہ سرکار میرزا صاحب سے روپیہ کی رسید نہین لیتے تھے. میرزا صاحب لکھتے ھین:

> «ایک قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھو. اوس مغفور کی اندازہ دانی دیکھی کہ مجھسی کبھی اوس روپیہ کی رسید نہین لی. اپنی خط مین ہنڈوی بھیجا کرتی. مین خط کا جواب لکھ بھیجتا. اس ماھانہ کی علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتی رھتی. فتنہ و فساد کی دنون مین قلعہ کی آمد مفقود. انگریزی پنسن مسدود. یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رھا، تب میری اور میری متوسلون کی زیست ھوئی.» (۲)

اس مکتوب مین رسید سے میرزا صاحب کی مراد باضابطہ رسید ھوگی. ورنہ سرکار کے ھر فرمان مین روپیہ کی وصولیابی سے مطلع کرنے کی خواھش اور میرزا صاحب کے تمام ماھانہ عرایض مین روپیہ کی رسید کی اطلاع درج ھے.

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱٦۲ و ۵٤ (۲) اردوی معلی، ص ۱٦

**مولانا مہر کا قیاس**

میرزا صاحب کی تنخواہ کے تقرر کے سلسلہ مین مولانا مہر فرماتے ھین :

> «غدر کے بعد جب قلعہ کی تنخواہ جاتی رھی، اور خاندانی پنشن بند ھوگئی، تو غالب نے ایک فارسی قصیدہ نواب یوسف علیخان کے پاس بھیجا، جس مین گھری دوستانہ روابط کا ذکر کرتے ھوے نوابصاحب کے تغافل کا شکوہ کیا گیا تھا۔ ...... اس قصیدہ پر نواب یوسف علی خان مرحوم نے سو روپیہ ماھوار کا وظیفہ غالب کیلئے مقرر فرمادیا، جو ماہ بماہ نواب صاحب خود غالب کو بھیجدیتے تھے۔» (۱)

لیکن مجھے مولانا کی رای سے اتفاق نہین۔ اسلئے کہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے سرکار سے ترکِ مراسلت کا شکوہ کیا ھے۔ اگر یہ قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا لکھا ھوا ھوتا تو شکوہ نادرست تھا۔ کیونکہ سرکار کا وہ فرمان، جو اطلاعِ تقررِ وظیفہ کے سلسلہ مین میرزا صاحب کو لکھا گیا تھا، سرکار کیطرف سے شکوۂ ترکِ مراسلت پر مشتمل ھے۔ دوسرے اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے گورنمنٹ کیطرف سے بریلی کا علاقہ عطا ھونے کی مبارکباد تحریر کی ھے۔ یہ علاقہ پرگنۂ کاشی پور ضلعِ مرادآباد عطا کردۂ اپریل سنہ ۶۰ ع کے عوض مین سرکار کو ملا تھا۔ اگر میرزا صاحب کا قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا ھوتا تو اوس مین توقیعِ بریلی کا مذکور نہونا چاھئے تھا۔

مولانا مہر کے اس قیاس کی وجہ خود اونکے الفاظ سے یہ معلوم ھوتی ھے، کہ اس مین میرزا صاحب نے اپنی تنخواہ کے تقرر کی درخواست کی ھے۔ اگر قصیدہ تقررِ تنخواہ کے بعد لکھا گیا ھوتا، تو اس مین عنایت کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ مولانا کے الفاظ یہ ھین :

> «اسکے بعد نواب صاحب کو توقیع بریلی کی مبارکباد دیتے ھین اور فرماتے ھین کہ مین مفتی یا قاضی یا شحنہ یا عامل کے عہدے کا طلبگار نہین، بلکہ صرف یہ چاھتا ھون کہ میرا حصہ مجھے ماہ بماہ پہنچتا رھے۔» (۲)

حالانکہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے صرف سالانہ امداد کی درخواست

---

(۱) غالب، ص ۱۴۱　　(۲) ایضاً، ص ۱۴۲

کی ہے جو تقررِ تنخواہ کے بعد بھی ہوسکتی تھی۔ اسلئے اس کو تقررِ تنخواہ کی بنا قرار دینا مناسب نہین۔ میرزا صاحب کا قصیدہ حسب ذیل ہے:

«چون نیست مرا شربت آبی ز تو حاصل    دانم که تو دریائی و من سبزهٔ ساحل
در بادیه بر گور غریبان ز چه سوزد    آن شمع فروزان که بود در خور محفل
زان خسرو خوبان چه قدر چشم وفا بود    صد حیف که شد نقش امیدم همه باطل
افسانهٔ غم گر بسرایم نبود عیب    با دوست که پیوسته همی برد غم از دل
میگویم و همدم زندم طعنه که «تن زن    چون می ندهد داد، ز فریاد چه حاصل ؟»
از طعنه شدم خسته دل و از ره تیمار    دل گفت که هان شیوهٔ عشاق فروهل
تا کس نبرد ظن که بشاهد بودم روی    حاشا که حکایت کنم از لیلی و محمل
شاهد بود آن دوست که اندر غزل او را    خوانند ستمگارهٔ و خونخوارهٔ و قاتل
من نالم ازان دوست که در عالم انصاف    شایان بودش گویم اگر خسرو عادل
او خسرو خوبان بود و بنده گدایش    او قلزم و عمان بود و من خس ساحل
گر خواجه همانست وگر دوست همانست    مائیم و یقینی که بوحدت شده کامل
خود هرچه سرودم همه با اوست کزین پیش    امیدگهم بود بهر وادی و منزل
یا رب چه شد اینك که نگیرد خبر از من    بربسته برویم در ارسال رسائل
ای «یوسف» ثانی که بود در همه عالم    مشتاق جمال تو، چه دیوانه چه عاقل
گر نام تو در بحر نگنجید زبان نیست    شد نام نظیر تو و هم نام تو داخل
تا نزد تو چون آیم و دور از تو چه سازم    ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل
ای کاش بکوی تو چنین روی نمودی    زیسان که فرو رفته مرا پای درین گل
چونست که گاهی نکنی روی بدین سوی    از چیست که هرگز ندهی وایه به سائل
گر جان دهم از غصه تو دانی که بگیتی    حرفی غلط از صفحهٔ هستی شده زائل
خواهی که مرا بنگری از دور بفرمای    تا نزد تو آرند یکی طائر بسمل
از صنعت استاد ازل دان که ز هر سوی    چون قبله نما سوی تو ام ساخته مائل
«غالب» بسخن نام من آمد ازل آورد    دانی که درین شیوه نیم عامی و جاهل
در فن سخن دم مزن از عرفی و طالب    این آیهٔ خاصست که بر من شده نازل
من گنجم و گردون به گل اندوه درم را    می بین، در گنج ارچه کشودن شده مشکل
خود در خور ویرانه بود گنج گرانمند    غم نیست گر آبادی دهلی شده زائل
هاروت فسون نفس گرم چه داند    اعجاز ز دهلی بود و سحر ز بابل
آنرا که صریر قلمم هوش رباید    دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل
توقیع «بریلی» بتو فرخنده که من نیز    بستم بفره‌مندی خویش از کرمت دل
حاشا که ستانم رقم قاضی و مفتی    حاشا که پزیرم عمل شحنهٔ و عامل

بفرست خردمند کسان را بحکومت　　در جیب گدا ریز قلیلی ز مداخل
هر سال ازان شهر بمن وایه روان دار　　کز بهر همین گشته در اقطاع تو شامل
امید که لب تشنگی من نه پسندی　　زان رشحه که بر صفحه فشانی ز انامل
امید که بپزیری و بر من نکنی قهر　　نپزیرم اگر معذرت فرط مشاغل
امید که آن شیوه نورزی که نگویم　　کز دزد دلم فارغ و از من شده غافل
ای رای تو در روشنی از مهر فزون تر　　ای روی تو در حسن دو چند از مه کامل
تا مهر بیك سال کند دائره را دور　　تا ماه بیك ماه کند قطع منازل
باشی بسپهر شرف آن ماه که باشد　　در نور به خرشید جهانتاب مقابل » (۱)

اصلاح مین تاخیر

میرزا صاحب کی طرف سے نواب فردوس مکان کے کلام پر اصلاح دینے مین تاخیر بھی ہوجاتی تھی۔ چنانچہ متعدد فرامین مین تعجیل کا تقاضا اور بعض مین تاخیر کا شکوہ نظر آتا ھے۔ اس کا سبب میرزا صاحب کی علالت طبع تھی۔ ۲۰ نومبر سنہ ٦١ ع کے ایك مکتوب بنام میان داد خان سیاح مین میرزا صاحب نے لکھا ھے:

« اندنون ضعف دماغ، دوران سر مین ایسا مبتلا ہون کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ھی۔ دیکھنے کی بھی نوبت نہین آتی۔ تمہاری بھیجی ہوئی غزلین سب محفوظ دھری ہوئی ہین۔ خاطر جمع رکھو۔ جب نوابصاحب کی غزلین دیکھونگا، تو یہ بھی دیکھی جائینگی۔ » (۲)

ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی۔ اونہون نے تقاضائی خط لکھا۔ اسپر ١٤ اکتوبر سنہ ٦٢ ع کو میرزا صاحب نے تحریر فرمایا ھے:

« بھائی! تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراہم ہوے ہین۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری ہی قصائد پڑی ہین۔ نوابصاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ہوئی ہین۔ برسات کا حال تمہین بھی معلوم ھی .... اب نجات ہوئی ھو۔ نوابصاحب کی غزلین اور تمہاری قصائد دیکھے جائینگی۔ .... مین ناتوان بہت ہوگیا ہون۔ گویا صاحب فراش ہون۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اوٹھ بیٹھتا ہون۔ ورنہ پڑا رہتا ہون۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون۔ لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون۔ الله! الله! الله! » (۳)

اس جواب پر ایك ماہ گزر گیا، لیکن ہنوز تفتہ کو اصلاح شدہ قصائد نہ ملے۔ اونہون نے پھر شکایت آمیز خط لکھا۔ اسکے جواب مین ۲۷ نومبر سنہ ٦٢ ع

---

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۳۲۷ طبع لکھنو سنہ ۱۸٦۳ع (۲) اردوی معلی، ص ۲۷ (۳) ایضاً، ص ۹٤

کو میرزا صاحب نے معـذرت کرتے ہوئیے نوابصاحب کی غزلون پر اصلاح ندینے کا پھر ذکر کیا. فرماتے ھین :

> « مرزا تفته ! جو کچھ تمنی لکھا یه بیدردی هی اور بدگمانی. معاذ الله ! تم سی اور آزردگی ، مجکو اسپر ناز هی که مین هندوستان مین ایك دوست صادق‌الولا رکھتا ھون ، جسکا ھرگوپال نام اور تفته تخلص هی .... بھائی مجھ مین کچھ اب باقی نہین هی . برسات کی مصیبت گزر گئی ، لیکن بڑھاپی کی شدت بڑھگئی . تمام دن پڑا رھتا ھون . بیٹھ نہین سکتا. اکثر لیٹی لیٹی لکھتا ھون ... لاله بالمکند بیصبر کا ایك پارسل هی که اوسکو بہت دن ھوی ، آجتك سرنامه بھی نہین کھولا .
>
> نوابصاحب کی دس پندره غزلین پڑی ھوئی ھین .
>
> ضعف نی غالب نکما کردیا      ورنه هم بھی آدمی تھی کام کی » (۱)

### مگر وظیفه جاری

لیکن اس تاخیر کے باوجود نواب فردوس مکان وظیفه برابر دیتے رہے : حتی که ایکبـار میرزا صاحب نے اصلاح سے انکار کردیا . اسپر بھی سرکار نے از راہِ قدردانی وظیفه بند نکیا . سرکار کی اس مہربانی و پرورش کا ایك خط مین میرزا صاحب نے ذکر کیا ھے . واقعه یه در پیش آیا که ایکبار تفتـه کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ھوئی . اونھون نے تقاضا کیا . میرزا صاحب نے عذرِ ضعف کیـا ، جسے تفته نے باور نکیـا . اسپر میرزا صاحب نے تحریر فرمایا :

> « میرا عجب حال هی . حیران ھون که تمھین میرا کلام کیون باور نہین آتا . ... سامعه مرگیا تھـا اب باصره بھی ضعیف ھوگیـا . ... رئیس رامپور سو روپیه مہینا دیتی ھین . سال گزشته اونکو لکھ بھیجا که اصلاح نظم حواس کا کام هی ، اور مین اپنی مین حواس نہین پاتا . متوقع ھون که اس خدمت سی معاف رھون . جو کچھ مجھی آپ کی سرکار سی ملتـا هی ، عوض خدمات سابقه مین شمـار کیجئی ، تو مین سکھ لمبر سہی ، ورنه خیرات خوار سہی . اور اگر یه عطیـه بشرط خدمت هی تو جو آپکی مرضی هی وھی میری قسمت هی . برس دن سی اونکا کلام نہین آتا . فتوح مقرری نومبر تك آئی . اب دیکھیئی آگی کیا ھوتا هی . آجتك نوابصاحب از راه جوانمردی دیی جاتی ھین . » (۲)

یه خط میرزا صاحب نے ۱٤ رجب کو لکھا ھے . اسکے آخر مین سـنه درج نہین ، لیکن قیاس یه چاھتا ھے که سنه ۱۲۸۱ ھ مطابق ۱٤ دسمبر سنه ۱۸٦٤ ع

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ و ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ٦۳ و ٦٤

تاریخ کتابت ھوگی۔ اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے نومبر کی تنخواہ موصول ھونے کی اطلاع دی ھے۔ لہذا خط لکھتے وقت دسمبر کا مہینا ھونا چاھیے۔ اور جیسا کہ خود میرزا صاحب کے عریضہ نمبر ٣٩ سے، جو اسی ماہِ نومبر کی تنخواہ کی رسید ھے، معلوم ھوتا ھے، رجب اور دسمبر سنہ ١٢٨١ ھ مین ایکساتھ آئے تھے، اور اتفاق یہ کہ دونون مہینون کا آغاز بھی ایک دن ھوا تھا۔

اس خط مین میرزا صاحب نے اوس عریضہ کا مضمون دوھرایا ھے جو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کیا تھا۔ وہ عریضہ فائل مین موجود نہین۔ لیکن امثلہ کے دیکھنے سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ «برسدن سے اونکا کلام نہین آتا» حقیقی عذر ھے۔ کیونکہ اس ایکسال کے عرصہ مین، جو کم از کم دسمبر سنہ ٦٣ ع سے دسمبر سنہ ٦٤ ع تک پھیلا ھوا ھے، نواب فردوس مکان نے تقریباً ھر ماہ خط بھیجا ھے۔ لیکن کسی مین اشعار کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضا درج نہین ھے۔ اونکا آخری کلام وہ واسوخت تھا جو میرزا صاحب نے آخرِ اکتوبر سنہ ٦٣ ع مین واپس بھیجا اور یہان ٢٩ اکتوبر سنہ مذکور مطابق ١٥ جمادی الثانیہ سنہ ٨١ ھ کو موصول ھوا۔ اسکے بعد اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین سرکار سرطان کے عارضہ مین مبتلا ھوگئے، اور غالباً سنہ ٦٥ ع کے شروع مین محرم سنہ ٨٢ ھ کی مجالس کے لئے صرف ایک سلام لکھکر بھیج سکے، جو اونکے انتقال کے بعد میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی خدمت مین واپس ارسال کیا۔ (١)

### رامپور کا پہلا سفر، اور سرکار کی تین دعوتنامی

نواب فردوس مکان کو میرزا صاحب کا شاگرد ھوے چند ماہ گزرے تھے کہ ھنگامۂ غدر برپا ھوگیا، اور کچھ عرصہ تک باھم مراسلت

---

(١) مکاتیب، ص ٥١

بند رهی ۔ لیکن مملکتِ هند مین امن و امان قائم هو تے هی سرکار نے میرزا صاحب کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی ۔ نوابصاحب کا پهلا دعوتنامه مثل مین موجود نهین ۔ لیکن مکتوب بنام صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر مورخهٔ ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع مین میرزا صاحب نے اپنے رامپور نآنیکے وجوه تحریر کیئیے هین ۔ اسلئے یقیناً پهلی دعوت ابتدایِ سال سنه ۵۸ ع مین دیگئی هوگی ۔ خود میرزا صاحب کے الفاظ «بعدِ فتح دهلی وه همیشه میرے مقدم کے خواهان رهتے تهے ۔ مین عذر کرتا تها» سے بهی یهی ثابت هوتا هے ۔
۲۵ نومبر سنه مذکور کو سرکار نے پهر تحریر فرمایا :

«مشفقا ! جو که مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه آپ کا بدرجهٔ کمال هی ، اور اب تشریف آوری آپ کی اسجگه مناسب هی ، اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی ، که آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیی ۔» (۱)

اس کے بعد ۱۳ ماهِ اپریل سنه ۵۹ ع کو سه باره تحریر فرمایا :

«حال تشریف آوری آپ کا اسطرف کو ابهی تک سامعه نواز نهین هوا ۔ اور دل صفامنزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا هی ۔ اسواسطی حواله خامهٔ اتحاد نگار کی هوتا هی ، که آپ براه عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، که کبتک ممکن الوقوع هی ، مطلع اور مطمئن فرمائیی ۔» (۲)

### میرزا صاحب کا عذر

میرزا صاحب مطلعِ سیاست صاف هوجانیکے بعد اپنی انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی مین مصروف تهے ۔ حکامِ انگریزی کی معدلت گستری و انصاف پژوهی کے بدل معترف تهے ، اور اپنے آپ کو جرمِ بیوفائی و غداری سے قطعاً بری پاتے تهے ، اسلئے حکام کی هر دفتری حرکت اونکی امید کو پیامِ کامیابی نظر آتی تهی ۔ وه روزانه اس یقین کیساتهه بیدار هوتے ، که آج پنشن کی اجرا کا حکم هوجائیگا ، اور مین شام تک اپنے قرضه کے بار سے سبک دوش هو سکونگا ۔ بسا اوقات اون سے یه موهوم خوشی ضبط نهوسکی هے ، اور احباب کو کامیابی کی منزل قریب آجانے کی اطلاعین تک دیدی هین ۔ (۳)

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱٦ ، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۹ ، حاشیه نمبر ۱
(۳) اردوی معلی اور عود مین اس مضمون کی متعدد خطوط موجود هین ۔

ایسی حالت مین کسطرح ممکن تھا که وه دلی سے باہر چلے جاتے. چنانچه یہی امروز و فردا دلی چھوڑ کر رامپور آنے سے مانع رہے ، اور انہون نے ہر دعوت نامه کے جواب مین یہی عذر کیا که پنشن کے وصول کا زمانه قریب آگیا ہے . اسکو ادھورا چھوڑ کر نہین آسکتا . اس سلسله مین صاحبزاده سید زین العابدین خان بہادر کو تحریر کرتے ہین :

> «جناب نوابصاحب میری محسن اور میری قدردان اور میری امیدگاه هین . مین اگر رامپور نآؤنگا تو کہان جاؤنگا . یه جو آپ کہتی هین که تجکو آنی مین تردد کیا هی ، تردد کچھ نہین توقف هی . وجه توقف کی یه که مین نی اپنی پنسن کی باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تهی . وهان سی صاحب کمشنر شہر کی وه درخواست حواله هوئی . صاحب کمشنر دهلی نی صاحب کلکتر شہر سی کیفیت طلب کی هی . .... بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکتر سی طلب کر کر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئی هین . دیکھی کب آوین ، اور بعد ملاحظهٔ کیفیت کیا حکم دین . مگر تا صدور حکم مین یہان سی کہین جا نہین سکتا . هان بعد ملنی حکم کی ، خواهی دلخواه هو خواهی مخالف مدعا ، دونون صورت مین رامپور آؤنگا .» (۱)

نواب فردوس مکان کے دعوتنامه مورخهٔ ۲۵ نومبر سنه ۵۸ع کے جواب مین اسی عذر کا اعاده کیا ہے . تحریر کرتے ہین :

> «میری حاضر هونی کو جو ارشاد هوتا هی ، مین وهان نه آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کی وصول کا زمانه قریب آیا هی . اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن . سنا جاتا هی اور یقین بھی آتا هی که جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یه قصه انجام پائی . جسکو روپیه ملنا هی اوسکو روپیه ، جسکو جواب ملنا هی اوسکو جواب ملجائی .» (۲)

لیکن میرزا صاحب کے علی الرغم جنوری سنه ۵۹ع بھی بیگانهوار گزر گیا ، تو انہون نے اپنی صادق الاعتقادی مین اور وسعت دے لی ، اور جب سرکار نے ۱۳ ماهِ اپریل سنه مذکور کو تیسری بار آمدِ رامپور کی دعوت دی تو اسکے جواب مین لکھا :

> «پہلی خط مین یه عرض کیا هی ، که مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب هی ، اور هنوز صدر کو روانا نہین هوئی . نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکته سی میری پنسن کی کواغذ طلب کیئی ، اور وه کاغذ فہرست مین سی الگ هوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال هوئی . وهان سی کلکته کو بھیجی جائین گی . پھر وهان سی حکم منظوری پنجاب

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً ، ص ١٦

> ہوتا ہوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا، کل مین نی آپ سی سواری اور باربرداری مانگی. آج سواری اور باربرداری پہنچی، اور کل مین نی رامپور کی راہ لی.» (۱)

### چوتھی دعوت

آخرِکار سال ۵۹ ع بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا، مگر پنشن کا معاملہ ہنوز لیت و لعل مین پڑا رہا. سرکار نے ۱۶ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو پھر ارقام فرمایا:

> «سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ہوا ہون. لیکن ابتک آپنی سرور ملاقات بہجت آیات سی مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یہ ہی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین، اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.» (۲)

میرزا صاحب اس عرصہ مین نواب فردوس مکان کے اخلاص و اعانت کے بدل معترف ہوچکے تھے، اور یہ عزم کر کے، کہ مقدمۂ پنشن کے منفصل ہوتے ہی رامپور روانا ہوجائینگے، یوسف مرزا کو لکھا تھا:

> «مین تو پنسن کی باب مین حکم اخیر سن لون. پھر رامپور چلا جاؤنگا. جمادی الاول سی ذی الحجہ تك ۸ مہینی، اور پھر محرم سی سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا. اس سال کی دو چار حد دس گیارہ مہینی غرض کہ اونیس بیس مہینی ہر طرح بسر کرنی ہین. اسمین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہی وہ پہنچ جاؤ. اور پھر «علی علی» کہتا ہوا ملك عدم کو چلا جاؤن. جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین. یاعلی! یاعلی! یاعلی!.» (۳)

### میرزا صاحب کا عزم سفر اور اوسکا مقصد

جب آغازِ سنہ ۱۸۶۰ ع مین گورنمنٹ نے مقدمۂ پنشن کا فیصلہ میرزا صاحب کی خواهش اور امید کے خلاف صادر کیا، تو انہون نے حسبِ وعدہ سفرِ رامپور کی تیاری کی. اس سلسلہ مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

> «بعد فتح دهلی وہ (نواب فردوس مکان) ہمیشہ میری مقدم کی خواہان رہتی تھی. مین عذر کرتا تھا. جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا، کہ جو اوپر لکھ آیا ہون، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (٤)

نواب فردوس مکان ایامِ غدر مین گورنمنٹ کے وفادار اور معاون رہے تھے،

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۹ (۲) ایضاً، ص ۲۵، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی، ص ۴۴۵

(٤) ایضاً، ص ۲۸۳

بنابرین برٹش حکام کی نظر مین اونکی بڑی عزت و وقعت تھی۔ میرزا صاحب سے بھی اونکے تعلقات بیحد پرخلوص تھے۔ اسلئے مقدمه خلاف فیصل ہونیکے بعد میرزا صاحب نے مناسب جانا که رامپور جائین اور سرکار سے زبانی عرض کرین که اپنے توسط سے گورنمنٹ سے میرے معامله کو صاف فرمادیجے۔ منشی شیونراین اکبرآبادی کو ۳ مارچ سنه ۶۰ ع کو رامپور سے لکھا ھے:

> «مین حسب الطلب نوابصاحب کی دوستانه یہان آیا ہون، اور اپنی صفائی گورمنٹ سی بذریعه انکی چاھتا ہون۔ دیکھون کیا ھوتا ھی۔» (۱)

اسکے علاوه ایك اور واقعه، جو قیامِ رامپور کے زمانه مین پیش آیا، اس امر پر شاھد ھے که سفرِ رامپور سے میرزا صاحب کا مقصد «گورنمنٹ سے اپنی صفائی» تھی۔ ۱۴ فروری سنهٔ مذکوره کو حکیم غلام نجف خان کو اس واقعه کے متعلق تحریر کیا ھے:

> «یہان کا یه حال ھی که نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگره مرادآباد آیا چاھتی ھین۔ مرادآباد یہان سی باره کوس ھی۔ نوابصاحب دوری کو اپنی ملك کی گئی ھین۔ دو چار دن مین پھر آئینگی۔ اگر اونکی ملاقات کو مرادآباد جائینگی، مین بھی ساتھ جاؤنگا۔ اگرچه گورنر غرب و شمال کو دلی سی کچھ علاقه نہین، مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ھی۔» (۲)

اگر میرزا صاحب کے پیشِ نظر گورنمنٹ سے صفائی نہوتی تو یه جانتے ہوے که یو-پی کے گورنر کو دلی سے کچھ واسطه نہین سرکار کیساتھ مرادآباد جانیکا تہیا نکرتے۔

دلی سی روانگی

میرزا صاحب نے اراده کیا که آخرِ جمادی الثانیه مین دلی روانا ہون، اور رجب المرجب کا چاند رامپور آکر دیکھین۔ حسین مرزا صاحب کو سه شنبه ۳۱ دسمبر سنه ۵۹ ع کو لکھتے ھین:

> «رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ھولیا۔ جب تم لکھتی ھو که «لله تم وهان جاؤ!» تو مجکو ھنسی آتی ھو۔ مین یقین کرتا ہون که هلال ماه رجب المرجب رامپور مین دیکھون۔» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۸۰ (۲) ایضاً، ص ۲۲۹ (۳) ایضاً، ص ۳۲۹

اس خط کی تحریر سے ١٩ دن کے بعد میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے. دلی سے روانگی کی تاریخ کا ذکر متعدد خطوط مین پایا جاتا ھے. مثلاً خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو مجملاً لکھدیا ھے که

«جب جنوری سنه ١٨٦٠ مین گورمنٹ سی وه جواب پایا که جو اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (١)

رامپور سے واپس جاکر منشی شیونراین کو مہینے کیساتھ تاریخ بھی لکھی ھے. فرماتے ھین:

«١٩ یا ٢٠ جنوری سنه ١٨٦٠ کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانه کرکے رامپور گیا ہون.» (٢)

لیکن آخرِ عمر مین میرزا صاحب کا حافظه خراب ہوگیا تھا، اسلئے اونھین صحیح تاریخ یاد نہین رہی. در اصل وہ ١٩ جنوری سنه ٦٠ع کو دلی سے روانا ہوے تھے. چنانچه ٢١ جنوری کو میرٹھ پہنچکر مرزا تفته کو لکھا ھے:

«بھائی! مین نے دلی کو چھوڑا، اور رامپور کو چلا. پنجشنبه ١٩ کو مرادنگر اور جمعه ٢٠ کو میرٹھ پہنچا. آج شنبه ٢١ کو بھائی مصطفی خان کی کوٹھی سے مقام کیا. یہان سے یه خط تمکو لکھکر بھیجا. کل شاہجہان پور پرسون گڈھ مکٹیشر رہونگا. پھر مرادآباد ہوتا ہوا رامپور جاؤنگا.» (٣)

اسی تاریخ کو حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین:

«میان! مین تم سے رخصت ہوکر اوسدن مراد نگر مین رہا. دوسری دن، یعنی جمعه کو، میرٹھ پہنچا. نواب مصطفی خان نے ایکدن رکھ لیا. آج شنبه ٢١ جنوری یہان مقام ھے. نو بج گئے ھین. بیٹھا ہوا یه خط لکھ رہا ہون. مفت کا کھانا ھے. خوب پیٹ بھر کر کھاؤن گا. کل شاہجہانپور، پرسون گڈھ مکٹیشر، رہونگا. مرادآباد سے پھر تمکو خط لکھونگا.» (٤)

ان تمام تحریرون سے معلوم ہوتا ھے که جمعرات کے دن صبح کیوقت ١٩ جنوری سنه ٦٠ع کو میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے.

### اخفای حال

روانگی سے پہلے میرزا صاحب نے کسی مصلحت کے ماتحت مختلف اصحاب سے مختلف مقامات کے سفر کا اظہار کیا تھا. لیکن میرٹھ پہنچکر اخفا

---

(١) اردوی معلی، ص ٢٨٣ (٢) ایضاً، ص ٢٨٢ (٣) ایضاً، ص ٨٦ (٤) ایضاً، ص ٢٣٢

کی ضرورت نه سمجھی، اور وهین سے حکیم غلام نجف خان کو لکھا:

> «هان بهائی! مین از روی مصلحت اپنی کو مقامات مختلف کا عازم که آیا هون. اب جو شخص تم سی پوچھا کری اوس سی پرده نکرنا اور صاف کهدینا که رامپور کو گیا هو. یعنی سب کو معلوم هو جائی، اور کوئی تذبذب مین نرهی.» (۱)

اس مکتوب مین میرزا صاحب نے اوس مصلحت کو ظاهر نهین کیا، جو مقام سفر کے اخفا کی بنا تھی. لیکن قیاس یه چاهتا هے که کسی سیاسی مصلحت سے ایسا کیا هوگا. جو کم از کم یه هوسکتی هے که اوسوقت تك گورنمنٹ نے میرزا صاحب کی بریت تسلیم نهین کی تھی، اور انهین غدر کے بعد سفر کا پهلا اتفاق تھا، اسلئے یه خطره لاحق هوا هوگا که کهین رامپور جانے سے روك ندیا جاؤن، یا یه که کوئی حاسد سرکار کو یه نه لکھدے که میرزا صاحب گورنمنٹ کی نظر مین ابھی مشتبه هین، انهین اپنی ریاست مین نه آنے دیجیے.

منازل سفر

۱۹ جنوری کی صبح کو دلی سے روانا هو کر میرزا صاحب نے شام کو مرادنگر مین قیام کیا. دوسرے دن جمعه کو میرٹھ پهنچے. وهان ایکدن نواب مصطفی خان بهادر شیفته کے هان ٹھهر کر اتوار کو شاهجهانپور اور پیر کو گڑھ مکٹیسر مین اوترے. یهان سے مرادآباد تك کی منازل کا پته نهین، جو منگل اور بدھ دو دن مین طے کیگئی هونگی. لیکن یه یقینی هے که آخری منزل مرادآباد تھی. یه تمام تفصیل مرزا تفته اور حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکاتیب مین ابھی گزر چکی هے.

رفقای سفر

اس سفر مین زین‌العابدین خان عارف مرحوم کے دونون لڑکے، باقر علیخان اور حسین علیخان، عنایت الله خادم، اور ایك دو اور ملازم میرزا صاحب کے همرکاب تھے. لڑکون کا ذکر متعدد خطوط مین کیا گیا هے. یهان صرف اوس خط کا اقتباس کافی هوگا، جس مین تمام همراهیون

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۳۳

کا ذکر ہے ۔ میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھتے ہین :

«لڑکی بھی تندرست ۔ آدمی بھی توانا ۔ مگر ھان ایك عنایت‌الله دو دن سی کچھ بیمار ھی ۔ خیر اچھا ھوجائیگا ۔ » (۱)

ورود رامپور کی تاریخ

غالباً میرزا صاحب جمعرات کے دن مرادآباد پہنچے، اور وھان رات کو آرام کرکے دوسرے دن جمعه کو رامپور وارد ھوے ۔ جمعه ۳ فروری کو رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

«آج تك؛ که جمعه آٹھوان دن میری پہنچی کو ھی، کچھ کلام نہین ھوا ۔ » (۲)

اس سے صرف اسقدر معلوم ھوتا ھے، که میرزا صاحب جمعه کے دن رامپور پہنچے۔ لیکن مرزا تفته اور حکیم غلام نجف خان کو میرٹھ سے جو خطوط لکھے هین اون مین میرزا صاحب نے جمعه کو ۲۰ اور شنبه کو ۲۱ جنوری تاریخ تحریر کی ھے ۔ اس حساب سے جس جمعه کو میرزا صاحب نے سر زمینِ رامپور پر قدم رکھا، ۲۷ جنوری سنه ٦۰ع تاریخِ انگریزی ھونی چاھیے ۔

قیامگاہ

رامپور پہنچکر میرزا صاحب نے سرکار کی خاص کوٹھی مین قیام کیا ۔ لیکن لڑکے میرزا صاحب کیساتھ آئے تھے، اسلئے یہان چار دن گزارنے کے بعد از رویِ احتیاط جداگانه مکان کی خواھش کی ۔ سرکار نے ایك مکان، جو تین چار حویلیون پر مشتمل تھا، قیام کیلئے عطا فرمایا ۔ میرزا صاحب نے تفته کے پته کے استفسار پر جو خط لکھا ھے اوس مین فرماتے ھین :

«پہلی یه تو بتاؤ که رامپور مین مجھی کون نہین جانتا ۔ کہان مولوی وجیه الزمان صاحب کہان مین ۔ اونکا مسکن میری مسکن سی دور ۔ پھر در دولت رئیس کہان اور مین کہان ۔ چار دن والی شہر نی اپنی کوٹھی مین اوتارا ۔ مین نی مکان جداگانه مانگا ۔ دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ھوئین ۔ اب اس مین رھتا ھون ۔ بحسب اتفاق ڈاك گھر مسکن کی پاس ھی ۔ ڈاك منشی آشنا ھوگیا ھی ۔ برابر دلی سی خط چلی آتی ھین ۔ صرف رامپور کا نام اور میرا نام ۔ محله کی اور

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸

> عرف کی حاجت نہین۔ بلکہ در دولت اور مولویصاحب کی نشان سی شاید خط تلف ہوجائی۔» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

> «مکان کا پتہ ضرور نہین۔ ڈاك گھر میری گھر کی پاس۔ ڈاك منشی میرا آشنا۔ ..... ایك مکان، که وه تین چار مکانون پر مشتمل ہی، رہنی کو ملا ہی۔» (۲)

میر مہدی کو تحریر کیا ہے:

> «تمہارا خط پہنچا۔ تردد عبث۔ میرا مکان ڈاك گھر کی قریب اور ڈاك منشی میرا دوست ہی۔» (۳)

### مکان کی تحقیق

حقیر عرشی نے بزرگانِ شہر سے تحقیق کی که اوس زمانه مین ڈاکخانه کس محله مین تھا، تو معلوم ہوا که محلۂ راجدواره کی اوس شاہراه پر، جو خاص باغ پیلس کو جاتی ہے، مولوی محمد یحیی صاحب وکیل کے مکان مین ڈاکخانه واقع تھا، اور میرزا صاحب نے اوسکے متصل مکان مین قیام کیا تھا۔ اس مکان مین آجکل ایك آہنگر مقیم ہے۔ چونکه یه مکان اردو ادب کے نیرِ رخشان کا فرودگاه رہچکا ہے، اسلئے عالیمرتبت صاحب چیف منسٹر بہادر کے حسب الحکم اسپر پتھر کا کتبه لگایا جا رہا ہے۔

### مہمانداری

میرزا صاحب کیلئے ابتداءً سرکاری باورچیخانه سے کھانا آتا رہا۔ چنانچه حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

> «کھانا دونون وقت سرکار سی آتا ہی، اور وه سب کو کافی ہوتا ہی۔ غذا میری بھی خلاف طبع نہین۔» (۲)

میر مہدی کے خط مین بھی سرکاری مہمانداری کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

> «یہان کا حال سبطرح خوب ہی، اور صحت مرغوب ہی۔ اسوقت تك مہمان ہون۔» (۳)

لیکن چند دن کے بعد کھانے کے سو روپیه ماہوار مقرر کردیے گئے۔ دلی جاکر میرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا ہے:

> «اب جو مین وہان گیا تو سو روپیه مہینا بنام دعوت اور دیا۔ یعنی رامپور رہون تو دو سو روپیه مہینا پاؤن، اور دلی رہون تو سو روپیه۔» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، لاہور ایڈیشن، ص ۳۷۱ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸

(۳) ایضاً، ص ۱٦۹ (٤) ایضاً، ص ۱٦۲

### آب و ھوای رامپور

رامپور کی آب و ھوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق ثابت ھوئی۔ آمدِ رامپور کے ۸ دن بعد حکیم غلام نجف خان کو لکھا ھے:

« پانی کا شکر کس منہ سی ادا کرون۔ ایک دریا ھی کوسی۔ سبحان اللہ! اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کری کہ یہ پھیکا شربت صاف ھی۔ سبک، گوارا، ھاضم، سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن مین قبض وانقباض کی صدمی سی محفوظ ھون۔ صبح کو بھوک خوب لگتی ھی۔ لڑکی بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ھان ایک عنایت اللہ دو دن سی کچھ بیمار ھی۔ خیر اچھا ھوجائیگا۔» (۱)

رامپور ھی سے میر مہدی مجروح کو تحریر کیا ھے:

« یہ رامپور ھی۔ دارالسرور ھی۔ جو لطف یہان ھی وہ اور کہان ھی۔ پانی سبحان اللہ! شہر سی تین سو قدم پر ایک دریا ھی، اور کوسی اوسکا نام ھی۔ بی شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اوس مین ملی ھی۔ خیر اگر یون بھی ھی، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ھی۔ اتنا شیرین کہان ھوگا۔» (۲)

### ملاقات اور تعظیم و توقیر

نواب فردوس مکان کا اخلاق میرزا صاحب کی امید کے مطابق ثابت ھوا۔ سرکار نے بر وقتِ ملاقات احباب کیطرح معانقہ کیا، اور احباب مین تعظیم وتوقیر کی جو رسم ھے اوسکو ملحوظ رکھا۔ میرزا صاحب نے خود نذر پیش کرنے کے عوض دونون لڑکون سے نذر دلوائی۔ سرکار کے اس برتاؤ کے بارے مین میرزا صاحب میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین:

« تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین ھی۔» (۳)

بعد ازان دلی جاکر لکھا ھے:

« ملاقات بھی دوستانہ رھی۔ معانقہ وتعظیم جسطرح احباب مین رسم ھی۔ وہ صورت ملاقات کی ھی۔ لڑکون سی مین نی نذر دلوادی تھی۔ بس۔» (۳)

اسی سلسلہ مین رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو تحریر کیا ھے:

« اب میرا حال سنو۔ تعظیم وتوقیر بہت۔ ملاقاتین تین ھوئی ھین۔» (۱)

### ابھی گفتگو نہین ھوئی

اگرچہ نواب فردوس مکان نے جولائی سنہ ۵۹ع سے میرزا صاحب کو سو

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۱۶۹ (۳) ایضاً، ص ۱۶۲

روپیه ماهوار بطور امداد عطا فرمانا شروع کردیے تهے، جو انهین بذریعهٔ هنڈوی ماه بماه ارسال هوا کرتے، لیکن جب میرزا صاحب رامپور تشریف لائے، اور چند روز تك خدمت اور معاوضه کے بارے مین سرکار سے بالمشافهه گفتگو نهین هوئی، تو انهین مختلف خطرات پیدا هوئے. خدمت اور در ماهه کے خطره کو حکیم غلام نجف کے نام کے مکتوب مین اسطرح ظاهر کیا هے:

> «هنوز کچهه گفتگو درمیان نهین آئی. مین خود اون سی ابتدا نکرونگا. وه بهی مجهسی بالمشافهه نه کهین گی. مگر بواسطهٔ کارپردازان سرکار دیکهون کیا کهتی هین، اور کیا مقرر کرتی هین.» (۱)

یه خط ۳ فروری کو لکها گیا تها. اسکے بعد ١٤ فروری کو پهر لکهتے هین:

> «یهان کا رنگ نوابصاحب کی آنی پر جو هوگا، اورجو قرار پائیگا، وه مفصل تمکو لکهونگا.» (۲)

میر مهدی مجروح کو بهی دبے الفاظ مین لکها هے:

> «اسوقت تك مهمان هون. دیکهون کیا هوتا هی.» (۳)

رامپور کی اقامت کے خطره کو مرزا تفته کے خط مین ظاهر کیا هے. فرماتے هین:

> «دوسری بات جو تم نی لکهی هی وه بهی مطابق واقع و مناسب حال نهین. اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلالونگا.» (٤)

١٤ فروری کو مرزا تفته کے خط کے جواب مین پهر لکها هے:

> «میری جان! آخر لڑکی هو. بات کو نه سمجهی. مین اور تفته کا اپنی پاس هونا غنیمت نجانون. مین نی یه لکها تها که بشرط اقامت بلالونگا. اور پهر لکهتا هون که اگر میری اقامت یهان کی ٹهیری تو بی تمهاری نرهونگا. نه رهونگا. زنهار نرهونگا.» (۵)

سه باره یکم مارچ کو تحریر کرتے هین:

> «بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بهادر مراد آباد اور وهان سی رامپور آئین گی. بعد اونکی جانیکی کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹهریگا. منظور مجکو یه هی که اگر یهان رهنا هوا تو فوراً تمکو بلالونگا.» (٦)

### تعین خدمت و اقامت

لیکن معلوم هوتا هے که آخر کار یهی طے پایا که میرزا صاحب رامپور کی اقامت اختیار کرنے پر مجبور نهین هین. جهان مزاج چاهے رهین. سرکار

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۲۳۰ (۳) ایضاً، ص ۱۶۹

(٤) ایضاً، لاهور ایڈیشن، ص ۲۷۲ (۵) ایضاً، ص ۷۳ (٦) ایضاً، ص ۸٦

کے کلام پر اصلاح دیدیا کرین۔ البتہ رامپور آکر رهینگے تو دعوت کے سو روپیے ماهوار مزید عطا هونگے، اور دلی رهینگے تو صرف سو روپیه تنخواه ملیگی۔ اس تصفیه کے متعلق میرزا صاحب نے میر مهدی مجروح کو لکھا هے:

> «قرار داد یه هو که نوابصاحب جولائی سنه ١٨٥٩ سو، که جسکو یه دسوان مهینا هی، سو روپیه مجھی ماه بماه بهیجتی هین۔ اب جو مین وهان گیا، تو سو روپیه مهینا بنام دعوت اور دیا، یعنی رامپور رهون تو دو سو روپیه مهینا پاؤن، اور دلی رهون تو سو روپیه۔ بهائی سو دو سو مین کلام نهین۔ کلام اس مین هی که نوابصاحب دوستانه و شاگردانه دیتی هین۔ ... بهر حال غنیمت هو۔ رزق کی اچهی طرح ملنی کا شکر چاهئی۔ کمی کا شکوه کیا۔» (١)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا هے:

> «وه سو روپیه مهینا یهان رهون وهان رهون خدا کی هان سی میرا مقرر هو۔» (٢)

قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو بھی یهی لکھا هے که

> «حق تعالی والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھی۔ اونکا عطیه ماه بماه مجکو پهنچتا هو، کرم گستری اور استاد پروری کر رهی هین۔ میری رنج سفر اوٹھانی کی اور رامپور جانیکی حاجت نهین۔» (٣)

نواب علاءالدین احمد خان بهادر علائی کو قدرے تفصیل سے لکھتے هین:

> «واه کیا کهنا هی۔ رامپور کی علاقه کو گاؤشنگ اور مجکو بیل، یا اوس پیوند کی طعنه کو تازیانه اور مجکو گهوڑا بنایا۔ وه علاقه اور وه پیوند لوهارو کی سفر کا مانع و مزاحم کیون هو۔ رئیس کیطرف سی بطریق وکیل محکمۂ کمشنری مین معین نهین هون۔ جسطرح امرا واسطی فقرا کی وجه معاش مقرر کردیتی هین اسیطرح اس سرکار سی میریواسطی مقرر هی۔ هان فقیر سی دعای خیر اور مجھ سی اصلاح نظم مطلوب هی۔ چاهون دلی رهون چاهون اکبرآباد۔ چاهون لاهور چاهون لوهارو۔» (٤)

لڑکون کی شرارت

رامپور کی آب و هوا کی موافقتِ مزاج اور سرکار کی تعظیم و توقیر کے باعث میرزا صاحب زیاده عرصه قیام کرنا چاهتے تھے۔ لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ تھے۔ میرزا صاحب نے انکا دل بهلنے کے خیال سے طفلانه کھیل کود کے تمام لوازمات مهیا کردیئے تھے۔ اسپر بھی یه برابر انکے

---

(١) اردوی معلی، ص ١٦٢ (٢) ایضاً، ص ٥٤ (٣) ایضاً، ص ٢١١
(٤) ایضاً، ص ٤٠٣

سکون و آرام مین خلل ڈالتے رہتے تھے۔ چنانچہ ١٤ فروری کو میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین:

« لڑکے دونون اچھی طرح مین۔ کبھی میرا دل بہلاتے ھین۔ کبھی مجکو ستاتے ھین۔ بکریان، کبوتر، بٹیرین، تکل، کنکوا سب سامان درست ھے۔ » (۱)

اپنے ارادۂ قیام اور انکی شرارت کے متعلق یوسف مرزا صاحب کو تحریر کرتے ھین:

« مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رھتا۔ » (۲)

میر مہدی مجروح کو لکھا ھے:

« لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا۔ وھان اونھون نے میرا ناک مین دم کردیا۔ تنہا بھیجدینے مین وھم آیا، کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ھو تو بدنامی عمر بھر رھے۔ اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وھان کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا، اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا۔ » (۳)

دلی کو واپسی

لڑکون کی شرارت سے تنگ آکر میرزا صاحب نے برسات تک کے ارادۂ قیامِ رامپور کو فسخ کردیا۔ سرکار نے ھرچند روکا اور آمون کا لالچ دیا، لیکن میرزا صاحب نہ روکے اور آخرِ مارچ مطابق آخرِ شعبان مین دلی کو روانا ھوگئے۔ رامپور سے روانگی کی تاریخ بھی میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین تحریر کی ھے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ھین:

« سال گزشتہ اندنون مین مین رامپور تھا۔ مارچ سنہ ٦٠ع مین یہان آگیا ھون۔ » (٤)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین:

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ھون، تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے ھین۔ » (٥)

میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے ھین:

« میر مہدی! تم میری عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ھوتی ھے۔ مین اس مہینے مین رامپور کیونکر رھتا۔ نوابصاحب مانع رھے، اور بہت منع

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً، ص ۳٤۹ (۳) ایضاً، ص ١٦١

(٤) ایضاً، ص ۲۱۱، و عود، ص ١٦٦ (٥) اردوی معلی، ص ٥٤

کرتی رهی . برسات کی آمون کا لالچ دیتی رهی . مگر بهائی مین ایسی انداز سی چلا که چاند رات کی دن یهان آپهنچا . یکشنبه کو غرۂ ماه مقدس هوا . » (۱)

میر غلام حسنین قدر بلگرامی کو سه شنبه ۱۳ مارچ سنه ۶۰ ع کو لکھا هے:

« اب جو خط بهیجی دلی کو بهیجی گا ، که مین اس مهینے مین اودهر کو جاؤنگا . رویت ماه صیام اغلب هی که دلی هی مین هو . » (۲)

ان خطوط سے صرف اسقدر معلوم هوتا هے که میرزا صاحب آخرِ شعبان سنه ۱۲۷۶ ھ مطابق آخرِ مارچ سنه ۱۸۶۰ ع مین رامپور سے روانا هو کر ۳۰ شعبان کو دلی پهنچے ، اور وهان پهنچکر رمضان المقدس کا چاند دیکھا. لیکن انگریزی و هجری تاریخین ابھی متعین نهین هوئی هین. انگریزی تاریخ کے بارے مین منشی شیونراین کو رامپور سے لکھتے هین:

« اب مین شنبه کی دن ۱۷ مارچ کو دلی روانا هونگا . » (۳)

یوسف مرزا صاحب کو ۹ رمضان مطابق ۲ ماهِ اپریل کو هجری تاریخ کے متعلق تحریر کیا هے:

« مین ۲۳ شعبان کو رامپور سی چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پهنچا . اوسی دن چاند هوا . » (٤)

میرزا صاحب نے اس خط مین رمضان کی نوین تاریخ کو اپریل کی دوسری تاریخ کے مطابق لکھا هے، اور یه بهی بتایا هے که اوس سال رمضان کا چاند ۳۰ کا هوا تها. اس حساب سے ۲۳ شعبان سنه ۱۲۷۶ ھ ۱۷ مارچ سنه ۱۸۶۰ ع کے مطابق، اور ۳۰ شعبان سنۂ مذکوره ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع کے مطابق هوگی. لهذا میرزا صاحب کی رامپور سے روانگی کی تاریخ ۲۳ شعبان سنه ۷۶ ھ مطابق ۱۷ مارچ سنه ۶۰ ع اور دلی مین ورود کی تاریخ ۳۰ شعبان سنه ۷۶ ھ مطابق ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع قرار پاتی هے.

### کل مدت قیام

میرزا صاحب کے بعض خطوط مین رامپور کے قیام کی کل مدت کا بهی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۶۱

(۲) ایضاً ، ص ٤۰۶، لاهور ایڈیشن

(۳) اردوی معلی، ص ۳۸۰

(٤) ایضاً ، ص ۳٤۸

ذکر آیا ھے. لیکن وہ تخمینی ھے. خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھتے ھین:

> «مین آخر جنوری مین رامپور گیا. چھه سات هفته وهان رهکر دلی آیا.» (١)

مرزا تفته کو لکھتے ھین:

> «نواب یوسف علیخان بهادر ... بلاتی رهتی تهی. اب مین گیا. دو مهینے رهکر چلا آیا.» (٢)

نواب علاءالدین احمد خان بهادر علائی کو تحریر فرماتے ھین:

> «سال گزشته بیڑی کو زاویۂ زندان مین چھوڑ مع دونون هتکڑیون کے بهاگا. میرٹھ، مرادآباد هوتا هوا رامپور پهنچا. کچھ دن کم دو مهینے وهان رها تها که پهر پکڑا آیا. اب عهد کیا که پهر نه بهاگونگا.» (٣)

ان خطوط مین «چھ سات هفتے، کچھ دن کم دو مهینے» اور «دو ماه» تین مختلف بیان ملتے ھین. ان مین سے «کچھ دن کم دو مهینے» صحیح ھے، اسلئے که میرزا صاحب ایک ماه بیس یوم رامپور مین رھے تھے.

### رامپور مین عدیم الفرصتی

قیامِ رامپور کے زمانه مین میرزا صاحب اسقدر عدیم الفرصت رھے، که اکثر احباب کے محبت نامون کا بر وقت جواب تک نه دیسکے. ایک خط مین اسکی وجه تحریر فرماتے ھین:

> «از بسکه یهان کے حضرات مهربانی فرماتی هین اور هر وقت آتی هین، فرصت مشاهدۂ اوراق نهین ملی.» (٤)

### واپسی پر دلی مین چه‌میگوئیان

میرزا صاحب نے دلی سے روانا ھوتے وقت اپنا صحیح ارادۂ سفر ظاھر نهین کیا تھا. جب یه رامپور سے واپس دلی پهنچے تو حساد نے اس اخفا کا انتقام لیا، اور شهر مین واپسی پر خوب خوب رای زنی کیگئی. میرزا صاحب کو اس رای زنی سے سخت ذھنی اذیت پهنچی، اور اونھون نے شکایت آمیز لهجے مین مرزا تفته کو لکھا:

> «میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یهان آ گیا هون تو کیا کهون که

---

(١) اردوی معلی، ص ٢٨٣

(٢) ایضاً، ص ٥٤

(٣) ایضاً، ص ٤٠٠، و عود، ص ٧٠

(٤) اردوی معلی، ص ٧٣

یہانکی لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتی ہین۔ ایک گروہ کا قول یہ ہی کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا، اور وہان گیا تھا۔ اگر نواب نی کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سی کم ندیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہی کہ نوکری کو گئی تھی مگر نوکر نرکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہی کہ نواب نی نوکر رکھ لیا تھا۔ دو سو روپیہ مہینا کردیا تھا۔ لفٹنٹ گورنر الہ‌آباد جو رامپور آئی، اور اونکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا، تو اونہون نی نوابصاحب سی کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتی ہو تو اسکو جواب دو۔ نواب نی برطرف کردیا۔» (۱)

یہ تو اربابِ دہلی کی آرا تھین۔ لیکن انکی نقل کے بعد میرزا صاحب نے تفتہ کو اصلِ حقیقت بتائی ہے۔ فرماتے ہین:

«یہ تو سب سن لیا۔ اب تم اصل حقیقت سنو۔ نواب یوسف علی خان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھ برس سی میری شاگرد ہین۔ آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی۔ اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین۔ بلاتی رہتی تھی۔ اب مین گیا۔ دو مہینی رہ کر چلا آیا۔ بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا۔ وہ سو روپیہ مہینا، یہان رہون وہان رہون، خدا کی ہان سی میرا مقرر ہی۔» (۱)

نواب فردوس مکان کی علالت اور میرزا صاحب کا تردد

ماہِ اکتوبر سنہ ٦٤ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین نواب فردوس مکان عارضۂ سرطان مین مبتلا ہوے۔ میرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی، تو انہین اپنے سخی داتا شاگرد کی علالت سے سخت تردد لاحق ہوا۔ چونکہ نوابصاحب مرزا صاحب کے پورے خاندان کے مربی تھے اسلئے میرزا صاحب کی بی بی اور حسین علیخان بھی پریشانی کا شکار ہونے سے نہ بچسے۔ مگر اسوقت تک میرزا صاحب کو یہ معلوم نہو سکا تھا کہ سرکار کو مرض کیا لاحق ہوا ہے۔ اس امر کی تحقیق کیلئے اونہون نے ۸ نومبر سنہ ٦٤ع کو انتہائی احتیاط کیساتھ تحریر کیا:

«جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارک کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی، عالم الغیب گواہ ہی، کہ مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میری فرزند حسین علیخان پر کیا گزر رہی ہی۔ ایکدن رات میری گھر مین روٹی نہین پکی۔ سب نی فاقہ کیا۔ باری وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی۔ حواس ٹھکانی ہوی۔ بالکل اطمینان جب ہوگا، کہ آپکو غسل صحت کی نوید سنونگا،

---

(۱) اردوی معلی، ص ٥٤

اور قطعۂ تاریخ غسل صحت لکھکر بھیجونگا ۔ فی الحال اتنا چاهتا هون که اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقت مرض سی آگهی حاصل هو ۔» (۱)

۱۲ نومبر کو سرکار کا نامۂ مبارك میرزا صاحب کو موصول هوا ۔ غالباً اوسمین نوعیت و کیفیتِ مرض کا ذکر نه تها ، جس سے کسیقدر اطمینان هوا ۔ لیکن ابهی تشویش رفع نهوئی تهی ، اسلئے اسکے جواب مین ۱۳ نومبر کو میرزا صاحب نے پهر لکها :

«ابتدای یکم نومبر سی ۱۱ تك عرض نهین کر سکتا که لیل و نهار مجهپر کیسی گزری هین ۔ راه دور ۔ مین رنجور ۔ معهذا بیمقدور ۔ اگر دلی سی رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی هوتی ، تو مین یهان ایك دم نه ٹهرتا ، اور خدمت مین حاضر هوتا ۔ تار برقی بهی نهین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل هو ۔ نا چار از راه اضطرار ۸ ماه حال یعنی نومبر کو عریضه روانا کیا ۔ خدا کی عنایت اور مرشد کامل یعنی حضرت کی هدایت نی اوس خط کی جواب آنیکی مدت سی پهلی مجهی گرداب اضطراب سی نکالا ۔ کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامه آگیا ۔ گویا میری جان بچ گئی ۔ بلکه ایك اور نئی جان میری بدن مین آگئی ۔ اب استدعا یه هی که حال ناسازی مزاج اقدس مفصل معلوم هو ۔» (۲)

اس عریضه کے جواب مین ۱۹ نومبر کو سرکار نے تحریر فرمایا که «پهوڑا نکل آیا تها ، لیکن اب بحمد الله افاقه هے» ۔ میرزا صاحب اس خبر سے بیحد مسرور هوے ، اور ۲۷ نومبر کو اسکے جواب مین لکها :

«کس زبان سی کهون ، اور کس قلم سی لکهون که یه هفته عشره کس تردد وتشویش سی بسر هوا هی ۔ هر روز شام تك جانب در نگران رهتا ، که ڈاك کا هرکاره آئی ، اور حضرت کا نوازشنامه لائی ۔ باری خدا کی مهربانی هوئی ، از سر نو میری زندگانی هوئی ، که کل چار گهڑی رات گئی ڈاك کی هرکاره نی وه عطوفت نامۂ عالی دیا ، جسکو پڑهکر روح تازه رگ و پی مین دوڑ گئی ۔ نیند کسکی ؟ سونا کسکا ؟ روشنی کی سامنی بیٹها ، اور اشعار تهنیت لکهنی لگا ۔ سات شعر مع مادۂ حصول صحت جب لکه لئی تب سویا ۔» (۳)

### غسل صحت کی تهنیت

سرکار کے خط سے صحت و افاقتِ مرض کی اطلاع ملگئی ، لیکن یه معلوم نهوسکا که غسل صحت هوچکا هے یا نهین ۔ اور بصورتِ دیگر کونسی تاریخ اس تقریبِ سعید کیلئے مقرر هوئی هے ۔ اس تحقیق کیلئے میرزا صاحب

---

(۱) مکاتیب ، ص ۴۰ (۲) ایضاً ، ص ۴۱ (۳) ایضاً ، ص ۴۲ ۔ قطعۂ تاریخ غسل حاشیۂ صفحۂ مذکور پر درج هی ۔

نے منشی سیلچند میر منشی کو ۲۵ دسمبر کو لکھا:

> «اگرچه از روی خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم هوتی هو. لیکن یه کهین سی نهین سنا که غسل صحت کیا، یا کسدن کرینگی. آپ سی یه فقیر کا سوال هی، که مجکو لکهی که حضرت غسل کسدن فرمائینگی. اور اگر موافق میری آرزو کی نهاچکی هون تو غسل کی تاریخ سی اطلاع دیجی.» (۱)

میر منشی صاحب نے جواباً لکها که ابهی غسلِ صحت نهین فرمایا هے. غالباً رمضانِ مبارك مین یه تقریب عمل مین آئیگی. میرزا صاحب کو ١٤ جنوری سے قبل سرکار کا نامۂ صحت ملچکا تها. نیز وه اس عرصه مین قصیدۂ تهنیت بهی ارسال کرچکے تهے. اسلئے التواء تاریخ غسل پر ۱۹ جنوری سنه ۱۸٦۵ع کو پهر میر منشی صاحب کو لکها:

> «یه جو مین نے قصیدۂ تهنیت لکهکر بهیجا هی، منشا اسکا یه هی که شاه کبیر الدین صاحب رامپور سی آئی، اور اونهون نے کها که نوابصاحب جمعه کی دن ساتوین تاریخ شعبان کو نهائینگی. اب تمهاری تحریر سی معلوم هوا، که ماه آینده یعنی (رمضان) مین نهائینگی. خیر وه کاغذ تو حضور کی نظر سی گزریگا. اگر موقع پاؤ تو حضور مین یه ماجرا عرض کردینا که مین نے بموجب روایت شاه کبیر الدین کی اسکو ارسال مین جلدی کی هی.» (۲)

غسلِ صحت کا جشن ماهِ عید مین منایا جانا تجویز هوا. لیکن ابهی مرض قدرے باقی تها، اور رامپور سے جسقدر سرکاری تحریرین جاتی تهین اون مین مزاج کی کیفیت کا مذکور نهین هوتا تها. اسلئے میرزا صاحب نے ١٤ مارچ سنه ٦۵ع کو میر منشی صاحب سے پهر استفسار کیا:

> «منشی صاحب! عجب اتفاق هی که حضور اپنی خط مین اپنی مزاج مبارك کا حال کچھ نهین لکهتی، اور میرا دهیان لگا هوا هی. خدا کیواسطی! تم مفصل حال لکهو که کیا عارضه باقی هی، اور صورت کیا هی. دربار بدستور هوتا هی یا نهین؟» (۳)

میر منشی صاحب کا جواب مثل مین موجود نهین. اسلئے نهین کها جاسکتا که اونهون نے مرض کے متعلق کیا لکها. لیکن ۲۳ شوال سنه ۱۲۸۱ ه مطابق ۲۲ مارچ سنه ۱۸٦۵ ع کو میرزا صاحب نے اپنا فارسی تهنیت نامه ارسال کیا هے،

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۲ (۲) ایضاً، ص ۱۱۳. قصیدۂ تهنیت ص ٤٦ کی حاشیه مین مندرج هی.

(۳) ایضاً، ص ۱۱٤

جو صفحہ ٤٤ تا ٤٧ پر درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخِ مذکورہ تک میرزا صاحب کو صحت کی اطلاع تھی۔

### عود مرض اور وفات

لیکن مادۂ مرض کا بالکلیہ استیصال نہین ہوا تھا. کسی معمولی بے احتیاطی نے مادہ کو دو بارہ چھیڑ دیا، اور سرکار پر از سرِ نو مرض کا حملہ ہوگیا. یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ اطبا مجبور ہوگئے، اور حالت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی، تا آنکہ یوم جمعہ ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو نواب فردوس مکان رہگرای عالم بقا ہوئے، اور میرزا صاحب کے ہان قیامتِ صغری کا منظر نظر آنے لگا.

### خلد آشیان کی تخت نشینی اور میرزا صاحب کا وظیفہ

نواب فردوس مکان طاب ثراہ کے بعد نواب خلد آشیان نے مسندِ آبائی پر قدم رنجہ فرمایا. میرزا صاحب کا تعلق نواب فردوس مکان کی ذات سے تھا، اسلئے دورِ جدید مین اسکے ختم ہوجانیکا خطرہ تھا. اس خطرہ کا میرزا صاحب کو احساس ہوا اور اونہون نے فوراً تہنیت نامہ لکھا. سوءِ اتفاق سے یہ مکتوب مثل مین موجود نہین. لیکن نواب خلد آشیان نے یکم مئی سنہ ٦٥ ع کو اس کے جواب مین تحریر فرمایا:

> «مشفقا! آنچه مشاهرهٔ آن کرمفرما از عهد نوابصاحب و قبله فردوس مکان مقرر است انشاء الله تعالی بدستور جاری مانده، حسب ضابطه بسای خدمت رسیده خواهد ماند.» (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے تہنیت کیساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق بھی کوئی درخواست کی تھی. یہ خواہش معرضِ قبول تک پہنچی، اور وظیفہ بدستور جاری رہا. اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے ۳۰ جولائی کو میان داد خان سیاح کو لکھا ہے کہ

> «اپریل کا روپیہ رئیس حال سے مین نے پایا.» (۲)

---

(۱) مکاتیب، ص ٤٩، حاشیہ نمبر ۱

(۲) اردوی معلی، ص ۱۷

لیکن اس مکتوب سے ۲۴ روز قبل خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو قدرے تفصیلاً تحریر فرمایا تھا:

> « والی رامپور کو خدا سلامت رکھی . اپریل مئی ان دونون مهینون کا روپیه موافق دستور قدیم آیا . جون ماه گزشته کا روپیه خدا چاهی تو آجائی . آج جمعه ۷ جولائی هی . معمول یه هی که دسوین بارهوین کو رئیس کا خط مع هنڈوی آیا کرتا هی . » (۱)

تهنیت نامه کا امید افزا جواب پا کر میرزا صاحب نے قصیدۂ تهنیت ارسال کیا. یه قصیده بھی مثل مین موجود نهین. لیکن مین نے عودِ هندی سے عریضه نمبر ٤٤ کے حاشیه مین نقل کردیا هے. اس قصیده کی پزیرائی موافقِ امید هوئی، تو میرزا صاحب کو بڑھاپے کی تمـام مجبوریون کے باوجود سفرِ رامپور کیلئیے آماده هونا پڑا.

نواب خلد آشیان کا دعوتنامه

میرزا صاحب نے اپنے ارادۂ سفر کی اطلاع میرزا داغ کو دی، اونهون نے کسی مناسب موقع پر سرکار کے حضور مین ذکر کیا. سرکار نے ۱۱ جون سنه ٦٥ ع کو قصیده کی وصولیابی کے تذکار کے بعد تحریر فرمایا:

> « درینولا زبانی نواب میرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته موجب کمال مسرتهاست، چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند. » (۲)

اس دعوت کے بعد میرزا صاحب نے تقریباً چار ماه توقف کیا. غالباً اسکی وجه یه هوگی که سرکار نے جشنِ تخت نشینی کیلئیے دسمبر کا پهلا هفته مقرر فرمایا تھا. میرزا صاحب نے اسی زمانے کو سفر کیلئیے زیاده مناسب خیال کیا، لیکن سرکار کے جواب مین یه لکھا، که

> « حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کهان جاؤنگا. وه آگ برسرهی هی که طیور کے پر جل رهی هین. بعد آگ کے پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامۂ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرام بیت المعمور رامپور باندھا. انشاء الله العلی العظیم. » (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۰ (۲) مکاتیب، ص ۵۱، بقیۂ حاشیه. (۳) ایضاً، ص ٥٤

«ہنگامۂ آتش وآب» کے ختم ہوجانیکے انتظار مین میرزا صاحب کو تقریباً چار ماہ توقف کرنا پڑا، اور ماہِ اکتوبر سنہ ٦٥ع مین «احرامِ بیت المعمورِ رامپور» باندھنے کی نوبت آئی۔

### سفر کی غرض

میرزا صاحب کے اس سفر کی غرض وغایت نواب فردوس مکان (طاب ثراہ) کے انتقال کی تعزیت اور نواب خلد آشیان کی مسند نشینی کی تہنیت تھی۔ مولوی عبد الرزاق شاکر کو سفر کی اطلاع دیتے ہوے لکھا ہے:

> «قبلہ وکعبہ! فقیر پا در رکاب ہے۔ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونون دنون مین سے ایک دن عازم رامپور ہوئیگا۔ تقریب وہان جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت۔ دو چار مہینے وہان رہنا ہوگا۔» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا تھا:

> «پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار، گویا اس در کا فقیر تکیہ‌دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا۔» (۲)

لیکن اس تعزیت و تہنیت کی تہ مین جو غرض پنہان تھی اوسکا اظہار مرزا تفتہ کے خط مین کیا ہے۔ فرماتے ہین:

> «مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا۔ بھیک مانگنے آیا ہون۔» (۳)

### تاریخ روانگی

ابتداءً میرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ سہ شنبہ یا چار شنبہ ان دونون مین سے ایک دن رامپور روانا ہون گے۔ چنانچہ شاکر کو یہی لکھا بھی تھا۔ لیکن نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو یکم اکتوبر سنہ ٦٥ع کو لکھا:

> «میان! تم جانتے ہو کہ مین عازم رامپور تھا۔ اسباب مساعد ہوگئے۔ بشرط حیات جمعہ کو روانا ہونگا۔» (٤)

مگر مرزا شہاب الدین خان بہادر کے نام کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے دلی سے روانہ ہوے۔ فرماتے ہین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ٢١٦، و عود، ص ١٦٠۔ موخر الذکر مین «عازم رامپور ہونگا» ہے۔
(۲) ایضاً، ص ۲۰۸، و ایضاً، ص ۱۶۹ (۳) اردوی معلی، ص ۹۸ (٤) ایضاً، ص ۳۹۵

«هفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑهی احباب کو رخصت کرکی راهی هوا. قصد یه تها که پلکھوی رهون. وهان قافلی کی گنجایش نپائی.» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو مرادآباد پهنچکر جو خط لکھا هے، اوس سے معلوم هوتا هے که هفتے کو ماہِ اکتوبر کی ۷ تاریخ تهی. فرماتے هین:

«بدھ کا دن پهر بهر دن چڑھا هوگا که مین فقط پالکی پر مرادآباد پهنچا. ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی هی.» (۲)

حکیم احمد حسن مودودی کو صراحت سے لکھا هے، که

«هفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا هوا.» (۳)

### رفقای سفر اور سواری

اس سفر مین میرزا صاحب کے ساتھ باقر علیخان، حسین علیخان، کلو، نیاز علی اور دو آدمی اور کل ٦ نفوس تهے. میرزا صاحب نے پالکی مین اور دونون لڑکون نے کبهی رتھ اور کبهی گھوڑون پر راسته طے کیا. بقیه چار آدمیون اور سامانِ سرمائی کے لئے دو گاڑیان همراه تهین. حکیم غلام نجف خان کو محولهٔ بالا خط مین لکھا هے:

«مین فقط پالکی پر مرادآباد پهنچا... دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی هین.»

مرزا شهاب‌الدین خان بهادر کے خط مین لکھا هے:

«دونون گھوڑی کوتل آگی، دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی هین.»

آدمیون کے بارے مین رامپور سے روانگی کے وقت مرزا علاءالدین احمد خان بهادر کو لکھا هے:

«آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی... دلی کو روانا هوی. دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی. کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس هین.» (٤)

### کیفیت و مناظر سفر

میرزا صاحب نے دلی سے رامپور تك ٦ منزلین طے کی تهین. حکیم احمد حسن مودودی کو تحریر فرمایا هے:

«رامپور کی سرکار کا فقیر تکیه‌دار روزینه خوار هون. رئیس حال نی مسند نشینی کا جشن کیا.

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳ (۳) ایضاً، ص ۲٤۳ (٤) ایضاً، ص ۳٤۹

دعاگوی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔ » (۱)

مرزا شہاب الدین خان بہادر کو ان منازل کی تفصیل بتاتے ہوے تحریر فرماتے ہین:

> « غازی‌آباد کا حال شمشاد علی سی سنا ہوگا۔ ہفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راہی ہوا۔ قصد یہ تھا کہ پلکنوی رہون۔ وہان قافلی کی گنجایش نپائی۔ ہاپوڑ کو روانا ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلی چلدیی۔ چار گھڑی دن رہی مین ہاپوڑ کی سرای مین پہنچا۔ دونون بھائیون کو بیٹھی ہوی اور گھوڑون کو ٹہلتی ہوی پایا۔ گھڑی بھر دن رہی قافلہ آیا۔ ... آج مین نی تمہاری والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجی پانچ کی عمل مین ہاپوڑ سی چلدیا۔ سورج نکلی بابوگڈہ کی سرای مین آپہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اوسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا ہون، اور یہ خط لکھرہا ہون۔ دونون گھوڑی کوتل آگی دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ہین۔ اب وہ آئی اور کھانا کھالیا اور چلی۔ » (۲)

حکیم غلام نجف خان کو ہاپوڑ سے مرادآباد پہنچکر لکھا ہے:

> « بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا۔ ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی۔ دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ہین۔ اب آتی جاتی ہین۔ رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جاؤنگی۔ گھبرایا ہوا ہون۔ تیسرا دن ہی پاخانہ پھری کو۔ » (۳)

مناظرِ سفر کے متعلق حکیم غلام رضا خان کو تحریر کرتے ہین:

> « تم سی رخصت ہوکر اور تمہین خدا کو سونپ کر روانۂ رامپور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ جا بجا۔ آرام سی رامپور پہنچا۔ » (٤)

### توشۂ راہ

ہاپوڑ کی سرائے مین میرزا صاحب نے اپنے واسطے چھٹانک بھر گھی مین دو شامی کباب تلوائے۔ لڑکون نے ارھر کی کھچڑی تیار کرائی، اور خوب گھی ڈالکر خود بھی کھائی، اور آدمیون کو بھی کھلائی۔ دوسرے دن کیلئے سادہ سالن بغیر ترکاری کا پکوایا۔

منزل پر پہنچکر حسین علیخان پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۴۳ (۲) ایضاً، ص ۲۹۲ (۳) ایضاً، ص ۲۳۳ (٤) ایضاً، ص ٤۵۲

اور باقر علیخان کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے۔ مرزا شہاب‌الدین خان بہادر کے خط مین مرزا صاحب نے لکھا ھے:

> « مین نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اوس مین ڈالدیے۔ رات ہوگئی تھی۔ شراب پی لی۔ کباب کھائے۔ لڑکون نے ارہر کی کھچڑی پکوائی۔ خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی، اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ دن کیواسطے سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوائی۔ باری آجتک دونون بھائیون مین موافقت ھے۔ آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ھین۔ اتنی بات زائد ھے کہ حسین علی منزل پر اوتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ھے۔ دونون بھائی ملکر کھا لیتے ھین۔ » (۱)

### ناسازی طبیعت

راستہ کی تکان اور اوقاتِ غذا مین اختلال ھوجانے کے باعث میرزا صاحب کو قبض کی شکایت ھوگئی تھی۔ حکیم غلام نجف خانصاحب کو مرادآباد سے تحریر کیا ھے:

> « بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ھوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جاؤنگی۔ گھبرایا ھوا ھون، تیسرا دن ھے پاخانہ پھرے کو۔ » (۲)

### تاریخ وروود رامپور

آخر کار چھ منزلین طے کرکے میرزا صاحب جمعرات کےدن ۱۲ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور تشریف لائے۔ قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا ھے:

> « ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا۔ » (۳)

حکیم غلام نجف خان کے محولۂ بالا خط مین بھی، جو ۱۱ اکتوبر کو مرادآباد سے لکھا تھا، یہی تحریر کیا ھے کہ کل یعنی بارا اکتوبر کو رامپور پہنچ جاؤنگا۔ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام کے خط سے بھی یہی تاریخ مستنبط ھے۔ فرماتے ھین:

> « ھفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ھوا۔ بعد قطع منازل ستہ وھان پہنچا۔ » (٤)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲

(۲) ایضاً، ص ۲۳۳

(۳) ایضاً، ص ۲۰۸، و عود، ص ۱٦۹

(٤) اردوی معلی، ص ۲٤۳

### نواب خلد آشیان کی تواضع

نواب خلد آشیان نے میرزا صاحب کی بیحد تواضع اور مدارات کی ۔ قیام کیلئے جرنیلی کی کوٹھی عطا ہوئی[۱]، اور باورچیخانۂ سرکاری سے دونون وقت کھانا مقرر ہوا ۔ حکیم غلام نجف خان نے اپنے خط مین کھانے کے متعلق تشویش کا اظہار کیا تھا ۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے اونہین لکھا ہے :

> «صبح شنبه ۲۱ اکتوبر سنه ۱۸٦٥ ع ۔ اقبالنشان عضد الدوله حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاه کی دعا پہنچی ۔ تمهاری خط سی معلوم هوا که تمکو میری کهانی پینی کی طرف سی تشویش هی ۔ خدا کی قسم لا مین یهان خوش اور تندرست هون ۔ دن کا کهانا ایسی وقت آتا هی که پهر دن چڑهی تك میری آدمی بهی روٹی کها چکتی هین ۔ شام کا کهانا بهی سویری آتا هی ۔ کئی طرح کی سالن ، پلاؤ ، متنجن ، پسندی ، دونون وقت روٹیان خمیری ، چپاتیان ، مربی ، آچار ۔ مین بهی خوش اڑکی بهی خوش ۔ کلو اچها هوگیا هی ۔ سقا ، مشعلچی ، خاکروب سرکار سی متعین هی ۔ حجام اور دهوبی نوکر رکهه لیا هی ۔» (۲)

۲٤ اکتوبر کو میرزا صاحب نے پھر حکیم صاحب کو خط لکھا ۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ مین سرکار نے کھانے اور جانورون کے گھاس دانے کی نقدی مقرر فرما دی تھی ۔ فرماتے ہین :

> «آج منگل کا دن ٤ جمادی الثانی کی اور ۲٤ اکتوبر کی هی ۔ کهانی کی اور گهوڑون اور بیلون کی گهاس دانی کی نقدی هوگئی ۔ لیکن اس مین میرا فائده هی ، نقصان نهین ۔» (۳)

### تعظیم و توقیر اور اخلاص

نواب خلد آشیان قدردانیِ علم و ہنر مین اپنے والدِ مرحوم کے سچے جانشین تھے ۔ اونہون نے میرزا صاحب کی تعظیم و توقیر اور خاطر و مدارات کا بیحد لحاظ کیا ۔ میرزا صاحب ۲۱ اکتوبر کو حکیم صاحب کو لکھتے ہین :

> «آجتك دو ملاقاتین هوئی هین ۔ تعظیم ، تواضع ، اخلاق ، کسی بات مین کمی نهین ۔» (۲)

سرکار کا التفات روز بروز زیادہ ہونے لگا تو میرزا صاحب نے ۲٤ ماہِ مذکور کو پھر حکیم صاحب کو تحریر کیا :

---

(۱) یہ عمارت قلعۂ معلی کی مشرقی دروازہ کی باهر واقع تهی ۔ نواب سید محمد حامد علیخان بهادر جنت مکان نی قلعۂ معلی کی قدیم عمارتین منهدم کراکی نئی عمارات تعمیر کرتی وقت بعد ترمیم مناسب قلعه کی اندر داخل کر لیا هی ۔ آجکل یه عمارت مهمان خانه کا کام دیتی هی ۔

(۲) اردوی معلی ، ص ۲۱۹ و ۲۲۰

(۳) ایضاً ، ص ۲۲۳

«اب روداد سنو۔ نوابصاحب کا اخلاص و التفات روز افزون ھے۔» (۱)

### اوس بات کی کچھ اصل نہین

رامپور کے سفر سے قبل میرزا صاحب نے کوئی ایسی بات سنی تھی، جو انکے تعلق ریاست کیلئے خطرناك تھی۔ یہان آ کر نوابصاحب کے التفات و اخلاص نے اوسکی تغلیط کردی۔ میرزا صاحب اپنی بیوی سے اس خطرہ کا ذکر کرچکے تھے۔ اسلئے اونکی پریشانی رفع کرنے کے خیال سے حکیم صاحب کے خط کے آخر مین اونکے صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ہوے تحریر کیا ھے:

«ظہیرالدین خان بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ۔ اور یہ خط پڑھکر سناؤ۔ اور اونسے یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نے تم سے کہی تھی وہ غلط ھے۔ اوسکی کچھ اصل نہین ھے۔» (۲)

### نواب خلد آشیان کے متعلق میرزا صاحب کی رای

میرزا صاحب سرکار کے حسنِ صورت و سیرت کے اسقدر گرویدہ ہوے کہ اونہین بعض شیوہ و روش مین نواب فردوس مکان پر ترجیح دینے لگے۔ اس زمانہ مین سرکار نے بعض عمالانِ ریاست کو سرکاری مطالبات اور عام رعایا کو غلہ کا محصول معاف کردیا تھا۔ ان تمام واقعات نے مرزا صاحب کے دل پر اچھا نقش کیا۔ چنانچہ حکیم غلام رضا خان کے خط مین انکا اسطرح ذکر کیا ھے:

«نوابصاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیہ» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کے برابر بلکہ بعض شیوۂ و روش مین اون سے بہتر ھین۔ بمجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یکقلم معاف کیا، علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ ہزار روپیہ بابت مطالبۂ سرکاری بخشدیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہونگا۔» (۳)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین:

«نوابصاحب از روی صورت روح مجسم، اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ھین۔ خزانۂ فیض کے تحویلدار ھین۔ جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ھے، اوسکی پٹنی مین دیر نہین لگتی۔ ایك لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کردیا۔ ایك اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا، اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۳ (۲) ایضاً، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ٤٥٢

> پیش هوئی. خلاصه عرضی کا سنلیا. واسطی منشی صاحب کی کچھ عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هورها هی. مقدار مجھپر نهین کھلی.» (۱)

نواب علاءالدین احمـــد خان بهـادر علائی کے خط مین نوابصاحب کی تصویر کھینچتے هین :

> «رئیس کی تصویر کھینچتا هون. قـد، رنگ، شکل، شمائل بعینه بھائی ضیاءالدین خان. عمر کا فرق اور کچھ کچھ چهره اور لحیه متفاوت. حلیم، خلیق، باذل، کریم، متواضع، متشرع متورع، شعر فهم. سینکڑون شعر یاد. نظم کیطرف توجه نهین. نثر لکھتی هین اور خوب لکھتی هین. جلالائی طباطبائی کی طرز برتتی هین. شگفته جبین ایسی که اونکو دیکھنی سی غم کوسون بھاگ جائی. فصیح بیان ایسی که اونکی تقریر سنکر ایك اور نئی روح قالب مین آئی.
> اللهم دام اقبـاله و زاد اجلاله!» (۲)

### نوابصاحب کی دوره کو روانگی اور میرزا صـاحب کا لطیفه

نواب خلد آشیان نے ۳ نومبر سـنه ٦٥ ع کو اضلاعِ ریاست کے معاینـه کیلئے تشریف لیجانے کا اراده فرمایا. مشایعت کیلئے میرزا صاحب بھی ساتھ تھے. سرکار پا برکاب هوے تو حاضرین نے آداب وکورنش ادا کی. سرکار نے میرزا صاحب کے آداب پر تبسم کیساتھ ارشاد فرمایا. «خـدا کے سپرد». میرزا صـاحب کی شوخیِ طبع نے گدگدایا، اور آپ قدرے حزین صورت بناکر بولے: «حضرت خـدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا هے. آپ پھر اولٹا مجکو خدا کے سپرد کرتے هین.»⁽³⁾

### جشن جمشیدی

دسمـــبر کا پهلا هفتـه جشنِ تخت نشینی کیلئے مقرر هوا تهـا، اور اس تقریب کیلئے اسـدرجه شـاندار تیاریان هوئی تهین که میرزا صاحب نے اسکو «جشنِ جمشیدی» سے تعبیر کیا هے. حکیم غلام نجف خان کو لکھتے هین :

> «نواب صاحب دوری سی یا آج شام کو یا کل آجائینگی. جشن جمشیدی کی تیاریان هورهی هین.» (٤)

۲۵ اکتوبر کو تاریخِ جشن کے متعلق لکھتے هین :

> «دسمبر کی پهلی سی جشن شروع هوگا. هفتـه دو هفتـه کی مـدت اوسکی هی. بعـد جشن کی رخصت هونگا. خدا چاهی تو آخر دسمبر تك تمکو آ دیکھتا هون.» (٥)

---

(۱) اردوی معلّٰی، ص ۹۸ و ۹۹
(۲) ایضاً، ص ٤٤١
(۳) یادگار غالب، ص ٤۲
(٤) اردوی معلی، ص ۲۳۱
(٥) ایضاً، ص ۲۲٤

مرزا تفته کو تحریر کیا ھے:

> «جشن یکم دسمبر سی شروع۔ ٥ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع۔» (۱)

٦ دسمبر سنه ٦٥ ع کو نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو جشنِ جمشیدی کی روداد لکھتے ہوئے فرماتے ھین:

> «یہان جشن کی وہ سامان ہو رہی مین کہ اگر جمشید دیکھتا تو حیران رہجاتا۔ شہر سی دو کوس پر آغاپور نامی ایك بستی ھی۔ آٹھ دس دن سی وہان خیام برپا تھی۔ پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کی آئی، اور خیمون مین اوتری۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوی۔ سب سرکار رامپور کی مہمان۔ کل سہ شنبہ ٥ دسمبر حضور پرنور بڑی تجمل سی آغاپور تشریف لیگئی۔ بارہ پر دو بجی گئی، اور شام کو پانچ بجی خلعت پہنکر آئی۔ وزیر علیخان خانسامان خواصی مین سی روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا۔ دو کوس کی عرصہ مین دو ہزار روپیہ سی کم نہ ایثار ہوا ہوگا۔ آج صاحبان عالیشان کی دعوت ھی۔ «لنچ» شام کا کھانا یہین کھائینگی۔ روشنی، آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی۔ طوائف کا وہ ہجوم، حکام کا وہ مجمع، کہ اس مجلس کو طوائف الملوك کہا چاھیے۔ کوئی کہتا ھی کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کی کل جائینگی۔ کوئی کہتا ھی پرسون۔» (۲)

عزم مراجعت

ابتداءً میرزا صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ دو چار مہینے رامپور مین قیام کرین گے۔ چنانچہ شاکر کو تاریخِ روانگیِ رامپور کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر کیا تھا:

> «دو چار مہینی وہان رہنا ہوگا۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو رامپور بھیجین۔» (۳)

لیکن رامپور مین کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ اختتامِ جشن کے بعد رخصت طلب کرین، اور آخرِ دسمبر تك دلی جا پہنچین۔ حکیم غلام نجف خان کو ۲٤ اکتوبر کو لکھا ھے:

> «دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ہوگا۔ ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اوسکی ھی۔ بعد جشن کی رخصت ہونگا۔ خدا چاھی تو آخر دسمبر تك تمکو آ دیکھتا ہون۔» (٤)

میرزا علائی کو ٦ دسمبر کو تحریر کیا ھے:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۹۹ (۲) ایضاً، ص ٤٤۱

(۳) ایضاً، ص ۲۱٦، و عود، ص ۱٦۰ (٤) اردوی معلی، ص ۲۲٤

> «بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا۔ بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا۔» (۱)

اسیطرح قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو بریلی کی دعوتِ قدوم کے جواب مین لکھا ہے:

> «پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطی رامپور آیا۔ مین کہان اور بریلی کہان۔ ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا۔» (۲)

### لڑکون کی روانگی

باقر علیخان اور حسین علیخان اب نوجوان تھے، اور اب انہین تنہا بھیجدینے مین اوس قسم کے خطرات پیدا نہین ہوتے تھے، جنکے خوف سے سنہ ۶۰ع کے سفر مین میرزا صاحب نے فردوس مکان کے اصرار کے باوجود رامپور قیام نہین کیا تھا، اور بچون کی ضد پر راہی دہلی ہوگئے تھے۔ لہذا میرزا صاحب نے دونون کو سرکار سے مراجعت کی اجازت دلا کر جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو دو آدمیون کیساتھ دلی روانا کردیا۔ سرکار نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔ نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو اسکے متعلق میرزا صاحب نے لکھا ہے:

> «آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی، ۱٤ مرغ، ٦ بڑی اور آٹھ چھوٹی، (لی) کی دلی کو روانہ ہوی۔ دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ہین۔ نوابصاحب نی وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔» (۳)

### میرزا صاحب کی تاریخ روانگی

اسی خط کے آخر مین میرزا صاحب نے لکھا:

> «میری چلنی کا حال یہ ہی کہ انشاء اللہ تعالی اسی ہفتہ مین چلونگا۔»

۲٦ دسمبر کو پھر تحریر فرماتے ہین:

> «جانا! جانا! ایک خط میرا تمھاری دو خطون کی جواب مین تمکو پہنچا ہوگا۔ ... آج منگل ہی ۷ شعبان کی اور ۲٦ دسمبر کی۔ دونو بھتیجی تمھاری جمعہ کی دن ۲۲ دسمبر کو روانۂ دہلی ہوی۔ مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا۔» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، ص ٤٤۲

(۲) ایضاً، ص ۲۰۸ و عود، ص ۱٦۹

(۳) اردوی معلی، ص ۳۹٤

(٤) ایضاً، ص ۳۹٦

اس حساب سے میرزا صاحب جمعرات کے دن ۲۸ دسمبر سنه ٦٥ ع کو رامپور سے رخصت ہوے۔

### احباب رامپور سی آخری ملاقات

سرکار سے رخصت حاصل کرکے میرزا صاحب قیامگاه پر تشریف لائے۔ یهان رامپور کے بعض احباب الوداع کهنے کیلئے پهلے سے جمع تھے۔ صاحبزاده سید نجابت علیخان بهادر نے، جو اپنے والد صاحبزاده سیّد هدایت علیخان بهادر کے ساتھ میرزا صاحب سے آخری ملاقات کیلئے گئے تھے، ایکروز میرزا غالب کے تذکره مین حقیر عرشی سے بیان کیا، که جب میرزا صاحب سرکار مین سے واپس آئے، تو مین اپنے والد کے همراه اونکے قیامگاه پر موجود تھا۔ میرزا صاحب نے احباب کیطرف مخاطب هوکر فرمایا:

«بهئی! هم نے ابھی یه شعر کها هے:

اب هے دلی کیطرف کوچ همارا غالب ٭ آج هم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے»(۱)

### رخصتانه کی رقم

میرزا صاحب نے ۲۸ نومبر کو رامپور سے تفته کو لکھا تھا:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صله مانگنی نهین آیا، بهیك مانگنی آیا هون۔ روٹی اپنی گره سی نهین کهاتا، سرکار سی ملتی هی۔ وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی همت۔» (۲)

نواب خلد آشیان تاریخِ تحریرِ خط سے ۲۱ روز قبل ۷ نومبر سنه ٦٥ ع کو ایك هزار روپیه عطا فرما چکے تھے۔ تاهم ۲٦ دسمبر سنه ٦٥ع کو

---

(۱) مولانا نظامی بدایونی نی شرح دیوان غالب اردو (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنه ۱۹۲۲ ع) کی صفحه ۲٥٤ پر یه مقطع اور ایك شعر نقل کرکی حاشیه مین لکھا هی: «حضرت نواب سی نواب یوسف علیخان ناظم والی رامپور کی طرف اشاره هی۔ یه اوس غزل کی شعر هین جو رامپور می رخصت هوتی وقت لکھی تھی۔ چونکه دیوان اوسوقت مرتب هوکر شایع هو چکا تھا۔ اسلئی دیوان مین شامل نهین هوئی»۔ اس بیان مین مولانا سی تسامح هوا هی۔ کیونکه ایك عینی شاهد کی بیان سی معلوم هوتا هی، که یهان نواب خلد آشیان محمد کلب علیخان بهادر مراد هین۔ علاوه ازین چونکه پهلی سفر مین میرزا صاحب رامپور سی دیوان اردو کی نقل لیگئی تھی، جس نی دیوان طبع هوا، اسلئی نواب فردوس مکان کی بجائی نواب خلد آشیان کی عهد کی غزل کا اوس مین شامل نهونا قرین قیاس اور مطابق واقعه هو سکتا هی۔

(۲) اردوی معلی، ص ۹۸

۲۰۰ روپیہ بوجہِ زادِ راہ مرحمت فرما کر میرزا صاحب کی اس آرزو کی بھی تکمیل کردی۔

نواب ضیاءالدین خان بہادر کی فرمایش

نواب ضیاء الدین خان بہادر نیّر نے میرزا صاحب سے فرمایش کی تھی کہ رامپور سے بانس کی غلیل لائین۔ میرزا صاحب نے فرمایش پوری کی۔ لیکن غلیل پر جو کچھ بیتی وہ دلچسپی سے خالی نہین۔ علائی کے نام رامپور سے ۲۶ دسمبر کو لکھا ہے:

> «تو کان گروھہ کھا کر۔ فارسی بھگارا کر۔ مجھسی ھندی کی چندی سن۔ ایك غلیل حضور نی دینی کی ھی۔ ایك علی‌اصغرخان سی میٹھی۔ دونون کل آئینگی۔» (۱)

لیکن سوءِ اتفاق سے فرمایش کی تکمیل مین سعی کے بعض مدارج رہگئے، اور غلیل پر نئی افتاد پڑی۔ ۱۳ جنوری سنہ ۶۶ع کو میرزا صاحب علائی کو لکھتے ہین:

> «میان چلتی وقت تمھاری چچا نی غلیل کی فرمایش کی تھی۔ رامپور پہنچکر وہ بڑی سعی و تلاش ھات آگئی۔ بنوا رکھی۔ لڑکون نی ملازمون نی سب نی مجھسی سنلیا کہ یہ نواب ضیاءالدین خان کیواسطی ھی۔ اب چلنی سی ایك ھفتہ پہلی تمنی غلیل مانگی۔ بھائی! کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی۔ کہین بہم نہ پہنچی۔ دس روپیہ تك مول کو نہین ملی۔ نواب صاحب سی مانگی۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی۔ ایك امیر کی ھان پتا لگا۔ دوڑا ھوا گیا۔ کھپچی موجود پائی۔ لیکن کیا کھپچی؟ جیسی نجف خان کی عہد مین تورانیون مین ھماری تمھاری ھڈی۔ بنوانی کی فرصت کہان؟ آج لی کل چلدیا۔ اس بانس کی قدر کرنا، اور اسکو اچھی طرح بنوا لینا۔» (۲)

سفر کی مصائب

رامپور سے واپسی مین میرزا صاحب کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ دریایِ رام گنگا مین سرمائی بارش کے سبب سیلاب تھا۔ میرزا صاحب کی پالکی کے پار ہوتے ہی پانی کے زور سے کشتیون کا عارضی پل ٹوٹ گیا۔ اسباب کی گاڑیان اور خدام سب مجبوراً اوس پار رہ گئے، اور میرزا صاحب یکہ وتنہا صرف ایک کمبل ساتھ لیئے مرادآباد کی سرا مین اقامت گزین ہوے۔

---

(۱) اردوی معلیٰ، ص ۳۹۶ (۲) ایضاً، ص ۴۱۵۔ نسخہ مین «کرتا» اور «بنوا لیتا» ہی۔

بڑھاپے کی کمزوری سرمائی تکلیفون کا مقابلہ نکر سکی، اور یہ بیمار ہوگئے. پانچ دن صدرالصدورِ مرادآباد کے ہان قیام کیا، اور جب قدرے رو بصحت ہوے تو دلی کا عزم کیا. دلی پہنچکر نواب خلد آشیان کو لکھتے ہین:

«بعد تسلیم معروض هی . مرادآباد پهنچا ، بعد پالکی کی اوتر آنیکی پل کا ٹوٹ جانا ، گاڑی اسباب یہانتك كه رخت خواب کا مع آدمیون کی اوسی زمہریر کی میدان مین رهنا ، بغیر جاڑی کی کچھ نہ کھانا ، خیر جو اونپر گزری وہ جانین مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹھرا . بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑ رہا . یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نی مجھی * تب امان ھجر مین دی برد لیالی نی مجھی

صبح کو خستهٔ و رنجور اوٹھا . صاحبزاده ممتازعلیخان بہادر کی بھیجی هوی دو فرشتی آئی . اوٹھاکر سعید الدین خانصاحب کی هان لیگئی . صاحبزاده صاحب نی وه تعظیم و تکریم ، اور سعید الدین خانصاحب نی وه تکریم و تعظیم کی ، که میری ارزش سی زیاده تھی . ناگاه مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئی ، اور مجھی اپنی گھر لیگئی . پانچ دن وهان رہا . بھائی نواب مصطفی خان بہادر وهین مجھسی آکر ملی . دوسری دن وه رهگرای دار السرور رامپور اور مین جاده نورد ستم‌آباد دهلی هوا . » (۱)

### سرکار کی همدردی

یہ عریضہ ۱۰ جنوری سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا تھا. لیکن سرکار کو اس کے پہنچنے سے پہلے نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کی زبانی تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی. اونھون نے مرادآباد کے پتہ سے میرزا صاحب کو لکھا:

«زبانی نواب مصطفی خان بہادر کی دریافت هوا که مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل هوگئی هی . باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا هوا . اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی که خیریت مزاج سی مطلع کیجی . اور اگر هنوز طبیعت مائل باعتدال نهو ، اور آپکا اراده قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت هو ، تو آپ رامپور مین تشریف لائي . یہان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا . » (۲)

اس فرمان کے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۱ جنوری کو لکھا:

«اس سفر کا حال کیا عرض کرون . دلی سی رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانه گیا . اختلافات آب و هوا و تفرقهٔ اوقات غذا کو هرگز نه مانا ، اور رنج راه کو هرگز خیال مین نه لایا . وقت معاودت اندوه فراق نی وه فشار دیا ، که جوهر روح گداز پاکر هر بن مو

---

(۱) مکاتیب ، ص ٦٥

(۲) ایضاً ، ص ٦٨ ، حاشیه نمبر ۲

سی ٹپك گیا . اگر آپکی اقبال کی تایید نہوتی، تو دلی تك میرا زندہ پہنچنا محال تھا . جاڑا، مینہ، قبض و انقباض، فقدان جوع، فاقہ‌های متواتر، منزلهای نامانوس، ھاپوڑ تك آفتاب کا نظر نہ آنا، شب و روز ھوای زمہریر کا جانگزا رھنا . باری ھاپوڑ سی چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی. دھوپ کھاتا ھوا دلی پہنچا . ایك ھفتہ کوفتۂ و رنجور رھا . اب ویسا پیر و ناتوان ھون جیسا کہ اس سفر سی پہلی تھا . خدا وہ دن کری کہ پھر اوس در پر پہنچون !» (١)

میرزا صاحب لٹگئے

اس سفر مین میرزا صاحب کی تکالیف اس حد کو پہنچگئی تھین کہ وہ اسکو تاراجیِ حسنِ فکر سے تعبیر کرتے تھے . مرزا شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھتے ھین :

«رامپور کی سفر مین تاب و طاقت، حسن فکر، لطف طبیعت، یہ سب اسباب لٹگیا . » (٢)

سفر رامپور کا رہ آورد

ان جسمانی اذیتون نے میرزا صاحب کی صحت پر بہت برا اثر کیا، اور انھین رعشہ و ضعفِ بصر کی شکایت زیادہ ھوگئی . ١٢ مئی سنہ ٦٦ ع کو مولوی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر فرماتے ھین :

«تمکو میری خبر بھی ھی . آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ھون . آگی بہرا تھا . اب اندھا ھوا چاھتا ھون . رامپور کی سفر کا رہ آورد ھی رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین، انگلیان ٹیڑھی ھوگئین . حرف سوجھنی سی رھگئی . » (٣)

وقت و تاریخ ورود دھلی

عناصر کی ان بیرخائیون کا مقابلہ کرتے ھوے میرزا صاحب ٨ جنوری سنہ ١٨٦٦ ع کو دو شنبہ کے دن گیارا بجے دلی پہنچے . مرزا تفتہ کو ورود کی اطلاع دیتے ھوے تحریر کرتے ھین :

«لو صاحب! کھچڑی کھائی دن بہلائی . کپڑی پھاٹی گھر کو آئی . ٨ جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کی دن غضب الھی کیطرح اپنی گھر پر نازل ھوا . تمھارا خط مضامین دردناك سی بھرا ھوا رامپور مین مین نی پایا . جواب لکھنی کی فرصت نہ ملی . بعد روانگی کی مرادآباد مین پہنچکر بیمار ھوگیا . پانچ دن صدر الصدور صاحب کی ھان پڑا رھا . اونھون نی بیمارداری اور غمخواری بہت کی . » (٤)

حکیم احمد حسن مودودی کو لکھا ھے :

---

(١) مکاتیب، ص ٦٨ (٢) اردوی معلی، ص ٣٢١ (٣) ایضاً، ص ٣٧ (٤) ایضاً، ص ١٠٨

> «ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ عرض راہ میں بیمار ہوا۔ پانچ دن مرادآباد میں صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہوں۔» (۱)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہیں :

> «بندۂ گناہگار شرمسار عرض کرتا ہو، کہ پرسوں غازی‌آباد کا اوٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلای ناگہانی نازل ہوا ہوں۔
>
> باید کہ کنم ہزار نفرین بر خویش * اما بزبان جادۂ راہ وطن» (۲)

مولوی عبدالرزاق شاکر کو لکھا ہے :

> قبلہ! یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ۸ جنوری کو فقیر دلی پہنچا، تھکا ماندہ خستۂ و رنجور، ہنوز افاقت کلی نہین پائی۔» (۳)

یہی تاریخ نواب خلد آشیان کو بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہین :

> «دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۲۸۲، ۸ جنوری ۱۸۶۶ در غمکدہ پر پہنچا۔ حضور کی اقبال کی تایید تھی۔ ورنہ مین اور جیتا دلی پہنچتا۔» (٤)

### دلی سی باہر رہنی کی کل مدت

میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو دلی سے روانا ہوے اور ۸ جنوری سنہ ٦٦ ع کو دلی واپس پہنچے۔ اس حساب سے انکی دلی سے باہر رہنے کی کل مدت تین ماہ ہے۔

### ارسال ہدایا

میرزا صاحب اور دربارِ رامپور کے درمیان حسبِ ضابطۂ مودت و خلوص تحفے اور ہدیات کی آمد و شد کا سلسلہ بھی پایا جاتا ہے۔ سرکاری تحفون مین رامپور کے آم ہوتے تھے، جو طبعاً مرغوب ہونے کیوجہ سے میرزا صاحب کو انگریزی خلعت اور سرکاری عطیات سے کم نہ معلوم ہوتے ہونگے۔ ۱۷ جون سنہ ٦۲ ع کو میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو لکھا ہے :

> «رامپور سی نوابصاحب اپنی باغ کی آمون مین سی اکثر بسبیل ارمغان بھیجتی رہتی ہین۔» (٥)

جولائی سنہ ٦٤ ع مین سرکار نے دو سو آم بھیجے تھے۔ میرزا صاحب

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷۹ (۳) عود، ص ۱٦۲
(٤) مکاتیب، ص ٦۷ (٥) اردوی معلی، ص ۲۹

۵ جولائی کو اس عنایت کی رسید مین لکھتے ھین:

«نوازشنامہ اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین۔
«شکر نعمتهای تو چندان که نعمتهای تو»۔ » (۱)

وقتاً فوقتاً میرزا صاحب بھی پھل بھیجا کرتے تھے۔ ایکبار انھون نے رنگترے ارسال کیئے، تو اسکی رسید مین ۲ جون سنہ ٦١ع مطابق ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۷۷ھ کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا، کہ دمریزی رنگترے موصول ہوے۔ شکریہ قبول فرمائیے۔

فرمایشین

اس کے علاوہ کبھی کبھی دونون طرف سے بعض چیزون کی فرمایش بھی ہوجاتی تھی۔ سنہ ٦٤ع مین نواب فردوس مکان نے چوب چینی کی فرمایش کی۔ میرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر «رنگین و سنگین و بےگرہ یا کم گرہ قطعاتِ چوب چینی» مہیا کرکے سرکاری کہار کے ہاتھ روانا کیئے، اور از راہِ معذرت لکھا:

«دلی اب شہر نہین۔ چھاؤنی ہے۔ کنپ ہے۔ نہ قلعہ نہ شہر کے امرا، نہ اطراف شہر کے روسا۔» (۲)

رامپور کے دوسرے سفر مین نواب ضیاءالدین خان بہادر نیر کیلئے میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان سے ایک بانس کی غلیل مانگی تھی۔ سرکار نے حکم دیا کہ توشہ خانۂ خاص سے عطا کردیجائے۔ میرزا صاحب رامپور سے ۷ شعبان سنہ ۸۲ھ مطابق ۲٦ دسمبر ٦٥ع کو علائی کے خط مین لکھتے ھین:

«مجھ سے ہندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حضور نے دینی کی ہے۔» (۳)

بعد ازان اسی غلیل کے متعلق ۲۵ شعبان مطابق ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ع کو لکھا ہے:

«اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤن، کہ کتنی جستجو کی۔ کہین بہم نہ پہنچی۔ دس روپیہ تک مول کو نہ ملی۔ نوابصاحب سے مانگی۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی۔» (٤)

۱۱ جولائی سنہ ٦١ع مطابق غرۂ محرم سنہ ۷۸ھ کو میرزا صاحب نے آمون کی فرمایش کی تھی۔ اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا:

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۹ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) اردوی معلی، ص ۳۹٦ (٤) ایضاً، ص ٤۱۵

> «در بارہ ترسیل انبہ‌ھای کی، کہ زیب ترقیم فرمایا ھی، حال یہ ھی کہ امسال بہار انبہ کی باغات اس سرکار مین بہت قلیل اور کم رھی۔ اور علاوہ اسکی عجب کیفیت اون مین پیدا ھوئی کہ قابل رکھنی دو چار دن کی نہ تھی۔ یعنی در صورت رکھنی کی خراب اور بوسیدہ ھو جاتی تھی۔ اس سبب سی بھیجنا انبہ‌ھای کا متصور نہوا۔ ظھورا اس امر کا بعالم مجبوری تصور فرمائیے۔»

### دیگر خدمات

میرزا صاحب سرکار کی دیگر خدمات بجا لانے کیلئے بھی ہر وقت تیار رھتے۔ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۸۱ ھ مطابق ۱۴ اگست سنہ ۶۴ ع کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا:

> «درینولا شب سہای ساھو رھنیوالی رامپور کی بغرض علاج چشم دھلی گئی ھین۔ آپ اطبای دھلی کو دکھا کر علاج کرادین۔ یہ متوسل اس سرکار کی ھین۔»

میرزا صاحب نے ساھو صاحب کا دلی مین بخوبی علاج کرادیا۔

جولائی سنہ ۶۷ ع مین نواب خلد آشیان نے مرزا رحیم الدین بہادر حیا سے لکھوایا کہ دلی کے فاضل شطرنج باز کو رامپور روانا کردیجیے۔ میرزا صاحب نے اوسکو خرچ دیکر روانہ کیا اور اطلاعاً نواب صاحب کی خدمت مین لکھا:

> «بموجب تحریر میرزا رحیم الدین بہادر حیا کی فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا۔» (۱)

### سرکار کا طریق خطاب

سرکاری فرامین مین میرزا صاحب کو مساویانہ مخاطب کیا جاتا تھا۔ چنانچہ القاب، آداب اور خاتمہ، ھرجگہ مساوات و محبت کا لحاظ پایا جاتا، اور علی العموم فرمان کا انداز یہ ھوتا ھے:

> «نوابصاحب مشفق مہربان کرمفرمای مخلصان سلمہ اللہ تعالی۔ بعد اشتیاق مواصلت موفور المسرت کہ متجاوز التحریر ھی مشھود ضمیر مودت تخمیر کی ھو.... زیادہ جمعیت و نشاط ھو۔»

اثنای مطالب مین جہان میرزا صاحب کے خط کا حوالہ آیا ھے وھان اونکے مکتوب کو «سامی صحیفۂ لطف آگین» یا «نمیقۂ انیقۂ بلاغت مشحون» یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ھے۔ اسیطرح ھرجگہ لفظ «مشفقا» سے

---

(۱) مکاتیب، ص ۹۵

تخاطب نظر آتا ھے۔ ان رواسم و آداب سے اندازہ ھوسکتا ھے، کہ سرکارِ رامپور سے میرزا صاحب کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔

### میرزا صاحب کا طریق خطاب

خود میرزا صاحب کے عرایض کے القاب، آداب اور خاتمہ بھی اس پر شاھد ھین کہ اس رشتہ کی بنا احسان وعنایت سے زیادہ محبت و خلوص پر تھی۔ چنانچہ میرزا صاحب نے تقریباً تمام عرایض مین «ولیِ نعمت» سے مخاطب کیا ھے، اور «بعدِ تسلیم معروض ھے» سے اظہار مطلب شروع کرکے «زیادہ حدِ ادب» پر عریضہ کو ختم کردیا ھے۔ خاتمہ مین صرف دو دعائیہ شعر پائے جاتے ھین، جن مین سے کبھی ایك کبھی دوسرا خط کی زینت بڑھاتا رھتا تھا۔ یہ بھی بناوٹ اور تصنع سے دوری و نفرت پر دلالت کرتا ھے۔

### میرزا صاحب کے رامپوری شاگرد

میرزا صاحب کے خطوط مین رامپور کے صرف ایك ایسے بزرگ کا ذکر آیا ھے، جو اون سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ یہ صاحبزادہ سید عباس علیخان بہادر ابن نواب سید عبد العلیخان بہادر، نواب فردوس مکان کے حقیقی چچازاد اور نسبتی بھائی، اور نواب خلد آشیان کے حقیقی مامون تھے۔ بیتاب تخلص کرتے اور میرزا صاحب سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو ۲۳ اپریل سنہ ۱۸٦۷ع کو لکھا ھے:

> «مین اب محض نکما ھوگیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ پچاس جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ھوے بکس مین دھرے ھین۔ ازانجملہ تین صاحبون کے نام تمکو لکھتا ھون۔ سر ابراھیم علیخانصاحب، میر عالم علیخانصاحب، نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی مامون۔» (۱)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۳

# انشـای غالب

میرزا صاحب کے عہد تك ہندوستان کا تعلیم یافتہ طبقہ فارسی زبان مین اظہارِ خیالات پسند کرتا، اور دیسی زبان کا پایہ اپنے مرتبہ سے فروتر جانتا تھا. عرصۂ دراز تك میرزا صاحب بھی اسی روشِ عام کے دلدادہ رہے. لیکن رفتہ رفتہ انکی فارسی خط وکتابت کی جگہ اردو نے حاصل کرنی شروع کردی، جو آخرِ عمر تك پہنچکر انکے اظہارِ خیالات کا واحد ذریعہ ہوگئی.

### اردو انشا کا آغاز اور خواجہ حالی کی رای

اردو مراسلت کی ابتدا کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی تصریحی بیان موجود نہین. البتہ خواجہ حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین:

> «معلوم ہوتا ہی کہ مرزا سنہ ١٨٥٠ ع تك ہمیشہ فارسی مین خط کتابت کرتی تھی. مگر سنہ مذکور مین، جبکہ وہ تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئی گئی، اور ہمہ تن مہرنیمروز کی لکھنی مین مصروف ہوگئی، اسوقت بضرورت انکو اردو مین خط کتابت کرنی پڑی ہوگی. وہ فارسی نثرین اور اکثر فارسی خطوط، جن مین قوت متخیلہ کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سی بھی کسیقدر غالب معلوم ہوتا ہی، نہایت کاوش سی لکھتی تھی. پس جب انکی ہمت مہرنیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی ضرور ہی کہ اسوقت اونکو فارسی زبان مین خط کتابت کرنی اور وہ بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہوئی ہوگی. اسلئی قیاس چاہتا ہی کہ انہون نی غالباً سنہ ٥٠ ع کی بعد سی اردو زبان مین خط لکھنی شروع کئی ہین.» (١)

### مہر صاحب کا اختلاف

مولانا غلام رسول مہر کو خواجہ صاحب کی رائے سے اختلاف ہے. اونکے نزدیك میرزا صاحب کی اردو مراسلت سنہ ١٨٥٠ ع سے قبل شروع ہوچکی تھی. لیکن وہ اسلئے ضایع ہوگئی کہ اوسوقت کے اہل علم اردو کو اہمیت نہین دیتے تھے. مولانا کے وجوہِ اختلاف حسب ذیل ہین:

---

(١) یادگار غالب، ص ١٧٤

> «... اول مهر نیمروز کوئی بڑی کتاب نهین جسکی ترتیب مین غالب کی اوقات کا بیشتر حصه صرف هوتا هوگا. یه کتاب انهون نی کم و بیش پانچ برس مین مرتب کی، موجوده مطبوعه صورت مین اسکی ۱۱۸ صفحی هین. اس سی ظاهر هی که باعتبار اوسط وه سال بهر مین زیاده سی زیاده پچیس صفحات لکهتی رهی، اور یه غالب جیسی قادر الکلام اور مشاق نثر نگار کیلئی کوئی بهت بڑا کام نهین هی، جسکی تکمیل کی خاطر انهین فارسی خط و کتابت ترك کرنی پڑی هو.
>
> دوسری خط وکتابت مین انکا عام انداز پیچیده اور الجها هوا نه تها. بلکه جوکچهه لکهتی تهی عموما بلا تکلف لکهتی تهی. اردو خطوط کیطرح فارسی خطوط مین بهی تکلفات سی آزادگی هر مقام پر ظاهر هی. انهون نی «پنج آهنگ» کی آغاز مین نثر نگاری کی جو خصایص بیان کئی هین ان سی ظاهر هی که وه ابتدا هی سی صحیح راسته پر گامزن تهی. اور یه نهین کها جاسکتا که هر فارسی خط کی لفظ لفظ پر گهنٹون مصروف فکر رهتی تهی.
>
> تیسری انکی فارسی مکاتیب مین ایك خط منشی جواهر سنگهه جوهر کی نام هی جس مین سر کیلئی لنگی کی فرمایش کی هی. اس خط کی آخر مین مطبوعه «پنج آهنگ» مین یکم دسمبر سنه ۱۸٤۸ع مطابق چهارم محرم سنه ۱۲۵۱ ﻫ ثبت هی. هجری اور عیسوی تاریخ مین مطابقت نهین هوتی. جس سی ظاهر هوتا هی که کم از کم ایك تاریخ ضرور غلط هی. اگر تاریخ هجری کو سنه ۱۲۵۱ ﻫ کی بجائی سنه ۱۲۶۱ ﻫ رکها جائی تو عیسوی تاریخ سنه ۱۸٤۵ع هونی چاهئی. میرا خیال هی که یهی صحیح هی. ان کی اردوی معلی کی ایك خط مین بهی منشی جواهر سنگهه سی لنگی کا تقاضا موجود هی. وه فرماتی هین: «کیون صاحب وه هماری لنگی ابتك کیون نهین آئی. بهت دن هوی جب تم نی لکها تها که اسی هفتی بهیجونگا». یه دونون خط لازماً ایك دوسری سی قریب کی زمانی مین لکهی گئی هونگی. میرا خیال یهی هی که غالب سنه ۱۸۵۰ع سی قبل اردو خط و کتابت شروع کرچکی تهی. لیکن چونکه اس زمانی مین اردو نثر کو اهل علم زیاده بلند پایه نهین دیتی تهی. اسلئی وه خط محفوظ نره سکی. لیکن جیسی جیسی اردو کا رواج بڑهتا گیا اور فارسی کا رواج کم هوتا گیا غالب کی خط و کتابت فارسی کی بجائی اردو مین زیاده هوتی گئی.» (۱)

### وجوه مین کلام

میری ناقص راے مین مولانا مهر کے وجوهِ اختلاف مین کلام کی گنجایش موجود هے. اونکی پهلی دلیل کے متعلق یه عرض هے که میرزا صاحب کے زمانه تك جس قسم کی فارسی زبان ایران و هندوستان مین مروج تهی، اوسکی بهترین مثالین ابو الفضل، ظهوری، جلالایِ طباطبائی، میرزا طاهرِ وحید وغیره اهلِ قلم کی تصنیفات هین. یه سب بزرگ اپنے کلام کی زینت و شکوه

---

(۱) غالب مصنفهٔ مهر، ص ۳۰۷

کیلئے عربی الفاظ بکثرت استعمال کرتے تھے۔ ان الفاظ نے رفتہ رفتہ اصطلاحی حیثیت اختیار کرلی تھی، اور تقریباً ھر فارسی نویس، خواہ اوسکی ادبی حیثیت و استعداد معمولی ھی ھوتی، اپنی روزمرہ کی تحریرون مین ان وزنی الفاظ کو کھپانے کا عادی ھوگیا تھا۔ اسکے علاوہ مخصوص استعارے اور تشبیہین بھی رواجِ عام حاصل کرچکی تھین۔ چنانچہ ابوالفضل کے بعد سے میرزا صاحب کے وقت تك مختلف اصحاب کی ادبی اور تاریخی تالیفات دیکھنے سے صاف نظر آتا ھے کہ اظہارِ مطالب مین ھر پچھلے فارسی نویس نے اپنے پیشرو کے نشانہاے قدم پر قدم رکھنے کی پوری کوشش کی ھے، اور تقریباً سب نے ایك مضمون کو ایك ھی انداز مین لکھا ھے۔

میرزا صاحب کو قدرت نے اُپج والی طبیعت عطا کی تھی۔ وہ فطرتاً روشِ عام کو ناپسند کرتے تھے، اور چاھتے تھے کہ اپنی انفرادیت کو میدانِ ادب مین بھی نمایان رکھین۔ اونکی اس فطری اُپج اور انفرادیت کی کوشش کا اثر نثرِ فارسی پر بھی پڑا، اور وہ طرزِ ادایِ مطاب اور انتخابِ الفاظ دونون مین ابوالفضل وغیرہ ادیبون کی نثر سے ممتاز ھوگئی۔

چونکہ میرزا صاحب نے قدیم شاھراہ سے ھٹکر ایك نئی روش اختیار کی تھی، اسلئے اونھین قدم قدم پر وہ تمام مشکلات پیش آتی ھونگی، جو پرانی طرز کے تارك اور نئے انداز کے موجد کو پیش آیا کرتی ھین۔ اور چونکہ میرزا صاحب رسمِ عام کے برخلاف عربی الفاظ کے استعمال سے بھی حتی المقدور احتراز کیا کرتے تھے، حتی کہ اونکی اکثر تحریرون سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ کاتب نے ایك پیش پا اوفتادہ عربی لفظ ترك کرکے بالقصد فارسی نژاد لفظ استعمال کیا ھے، پس کسطرح باور کیا جاسکتا ھے کہ قطعِ نظر اور تمام تحریرون سے خود «مہرِ نیمروز» کی تالیف مین بھی میرزا صاحب نے کافی غور و خوض کی ضرورت محسوس نہ کی ھوگی۔ خصوصاً جبکہ «مہرِ نیمروز» اکبر نامہ

کے مقابله مین لکھی جا رهی تھی اور انهین ایك مسلم الثبوت استاد سے بازی لیجانا منظور تھا .

ان دشواریون کی تصدیق خود میرزا صاحب کے بیان سے بھی هوتی هے . انهون نے «مهرِ نیمروز» کے دیباچه مین لکھا هے که مین نے اپنی عمر کا گزشته حصه باده خواری و نظم نگاری مین بسر کیا تھا . اگر کبھی ضرورتاً نثر نگاری کا اتفاق هوا تو نثر کو نظم هی کے مستانه انداز مین لکھا . بنا برین سلاطینِ تیموریه کی تاریخ جس اندازِ نگارش کی مقتضی هے اس ابتلا و پریشانی کے زمانه مین ، که دل افسرده اور تن خسته هے اور یه حال هے که

> «نگارش اگر همه یك صفحه بیش نبود ، پیش ازانکه انجام گزیند و بهم پیچیدن ورق را هنگام آید انامل بهم پیچد ، و کلك از بنان فرود افتد .» (۱)

مجھ سے اسکا انصرام ممکن نهین . لهذا یه کسطرح مناسب هوگا که روزگار یه فیصله کرلے که

> «در فسانه سرائی آوازهٔ ساز مرا اندازه و اندازهٔ انداز مرا آزمودن برگیرد .» (۱)

بهر حال مین

> «از کار فرمائی این نگارش سپاس پزیرم ، که بپرداختن این نمط ، که خود را چون سایه با زمین هموار ساخته ام تا پرداخته ام ، و به انگیختن این نقش که چشم و دل و نگاه و نفس باهم آمیخته ام ، تا انگیخته ام ، دست از کارهای دگر کوتاه است و دل از اندیشههای دگر برکنار .» (۲)

میرزا صاحب کی اس تصریح کے بعد که «مین نے اس روش کے نباهنے مین اپنے آپکو سایه کیطرح زمین پر بچھا دیا تھا ، اور اس نقش کی درستگی مین چشم ودل و نگاه و نفس سب کو لگادیا تھا ، تب اسکے سرانجام سے عهده برآ هوا هون» اس خیال کی گنجایش باقی نهین رهتی که «یه غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثرنگار کیلئے کوئی بهت بڑا کام نهین هے .»

اب یه مسئله باقی رهجاتا هے که کیا میرزا صاحب نے ۲۵ صفحے فی سال کے

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۷۳ (۲) ایضاً ، ص ۲۷٤

حساب سے «مہرِ نیمروز» کی تالیف پر صرف کئے۔ واقعات اسکے خلاف ہین۔ «پنج آہنگ» مین منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام ایک خط درج ہے جو ۱۱ جون سنه ۱۸۵۲ع کو لکھا گیا تھا۔ اس مین میرزا صاحب نے «مہرِ نیمروز» کے مسوده کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

> «مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست ہیرا سنگھ روان داشته ایم و ہنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم۔ اگر رسیده است بنویسند۔ ورنه از ہیرا سنگھ باز پرس کنند۔» (۱)

اس خط سے واضح ہے که میرزا صاحب نے سنه ۱۸۵۰ع مین «مہرِ نیمروز» شروع کرکے ۱۱ جون سنه ۵۲ع سے قبل تمام کرلی تھی۔ اسکے بعد کا زمانه، جو تقریباً دو برس یا اس سے کچھ زائد ہے، نظرِ ثانی مین گزرا، اور جب میرزا صاحب نے اپنے احباب کو کتاب دکھا کر داد لیلی تب بادشاه کے حضور مین اوسے پیش کیا۔ اس صورت مین ۲۵ صفحه فی سال کے بجائے ۵۹ صفحات فی سال یا ۵ صفحے فی ماه ہوتے ہین، جو اور زیاده ہو جائینگے، اگر صحیح علم ہو جائے که میرزا صاحب نے ۱۱ جون سنه ۵۲ع سے کتنا عرصه پہلے کتاب ختم کردی تھی۔

مولانا کی دوسری وجه کے بارے یه گزارش ہے که «پنج آہنگ» کے دیباچه مین میرزا صاحب نے جس روش کے خلاف صدایِ احتجاج بلند کی ہے، وه انشایِ خلیفه، انشایِ مادھورام، اور انشایِ ہرکرن جیسی ہندیانه کتابون سے ملک مین رواج پزیر ہوکر اس درجه مقبولِ خاص و عام خیال کیجانے لگی تھی، که اوسکے خلاف قدم اوٹھانا معاشرتی و علمی گناه تسلیم کیا جاتا تھا۔ میرزا صاحب اسکے طبعی مخالف تھے اسلئے اونھون نے «پنج آہنگ» کے دیباچه مین، جو در اصل مبتدیون کیلئے تالیف کیگئی تھی، یه مشوره دینا مناسب خیال کیا که

> «این پارسیِ آمیخته بتازی را در کشاکش تصرفات ہندی زبانان پارسی نویس ضایع نگزارد۔

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰۔ مسٹر محمد اکرام نے غالب نامه، ص ۱۱۴ مین اس خط کو مولوی رجب علیخان کے نام لکھدیا ہے۔ حالانکه مولویصاحب کا نام صرف خط ماقبل کے آخر مین آیا ہے۔

> و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید. و پیوسته در آن کوشد که سادگی و نغزی شعار او گردد. » (۱)

اس کا یہ مطلب کسیطرح نہین قرار دیا جاسکتا کہ خود اونکی اپنی انشا بھی تکلفات سے آزاد ہے. کیونکہ اگر القاب و آداب اور دیگر الفاظِ عربی سے قطعِ نظر کرکے دیکھا جائے تو اونکی انشا ادایِ مطلب مین سراسر تکلف سے پُر اور عام انداز سے اسقدر علیحدہ ہے، کہ تا وقتیکہ نگاہ و فکر اوس سے اخذِ مطلب کے عادی نہوجائین، انسان سہولت کیساتھ مطلب تك نہین پہنچ سکتا. اسی سبب سے میرزا صاحب کے پہلے عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان جیسے ادیب کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ

> « مخلص را لیل و نہار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال تمایق انایق خیریت وثایق بعبارت سلیس که در خواندنش تاملی بوقوع نیاید مسرور و مطمئن میفرموده باشند. » (۲)

علاوہ ازین خود میرزا صاحب اسکے معترف ہین کہ ایامِ پیری مین اون سے اپنی روشِ خاص نہین نبہہ سکی. چنانچہ مولوی عبدالرزّاق شاکر کو فارسی خط کی فرمایش کے جواب مین لکھتے ہین:

> « بندہ نواز! زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلی سی متروك ہی. پیرانہ سری و ضعف کی صدمون سی محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رہی. حرارت غریزی کو زوال ہی اور یہ حال ہی،
>
> مضمحل ہوگئی قوی غالب * وہ عناصر مین اعتدال کہان
>
> کچھ آپ ہی کی تخصیص نہین. سب دوستون کو جن سی کتابت رہتی ہی. اردو ہی مین نیازنامی لکھا کرتا ہون. جن جن صاحبون کی خدمت مین آگی مین نی فارسی زبان مین خطوط و مکاتیب لکھی اور بھیجی تھی، اون مین سی جو صاحب الی‌الآن ذیحیات و موجود ہین اون سی بھی عندالضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہی. ... پس امیدوار ہون کہ آپ انہین نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرۂ اردوی سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتی رہین. » (۳)

اس خط مین میرزا صاحب نے فارسی مراسلت ترك کرنے کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۵ (۲) مکاتیب غالب، ص ٤، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی، ص ۲۱۵ و عود ہندی، ص ۱۵٦

«پیرانه سری و ضعف کی صدمون سی محنتِ پژوهی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رهی»

اسکے بعد شاکر صاحب کو یه بهی اطمینان دلایا هے که جن اصحاب سے پہلے فارسی مین خط وکتابت رها کرتی تهی اونهین بهی اب اردو هی مین خط لکھا کرتا هون۔ اس صورت مین مولانا حالی کا یه خیال که «مہرِ نیمروز کی تالیف کے زمانه مین اردو مراسلت شروع کی» بعید از وقوع نہین معلوم هوتا۔ اسلئے که جب میرزا صاحب معمولی فارسی مکاتبت مین اسدرجه جگر کاوی سے کام لیا کرتے تهے که ایامِ پیری مین، جبکه اونکی مشقِ پارسی نگاری پخته هو چکی تهی، اس بار کے اوٹھانے کیلئے آماده نہین تهے، تو «مہرِ نیمروز» کی تالیف کے زمانه مین دو بوجھ کسطرح اوٹھاتے۔

مولانا مہر کی تیسری وجه مین صرف اسقدر کلام هے که میرزا صاحب کے فارسی مکاتیب بنام جواهرسنگھ مین سے ایك خط یقینی سنه ۵۰ ع سے بعد کا هے۔ دوسرا بهی، جس مین میرزا صاحب نے لکھا هے که بادشاه کی علالت کیوجه سے قصیدۂ تہنیتِ عید پیش کرنیکا موقع نه ملا، سنه ۵۰ ع کے بعد کا معلوم هوتا هے۔ اسلئے که اس مین میرزا صاحب نے بادشاه کی بیماری کے سلسله مین لکھا هے:

«تا دیگر چه رو نماید، و بر من، که در سایهٔ دیوارش غنوده ام، چه رود.»(۱)

ظاهر هے که یه الفاظ اوسی وقت زیاده بهلے نظر آتے هین جب میرزا صاحب کے قلعه سے تعلقات صرف دوستانه نہون، ملازمت کا سلسله بهی قائم هوچکا هو۔

اب تیسرا خط رهتا هے۔ مولانا مہر کے خیال مین اس خط کی تاریخهایِ عیسوی و هجری دونون غلط هین۔ صحیح تاریخ یکم دسمبر سنه ۱۸۴۵ ع مطابق ۴ محرم سنه ۱۲۶۱ ه هونی چاهیے۔ میری ناقص رای مین مولانا کا یه خیال درست هے که هجری اور عیسوی سنین مین تطابق نہین۔ مگر یه نادرست هے که دونون سنه غلط هین۔ اسلئے که میرزا صاحب نے دونون سنون کیساتھ

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۱

تاریخین بھی لکھی ھین ۔ کتاب تشریح السنین سے معلوم ھوتا ھے کہ ٣١ دسمبر سنہ ١٨٤٥ ع کو یکم محرم سنہ ١٢٦٢ ھ تھے ۔ اس حساب سے یکم دسمبر سنہ ٤٥ ع کو یکم محرم سنہ ٦١ ھ نہین ھوسکتے ۔ اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ ٤ محرم سنہ ١٢٦٥ ھ یکم دسمبر سنہ ١٨٤٨ ع کے مطابق تھی ۔ لہذا ھمین میرزا صاحب کی عیسوی تاریخ و سنہ کو درست ماننا پڑیگا ۔ اور ھجری تاریخ و ماہ بھی صحیح ھونگے ۔ صرف ھجری سنہ کو غلط تسلیم کرلینگے ۔ یعنی سنہ ٥١ ھ کے بجای ٦٥ ھ صحیح سنہ ھوگا ۔

اور جب یہ ثابت ھوچکا کہ میرزا صاحب کا وہ فارسی خط ، جس مین لنگی کا ذکر آیا ھے ، دسمبر سنہ ٤٨ ع کا مکتوبہ تھا ، اور یہ بھی خود میرزا صاحب نے اپنے اردو خط مین لکھا ھے کہ « بہت دن ھوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ھفتہ مین بھیجونگا »(١) تو پھر کوئی محالِ عقلی لازم نہین آتا اگر آپ یہ تسلیم کرلین کہ میرزا صاحب نے سنہ ٥٠ ع مین یہ اردو خط لکھا تھا ۔ اسلئے کہ ان دونون خطون کے درمیان صرف ایك سال کا فصل ھے ۔ اور فقرۂ « بہت دن ھوئے » ایك یا ڈیڑھ سال کے وعدہ کے متعلق بسہولت استعمال کیا جاسکتا ھے ۔

### میرزا صاحب کا بیان

اگرچہ اردو مراسلت کے آغاز کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی قطعی بیان ھمارے پاس موجود نہین ؛ لیکن « پنج آھنگ » کے خاتمہ مین فارسی مراسلت بالکل ترك کرکے صرف اردو مین خط وکتابت کرنیکی تاریخ خود اونھین نے بیان کی ھے ۔ فرماتے ھین :

> « یزدان داند ، ومدعیان دانش را توفیق دانستن دهد تادانند ، که خامۂ غالب سیه نامه مسلك دشوار گزار پارسی آمیخته بتازی را بکدام دلاویز رفتار پیموده است ۔ درین شصت وهشت ساله زندگی که جزو در بازی وکل در سخن طرازی گزشت وبسا گزین روشها در نثر نظرفروز آمد از دو سال در بند آن بودم که ... دیگر در خامه فرسائی انداز خود نمائی فرو هلم ... پنجاه ساله نی بی برگ را

---

(١) اردوی معلی ، ص ٢٥٦

> به هنجار اورامه سرایان پارس به نوا داشته ام . اکنون آن روش فروگزاشته ام . سپس ما فی الضمیر را ، که بر یاران نزدیك و دور عرضه باید داد ، در زبان اردوی و آن هم سرسری و از تکلف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد . » (۱)

یه خاتمه سنه ۱۲۸۰ ھ (۱۸۶۳ ع) مین لکھا گیا تھا ، جبکه میرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال کی تھی . اس ۶۸ ساله زندگی مین سے ۱۶ سال کھیل کود مین گزار کر ۱۲۲۸ ھ (۱۸۱۳ ع) سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ، اور تقریباً ۵۰ سال فارسی نظم و نثر لکھتے رهے تھے . لیکن سنه ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ع) سے دو سال قبل سنه ۷۸ ھ (۶۱ ع) مین یه عزم کیا تھا که اب فارسیِ آمیخته و ناآمیخته بتازی کو ترك کر کے ساده اردو مین اظهارِ مطالب کرینگے . کیونکه فارسی کیلئے جس فراغِ خاطر و قوتِ دماغ کی ضرورت تھی غلبۂ پیری کے سبب میرزا صاحب اوس سے محروم هوچکے تھے . اردوی معلی اور عود کے مختلف خطوط سے اسکی تصدیق بھی هوتی هے ، که میرزا صاحب نے سنه ۷۸ ھ (۶۱ ع) سے قبل هی فارسی نگاری سے احتراز کرنا شروع کردیا تھا . قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے هین :

> « فارسی کیا لکھون ؟ یهان ترکی تمام هی . اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر . هزار آدمی کا ماتمدار هون . آپ غمزده اور آپ غمگسار هون . اس سی قطع نظر که تباه اور خراب هون مرنا سر پر کھڑا هی . پا برکاب هون . » (۲)

اس خط مین میرزا صاحب نے اپنی وفات کی تاریخ « غالب مرد » کا بھی تذکره کیا هے ، جس سے ثابت هوتا هے که اسکی تاریخ کتابت سنه ۷۷ ھ (۶۰ ع) سے قبل هے .

مولانا محمد عباس رفعت بھوپالی کو ٤ ربیع الاول سالِ « رستاخیز » (۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸۶۱ ع) کو تحریر کرتے هین :

> « از دیر باز به نظم و نثر نمی گرایم . نظم خواهی پارسی و خواهی اردو خوابی ست فراموش . نامه در پارسی نوشتن نیز آئین نمانده . هرچه نوشته می شود یکدست در اردوست . اینك ... مولانا عباس ... از بهوپال فرمان فرستاد که غالب .... نامه در پارسی زبان نویسد . یا رب !

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵٤

(۲) عود هندی ، ص ۱۶۵

فرمان چون بجا آورم؟ و در نامہ چہ نویسم؟ باری نہ از توانائی بنان بلکہ از اثر روائی آن فرمان جنبش خامہ لفظی چند کہ بخواندن نیرزد بر روی ورق ریخت۔ » (١)

ان دونون خطون مین میرزا صاحب نے ترکِ فارسی نگاری کا سبب غلبۂ رنج وغم اور ضعفِ پیری کو قرار دیا ہے۔ یہی سبب مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام کے مکتوب مین بھی ذکر کرچکے ہین۔ اب اگر ہم تمام دلائل کو سامنے رکھکر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرین تو وہ یہ ہوگا کہ میرزا صاحب ایک ایسے دشوار گزار مسلکِ فارسی نگاری کے موجد تھے، جو اطمینانِ خاطر و توانائیِ دماغ و قلب کا مقتضی تھا۔ سنہ ١٨٥٠ع (١٢٦٦ ھ) تک یہ دونون اسباب میسر رہے اسلئے میرزا صاحب تقریباً اسی زبان مین خامہ فرسائی کرتے رہے۔ لیکن جب سنۂ مذکورہ مین بادشاہِ ظفر نے تاریخ نگاری کی خدمت سپرد کی اور فراغِ خاطر مین کمی ہوگئی، تو میرزا صاحب نے فارسی کیساتھ اردو نثر کو بھی نوازنا شروع کیا۔ سنہ ١٢٧١ ھ (١٨٥٤ع) مین ذوق کا انتقال ہوا تو اصلاحِ کلام بھی میرزا صاحب کے سپرد کیگئی، اور یہ فرصت سے بالکل محروم ہوگئے، جسکے سبب مسلکِ فارسی کی گامزنی کیلئے اور کم وقت میسر آنے لگا اور اردو کو مزید غلبہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔(٢) سنہ ٥٧ع کے بعد ہجومِ مصائب و آلام نے اطمینانِ خاطر کا قطعی خاتمہ کردیا۔ نیز افکار کی زیادتی اور معاشی پریشانی کے سبب رفتہ رفتہ امراض مستولی ہوتے گئے۔ اب اردو نہایت سرعت کیساتھ انکی انشا پر چھانے لگی، تا آنکہ سنہ ١٢٧٨ ھ (١٨٦١ع) مین میرزا صاحب کو عزم کرنا پڑا کہ آیندہ فارسی مین نظم و نثر کچھ نہ لکھین گے۔ لیکن اس عہد کی عملی تکمیل سنہ ١٨٦٥ع مین ہوئی۔

---

(١) انشای نورچشم، ص ٥١

(٢) میرزا صاحب نی سنہ ٥٧ع سی پہلی سید غلام حسنین قدز بلگرامی کو اپنی مصروفیت کا حال لکھا ہی۔ فرماتی مین: « رہا جواب کا لکھنا۔ کاش آپ یہان ہوتی اور میرا حال دیکھتی۔ ہر روز صبح کو قلعہ جانا اور دوپہر کو آنا۔ بعد کھانا کھانی کی حضرت کی مسودون کا درست کرنا۔ احباب کی خط لکھنی کی فرصت بہت کم ہاتھ آتی ہی» (اردوی معلی لاہور ایڈیشن ضمیمۂ سرخوش)۔ یہ اردو خطوط کی جوابات کی متعلق معذرت ہی۔ ایسی حالت مین فارسی نگاری کی مہلت ملنی کی امید رکھنا کسطرح قرین صواب ہوسکتا ہی۔
ع — الف

چنانچه آج همارے پاس سنۂ مذکوره کے بعد کی فارسی تحریرین کالمعدوم هین .

### مجهپر اردو کی فرمایش

میرزا صاحب اپنے عهد کے ممتاز فارسی ادیب تهے، اور اکثر اربابِ علم و فضل کیطرح اسی کو سرمایۂ نازش و افتخار خیال کرتے تهے . جب بعض معاصرین نے اپنی اردو شاعری کے بل بوتے پر انکی همسری کا دعوی کیا ، تو انهین اپنے کلامِ اردو کی تمام خوبیون سے قطعِ نظر کرکے میدانِ سخن کے ان یکّه تازون سے کهدینا پڑا :

«فارسی بین، تا به بینی نقشهای رنگ رنگ * بگزر از مجموعۂ اردو که بیرنگ منست
راست میگویم من، و از راست سرنتوان کشید * هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست» (١)

میرزا صاحب کا یه خیال نظمِ اردو هی تك محدود نه تها . وه نثرِ اردو کو بهی اپنے پایۂ کمال سے فروتر جانتے تهے . چنانچه منشی شیونراین اکبرآبادی کے توسط سے هنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب نے نثرِ اردو کی فرمایش کی ، تو میرزا صاحب نے منشی صاحب کو لکها :

«مگر بهائی تم غور کرو ، اردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا ، اور اوس عبارت مین معانی نازك کیونکر بهرونگا .» (٢)

انهین کو دوباره لکها هے :

«جناب ریڈ صاحب صاحبِ کرتی هین . مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاهر کرسکتا هون . اوس مین گنجایش عبارت آرائی کی کهان هی . بهت هوگا تو یه هوگا که میرا اردو به نسبت اورون کی اردو کے فصیح هوگا .» (٣)

سه باره پهر انهین کو لکها هے :

«میان ! اردو کیا لکهون . میرا یه منصب هی که مجهپر اردو کی فرمایش هو .» (٤)

### نظم و نثر سهل ممتنع هی

لیکن اسکے باوجود میرزا صاحب یه ضرور جانتے تهے که اونکا کلام ، نظم هو یا نثر ، حسن وخوبی کے اوس درجه پر پهنچ چکا هے ، جیسے علمای

---

(١) کلیات نظم فارسی ، ص ١٣
(٢) اردوی معلی ، ص ٣٦٣
(٣) ایضاً ، ص ٣٦٦
(٤) ایضاً ، ص ٣٦٧

بلاغت « سہلِ ممتنع » کہتے ہین ۔ چنانچہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے ایك خط کے جواب مین لکھتے ہین :

> « پیر و مرشد ! .... سہل ممتنع اوس نظم و نثر کو کہتی ہین کہ دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اوسکا جواب نہوسکے ۔ بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہی ، اور بلاغت کی نہایت ہی ۔ ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ہی ۔ شیخ سعدی کی بیشتر فقری اس صفت پر مشتمل ہین ۔ اور رشید وطواط وغیرہ شعرای سلف نظم مین اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتی ہین ۔ خود ستائی ہوتی ہی ۔ سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر مین سہل ممتنع اکثر پائیگا ۔ » (۱)

جہانتك میرزا صاحب کی نثرِ اردو کا تعلق ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ شیخِ سعدی کی گلستان کیطرح بظاہر اسقدر سہل معلوم ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے مین بھی ایسا لکھ سکتا ہون ؛ مگر جب لکھنے بیٹھتا ہے تو ایك جملہ بھی نہین لکھ سکتا ۔ اور یہی کلام کی خوبی و کمال کی آخری حد ہے ، جس تك رسائی کیلئے زورِ دماغ سے زیادہ بخششِ معنوی کی ضرورت ہے ۔

### برتری کا پہلا سبب ۔ استعداد فارسی

میرزا صاحب کی اردو نثر کی برتری و دلچسپی کے متعدد اسباب ہین ، جن مین سب سے اہم یہ ہے کہ میرزا صاحب ادبِ فارسی کے بے بدل ماہر تھے ۔ اونھون نے زبانِ فارسی کے وہ تمام محاسن ، جو کئی ہزار نادرہ کار دماغون کی گیارہ سو برس کی سعی و جانفشانی سے بہم پہنچے تھے ، اردو جیسی کم عمر و تہی مایہ زبان کے دامن مین بھر دئے ۔ اگر وہ فارسی کے بلند پایہ ادیب نہوتے ، تو اپنے کلامِ اردو مین اسقدر جدّت ، شیرینی اور تناسب پیدا نکرسکتے ۔ اور نہ یہ ممکن تھا کہ اس زمانہ مین ، جبکہ تسکینِ ذوقِ ادب کے لئے روزانہ نیا میدان تلاش کیا جا رہا ہے ، اور تقریباً ہر سال اردو انشا کا طرزِ ادا بیرونی ادبیات سے نئے اثرات قبول کرتا جاتا ہے ، میرزا صاحب کا کلام زبانِ اردو مین پائیدار حیثیت حاصل کرسکتا ۔ یہ در اصل زبانِ فارسی کی دولتِ بے پایان تھی ، جو میرزا صاحب کی انشا کو میسر آگئی ہے ۔ اسی

---

(۱) عود ، ص ۱٤۰

کے سہارے میرزا صاحب کی حیاتِ ادبی کی بقا ہے ، جو اوسوقت تک ممات سے مبدل نہین ہوسکتی جبتک اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافتہ نہوجائے .

دوسرا سبب. خطوط سو تفریح

میرزا صاحب کی کامیابی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اردو مکاتبت اونکے تفریحی مشغلون کا جزو بنگئی تھی . وہ جو کچھ لکھتے تھے اپنا اور مکتوب الیہ کا دل بہلانے کی خاطر لکھا کرتے تھے . قدرت نے ظریف طبیعت عطا کی تھی ، اسلئے خطوط سے خود لطف اوٹھانے اور دوسرون کیلئے سامانِ انبساط مہیا کرنے مین اونہین خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی . لیکن غدر سنہ ٥٧ ع کے بعد تمام مشاغل مین سے صرف اسی ایک مشغلہ پر انحصار کرنا پڑا . یہ دور اہلِ ہند کیلئے عموماً اور دہلی کیلئے خصوصاً سخت ابتلا و مصائب کا دور تھا ، جس نے اعزا و احباب کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اوتار کر بقیہ اصحاب کو شہر بدر کردیا تھا ، اور میرزا صاحب ہندوستان کے برِ اعظم مین اپنے آپکو یکہ و تنہا محسوس کرنے لگے تھے . اسلئے اس عہدِ افسردگی کو فرحت و انبساط کیساتھ گزارنے کی یہی ایک ترکیب باقی تھی کہ جو دو چار دوست آشنا رہگئے تھے اون سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا جائے . اسطرح اپنا غم اونہین سنانے اور اونکا فسانہ خود سننے کا موقع ملیگا اور کچھ غم غلط ہوجایا کریگا . چنانچہ میرزا صاحب نے یہی کیا . اور یہی میر مہدی مجروح ، میرزا تفتہ ، خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر اور چند دیگر اصحاب سے کثرتِ مراسلت کا باعث بھی تھا . ان مین سے جسکا خط آتا اوسکو جواب ، اور جسکا نہ آتا اوسکو شکوہ و عتاب لکھتے رہتے . اس زمانے مین ایکبار ہرگوپال تفتہ نے کوتاہ قلمی سے کام لیا ، اور ایک ماہ تک کوئی نیازنامہ نہ بھیجا ، تو میرزا صاحب نے ١٩ جون سنہ ٥٨ ع کو پر حسرت انداز مین لکھا :

> «کیون صاحب؟ مجھ سی کیون خفا ہو؟ آج مہینا بھر ہوگیا ہوگا، یا بعد دو چار دن کی ہوجائیگا، کہ آپکا خط نہین آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیرالاحباب آدمی تھا۔ کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میری پاس دو چار دوست نہوتی ہون۔ اب یارون مین ایك شیو جی رام برہمن اور بالمکند اوسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتی ہین۔ اس سی گزرکر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سی خطوط آتی رہتی تھی۔ اون دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین۔ وہ آمد خطوط کی موقوف۔ صرف تم تین صاحبون کی خط کی آنی کی توقع۔ اوس مین وہ دونون صاحب گاہ گاہ۔ ہان ایك تم کہ ہر مہینی مین ایك دو بار مہربانی کرتی ہو۔ سنو صاحب اپنی پر لازم کر لو ہر مہینی مین ایك خط مجکو لکھنا۔ اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط، ورنہ صرف خیر وعافیت لکھی اور ہر مہینی مین ایکبار بھیجدی۔» (۱)

اسکے بعد پھر تفتہ سے تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے ۱۳ نومبر سنہ ۵۸ع کو مزاحاً تحریر کیا:

> «کیون صاحب؟ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندرآباد کی رہنی والی دلی کی خاك نشینون کو خط نہ لکھین؟ بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہوجاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاك مین نہ جاوی۔» (۲)

لیکن میرزا تفتہ نے اسکے بعد بھی تساہل سے کام لیا، تو میرزا صاحب نے ۷ دسمبر سنہ ۵۸ع کو لجاجت سے لکھا:

> «کیون صاحب؟ روٹھی ہی رہوگی یا کبھی منوگی بھی۔ اور اگر کسی طرح نہین منتی تو روٹھنی کی وجہ تو لکھو۔ مین اس تنہائی مین صرف خطون کی بھروسی جیتا ہون۔ یعنی جسکا خط آیا۔ مین نی جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہی کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف و جوانب سی دو چار خط نہین آرہتی ہون۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہی کہ دو دو بار ڈاك کا ہرکارہ خط لاتا ہی۔ ایك دو صبح کو اور ایك دو شام کو۔
>
> میری دلگی ہو جاتی ہی
>
> دن اونکی پڑھنی اور جواب لکھنی مین گزر جاتا ہی۔ یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سی تمھارا خط نہین آیا۔ یعنی تم نہین آئی۔ خط لکھو صاحب۔ نہ لکھنی کی وجہ لکھو۔ آدھ آنی مین بخل نکرو۔ ایسا ہی ہی تو بیرنگ بھیجو۔» (۳)

لفافی بنا کر دل بہلاتی

اس زمانہ مین میرزا صاحب غم غلط کرنے کے اسقدر درپے تھے کہ جب خط و کتابت کے بعد بھی وقت بچ رہتا تو آیندہ مراسلت کیلئے لفافے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۷۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۱

بنانے لگتے ۔ چنانچه اپنے ایك دوست منشی نبی بخش کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ع مین لکھتے هین :

> « الله ! الله ! یه دن بھی یاد رهین گے ۔ خط سے خط لکھے گئے هین ۔ مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے هین ۔ اگر خط نه لکھونگا تو لفافے بناؤنگا ۔ » (۱)

منشی شیو نراین اکبر آبادی کو یه لفافے دیکھکر خیال پیدا هوا که میرزا صاحب تنگدستی کی وجه سے ساده لفافے بازار سے نہین خرید سکتے ۔ یه سوچکر اونھون نے کچھ لفافے بھیجے ، اور بذریعۂ تحریر ارسال کی اطلاع دی ۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

> « لفافون کی خبر پہنچی ۔ آپ نے کیون تکلیف کی ؟ لفافے بنانا دل کا بہلانا هے ۔ بیکار آدمی کیا کرے ۔ بہر حال جب لفافے پہنچ جائینگے هم آپکا شکر بجا لائینگے ۔ هرچه از دوست میرسد نیکوست ۔ » (۲)

### تیسرا سبب ۔ خط نہین باتین

تیسرا سبب یه هے که میرزا صاحب نے تحریر کو تقریر کا پیرایه دیدیا تھا ۔ وه جب کسی دوست کو خط لکھتے ، تخاطب مین وهی انداز اختیار کرتے جو مکتوب الیه سے ملاقات کیوقت زیبا هوتا ۔ اور چونکه هر شخص گفتگو مین سادگی ، برجستگی اور ظرافت پسند کرتا هے ، اور یه سب خوبیان انکی تقریر مین موجود تھین ، اسلئے انکی تحریر مین بھی وهی دلچسپی نظر آتی تھی ، جو تقریر مین تھی ۔ در اصل میرزا صاحب اس قسم کی مراسلت اختیار کرنے پر مجبور بھی تھے ۔ انھین دور افتاده دوستون کو اپنی پریشانیان سنانی تھین ۔ اگر یه پریشانیان قدیم انداز تحریر کے لباس مین جلوه گر هوتین ، تو مکتوب الیہم بہت جلد اوکتا جاتے ، اور میرزا صاحب کو مراسلت کا زیاده موقع نه ملتا ۔ لهذا انھون نے اپنے تمام خطوط کو مکالمه بنا کر اوس مین طبعی ظرافت کی تخم ریزی کی ، جسکے سبب سے احباب ان کے خطون کے انتظار مین رها کرتے اور اجنبی اصحاب طرح طرح سے سلسلۂ مراسلت شروع کرنے کی کوشش کرتے ۔

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷۲ (۲) ایضاً ، ص ۳۴۹

چونکه میرزا صاحب نے یه طریقه جان بوجھکر اختیار کیا تھا، اسلئے جب انھین اسکی کامیابی کا یقین آگیا تو اسکی ایجاد کو فخراً اپنی ذات کیطرف منسوب بھی کیا ہے۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام کے ایك خط مین فرماتے هین :

«مرزا صاحب! مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا هے که مراسله کو مکالمه بنا دیا هے۔ هزار کوس سے بزبان قلم باتین کیا کرو۔ ہجر مین وصال کے مزے لیا کرو۔» (۱)

میرزا تفته کو لکھا ہے :

«بھائی! مجھ مین تم مین نامه نگاری کاھے کو ھے، مکالمه ھے۔» (۲)

منشی نبی بخش صاحب کو تحریر کیا ہے :

«بھائی! مجکو اس مصیبت مین کیا هنسی آتی هے، که یه هم تم اور مرزا تفته مین مراسلت گویا مکالمت هوگئی هے۔ روز باتین کرتے هین۔ الله! الله! یه دن بھی یاد رهینگے۔ خط سے خط لکھے گئے هین۔ ... غنیمت هے که محصول آدھه آنه هے۔ ورنه باتین کرنیکا مزه معلوم هوتا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھا ہے :

«اسوقت جی تم سے باتین کرنیکو چاھا۔ جو کچھ دل مین تھا وہ تم سے کہا۔» (٤)

نواب انورالدوله بهادر کیخدمت مین بھی اسیطرح عرض کیا ہے :

«پیر و مرشد! یه خط لکھنا نہین هے۔ باتین کرنی هین۔» (٥)

انهین کو ایك خط کے آخر مین لکھتے هین :

«اب مین حضرت سے باتین کرچکا۔ خط کو سرنامه کرکے کہار کو دیتا هون۔» (٦)

خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا ہے :

«امی افسردگی مین جی چاھا که حضرت سے باتین کرون۔ باآنکه خط جواب طلب نه تھا جواب لکھنے لگا۔» (۷)

میرزا صاحب احباب سے بھی اسی طرح کی مراسلت کے امیدوار تھے۔ اسلئے کوئی اونکے تتبع مین مراسله کو مکالمه کا رنگ دیدیتا تو تعریف کیا کرتے۔ ایکبار مرزا تفته نے خط لکھا۔ میرزا صاحب کو اوسکا پیرایهٔ بیان بیحد پسند آیا۔ چنانچه اظہارِ خوشنودی کیلئے اونهین لکھتے هین :

«جیتے رهو اور خوش رهو۔ ... زیاده خوشی کا سبب یه که تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دیدیا تھا۔» (۸)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۸ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۲۷۴ (٤) ایضاً، ص ۲۲٦
(٥) ایضاً، ص ۳۱۲ (٦) ایضاً، ص ۲۹۷ (۷) ایضاً، ص ۲۷٦ (۸) ایضاً، ص ۱۰٤

میرزا صاحب کی یه خصوصیت اونکی انشا پر اسقدر چھا گئی تھی که دربارِ رامپور کی مراسلت مین بھی، جو میرزا صاحب کی سنجیده ترین مکاتبت هے، اسکا اثر نمایان هے؛ حتی که ایك عریضه مین میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کو صاف صاف لکھدیا هے، که

> «یه تحریر نہین. مکالمه هی. گستاخی معاف کرواکر اور آپ سی اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا هون، که یه سوا سو روپیه، جو توره و خلعت کی نام سی مرحمت هوی هین، مین کال کا مارا اگر یه سب روپیه کھا جاؤنگا اور اس مین لباس نه بناؤنگا، تو میرا خلعت حضور پر باقی رهیگا یا نہین؟» (۱)

### مراسلت کا محمد شاهی طرز

میرزا صاحب کے وقت تك اردو فارسی دونون زبانون کی خط و کتابت کا انداز یه تھا که شروع مین بھاری بھرکم القاب و آداب لکھے جاتے، زان بعد متعلقین کی خیریت کی اطلاع واستفسار هوتا اور اسکے بعد استعارون تشبیهون اور کنایون کے پردے مین دو چار مطلب لکھکر عربی یا فارسی دعائیه جملے پر خط ختم کردیا جاتا. میرزا صاحب ابتدا سے اس روش کو ناپسند کرتے تھے. وه چاهتے تھے که مکتوب الیه کے مناسبِ حال دو چار لفظ کا القاب لکھکر سیدھے سادھے جملون مین اظهارِ مطالب کردیا جائے. «پنج آهنگ» کے دیباچه مین اس روش سے بیزاری ظاهر کرتے هوے لکھتے هین:

> «بیگانگی این روش از شیوهٔ غالب مستمند نه چندانست که بگفتن نیاز داشته باشد. و ادا شناس داند که هنجار من در نگارش این است که چون کالك و ورق بکف گیرم مکتوب الیه را بلفظی که فراخور حالت اوست در سر آغاز صفحه آواز دهم، و زمزمه سنج مدعا گردم. القاب و آداب و خیریت گوئی وعافیت جوئی حشو زائد است. و پختگان حشو را دفع نهند.» (۲)

میرزا صاحب نے مراسلت کی اوس روش کا نام جس مین بڑے بڑے القاب و آداب اور حشو و زوائد سے پُر خیریت گوئی و عافیت جوئی کے جملے هوتے «محمد شاهی روش» رکھا تھا. اور اس سے اسقدر بیزار تھے که میر مهدی مجروح کے نام کے ایك خط مین اسکا مضحکه اوڑایا هے. فرماتے هین:

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۹

(۲) کلیات نثر غالب، ص ۵

> «ماں صاحب! تم کیا چاہتی ہو؟ مجتہد العصر کی مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا۔ اب اور کیا لکھون۔ تم میری ہم عمر نہین جو سلام لکھون۔ مین فقیر نہین جو دعا لکھون۔ تمھارا دماغ چل گیا ہی۔ لفافہ کو کریدا کرو۔ مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤگی کیا؟ یعنی تمکو وہ محمد شاہی روشین پسند ہین — یہان خیریت ہی۔ وہان کی عافیت مطلوب ہی۔ خط تمھارا بہت دن کی بعد پہنچا۔ جی خوش ہوا۔ مسودہ بعد اصلاح کی بھیجا جاتا ہی۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا، اور دعا کہنا۔ اور ہان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمۂ سعادتمندی یہ ہی کہ ہمیشہ اسیطرح خط بھیجتی رہو — کیون سچ کہیو اگلون کی خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی؟ ہاؤ کیا اچھا شیوہ ہی! جبتک یون نہ لکھو وہ خط ہی نہین ہی۔ چاہ بی آب ہی۔ ابر بی باران ہی۔ نخل بی میوہ ہی۔ خانۂ بی چراغ ہی۔ چراغ بی نور ہی۔ ہم جانتی ہین تم زندہ ہو۔ تم جانتی ہو کہ ہم زندہ ہین۔ امر ضروری کو لکھ لیا۔ زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمھاری خوشنودی اوسیطرح کی نگارش پر منحصر ہی، تو بھائی ساڑھی تین سطرین ویسی بھی مین نی لکھدین۔ کیا نماز قضا نہین پڑھتی؟ اور وہ مقبول نہوگی؟» (۱)

نواب انور الدولہ سعدالدینخان بہادر شفق کو خط لکھا ہے۔ اوس مین القاب و آداب سے آغاز کرنے کے بجائے انتہائی پاکیزہ انداز سے اس متعارف طرز کی سبکی اور عدمِ احتیاج کا اظہار کرتے ہین۔ ارشاد ہے:

> «کیونکر کہون کہ مین دیوانہ نہین ہون؟ ہان اتنی ہوش باقی ہین کہ اپنی کو دیوانہ سمجھتا ہون۔ واہ! کیا ہوشمندی ہی، کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہون، نہ القاب، نہ آداب، نہ بندگی، نہ تسلیم؟ سن غالب! ہم تجھسی کہتی ہین، بہت مصاحب نہ بن۔ ای ایاز! حد خود بشناس۔ مانا کہ تو نی کئی برس کی بعد نو بیت کی غزل لکھی ہی اور آپ اپنی کلام پر وجد کر رہا ہی۔ مگر یہ تحریر کی کیا روش ہی؟ پہلی القاب لکھ۔ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ۔ پھر عنایت نامہ کی آنیکا شکر ادا کر۔» (۲)

میرزا صاحب کی روش۔ القاب و آداب

میرزا صاحب کے عہد مین جو روش پسند کیجاتی تھی اوسکے سمجھ لینے کے بعد ضروری ہے کہ خود میرزا صاحب کا اندازِ مراسلت و مکاتبت دریافت کیا جائے۔ سب سے پہلے القاب و آداب کو لیجیے۔ میرزا صاحب کے ہان یہ اجزا اسقدر مختصر اور متعارف روش سے جدا ہین کہ اونھون نے انکے ترك کردینے کا دعوی کردیا ہے۔ فرماتے ہین:

> «پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہین ہی۔ باتین کرنی ہین۔ اور یہی سبب ہی کہ مین القاب و آداب نہین لکھتا۔» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۶ (۲) ایضاً، ص ۳۱٤ (۳) ایضاً، ص ۳۱۲

در اصل اونهون نے القاب و آداب کا پرانا فرسوده طریقه ترك کیا تها. یه نه تها که مکتوب الیه کے مرتبه کا لحاظ کئے بغیر هر خط کو بغیر القاب و آداب کے شروع کردیتے هون. اونهون نے بزرگ یا بلند مرتبه اصحاب کو جسقدر خط لکھے هین اون سب مین الفاظ اور پرداز کے تنوع کیساتھ یه دونون جزو موجود هین. مثلاً نواب فردوس مکان اور خلد آشیان طاب ثراهما کی خدمت مین جسقدر عرضیان ارسال کی هین اون سب مین بجز ایك کے « حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت. بعدِ تسلیم معروض هے » هوتا هے. صرف چار پانچ عرضیون مین لفظِ (حضرت) ساقط هوگیا هے.

البته بے تکلف احباب یا شاگردون کے نام کے مکاتیب مین تنوع زیاده هے. کبھی تو سرے سے القاب هوتا هی نهین. اور اگر هے تو « میان، برخوردار، بھائیصاحب، سید صاحب، مرزا، میرجان، کیون صاحب، منشی صاحب بنده پرور » یا اور کسی مختصر اور بے تکلف انداز کے الفاظ مین. کبھی کبھی مزاحاً چھوٹون کو بھی « قبله وکعبه، مولانا، یا پیر ومرشد » لکھدیا هے. بعض خطوط ایسے بھی نظر آتے هین جن مین پورا القاب تحریر کیا گیا هے، مگر اوسمین بھی سادگی و بے تکلفی مفقود نهین هوتی هے. مثلاً میر سرفراز حسین صاحب کو لکھتے هین:

« نور چشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رهو اور خوش رهو. »

یا انهین کو لکھا هے:

« میری جان کی چین میر سرفراز حسین »

مرزا تفته کو تحریر کیا هے:

« میری مهربان، میری جان، مرزا تفته سخندان »

یا

« نور نظر لخت جگر مرزا تفته »

نواب علاء الدینخان بهادر علائی کو لکھتے هین:

« سعادت و اقبال نشان مرزا علاء الدینخان بهادر کو فقیر غالب کی دعا پهنچے. »

یہی حال آداب و تسلیمات کا ھے۔ نواب میر غلام بابا خان بہادر کو لکھا ھے:

«سلام مسنون الاسلام و دعای دوام دولت و اقبال کی بعد عرض کیا جاتا ھی۔»

بعض اصحاب کو لکھدیا ھے: «.... فقیر غالب کا سلام» یا «سلامٌ علیکم» یا «بعد دعا کے معلوم ھو» یا صرف «آداب» یا زیادہ مزاحیہ انداز مین «اگر خفا نہون تو دعا اور اگر آزردہ ھون تو بندگی»، وغیرہ۔

### خیریت گوئی و عافیت جوئی

خیریت گوئی سے میرزا صاحب سخت متنفر تھے۔ وہ اس حصہ کو حشو و زوائد شمار کرتے تھے، اسلئے کسی ایك خط مین بھی «یہان خیریت ھے اور آپکی خیریت نیك مطلوب» نہین پایا جاتا۔ ھان مطالب کے ساتھ ساتھ اپنی خیریت کا ذکر اور مکتوب الیہ کی عافیت کا استفسار کرلیتے، اور اس روش کو «کارِ پختگان» شمار کرتے ھین۔

### اظہار مطالب (۱)

میرزا صاحب کا ادای مطالب کا طریقہ بالکل ایسا ھے جیسے دو آدمی بالمشافہہ بات چیت یا سوال و جواب کرتے ھین۔ مثلاً اونکو یہ لکھنا تھا کہ — محمد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گزرا۔ مینے پوچھا کہ لوھارو کی سواریان روانہ ھوگئین؟ اوسنے کہا ابھی نہین ھوئین۔ مین نے پوچھا کیا آج جائینگی؟ اسنے کہا آج ضرور جائینگی۔ تیاری ھو رھی ھے — اس مطلب کو اونہون نے اسطرح ادا کیا ھے:

«محمد علی بیگ ادھر سی نکلا۔ بھئی محمد علی بیگ! لوھارو کی سواریان روانہ ھوگئین؟ حضرت ابھی نہین۔ کیا آج نہ جائینگی؟ آج ضرور جائین گی۔ تیاری ھو رھی ھی۔»

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ھے۔ اوسمین لکھنا یہ ھے کہ میرنصاحب آئے اور اونسے یہ یہ باتین ھوئین۔ مگر وہ اسطرح نہین لکھتے بلکہ اوسکو اسطرح شروع کرتے ھین:

---

(۱) اس عنوان کی ماتحت جو کچھ لکھا گیا ھی وہ مولانا حالی کی یادگار غالب، ص ۱۷۶-۱۹۱ کا بلفظہ خلاصہ ھی۔

> «ای میرنصاحب! السلام علیکم! حضرت آداب. کہو صاحب آج اجازت ھی میر مہدی کی خط کا جواب لکھنی کی؟ حضور مین کیا منع کرتا ہون؟ مگر مین اپنی ہر خط مین آپکی طرف سی دعا لکھدیتا ہون. پھر آپ کیون تکلیف کرین؟ نہین میرنصاحب! اوسکی خط کو آئی ہوی بہت دن ہوی ہین. وہ خفا ہوا ہوگا. جواب لکھنا ضرور ھی. حضرت وہ آپکی فرزند ہین. آپ سی خفا کیا ہونگی. بھائی! آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ کہ تم مجھی خط لکھنی سی کیون باز رکھتی ہو؟ سبحان اللہ! ای لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتی، اور مجھی فرماتی ہین کہ تو باز رکھتا ھی. اچھا تم باز نہین رکھتی مگر یہ کہو کہ تم کیون نہین چاھتی کہ مین میر مہدی کو خط لکھون؟ کیا عرض کرون؟ سچ تو یہ ھی کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو مین سنتا اور خط اوٹھاتا. اب جو مین وہان نہین ہون تو نہین چاھتا کہ آپ کا خط جاوی. مین اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون. میری روانگی کی تین دن بعد آپ خط شوق سی لکھیگا. میان بیٹھو. ہوش کی خبر لو. تمھاری جانی نہ جانی سی مجھی کیا علاقہ؟ مین بوڑھا آدمی، بھولا آدمی، تمھاری باتون مین آگیا، اور آجتك اوسی خط نہین لکھا. لا حول و لا قوۃ.»

اسکے بعد میر مہدی سے مخاطب ہوکر اصلِ مطلب لکھتے ہین.

بعضی جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے غائب فرض کرلیتے ہین. یہانتك کہ جو لوگ مرزا کے اندازِ بیان سے واقف نہین وہ اوسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین. مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین:

> «میر مہدی! جیتی رہو! آفرین! صد ہزار آفرین! اردو لکھنی کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ھی، کہ مجھکو رشك آنی لگا ھی. سنو دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوھر کی لوٹ پنجاب احاطہ مین گئی ھی. یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی. سو ایك ظالم پانی پت انصاریون کی محلی کا رھنیوالا لوٹ لیگیا. مگر مین نی اوسکو بحل کیا. اللہ برکت دی!»

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ہین اونمین اکثر اس قسم کے سوال و جواب ہوتے ہین جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین. مگر وہان ہر سوال و جواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اونکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے. ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا اور جواب کہان سے شروع ہوا؟ مرزا ایسے موقع پر سائل و مجیب کا نام نہین لیتے، اور نہ اونکے نام کی علامت لکھتے ہین. مگر سوال یا جواب کے ضمن مین ایك ایسا لفظ لے آتے ہین جس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ سوال کیا ہے اور جواب کیا.

مرزا کی طرزِ تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین یہ کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ اور لوگ اوسکی پیروی نکرسکین۔ مگر وہ چیز جسنے اونکے مکاتبات کو ناول یا ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے وہ شوخیِ تحریر ہے، جو اکتساب یا مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہین ہوسکتی۔ ... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے کہ مکتوب الیہ اوسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو۔ پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا اوسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے۔ مثلاً اپنے ایک دوست کو خط لکھا ہے۔ اوسمین اونکی لڑکی کو، جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی، اور اب جوان ہوگئی ہے، بعد دعا کے لکھتے ہین:

> «کیون بھئی! اب اگر ہم کول آئے بھی تو تمکو کیونکر دیکھین گی؟ کیا تمھاری ملک مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین؟»

یا مثلاً نواب امیر الدین احمد خان رئیسِ لوہارو کو اونکے بچپن کے زمانے مین اونکے رقعے کا جواب، جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا، اسطرح لکھتے ہین:

> «ای مردم چشم جہان بین غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھ لو۔ یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی۔ چشم جہان بین تمھارا باپ مرزا علاءالدین احمد خان بہادر، اور پتلی تم۔ میان تمھاری دادا تو نواب امین الدینخان بہادر ہین۔ مین تو صرف تمھارا دلدادہ ہون۔»

ایک دوست کو دسمبر سنہ ۵۸ ع کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ہے۔ اونھون نے اوسکا جواب جنوری سنہ ۵۹ ع کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا۔ اوسکے جواب مین اونکو اسطرح لکھتے ہین:

> «دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین۔ سنہ ۱۸۵۸ ع کی خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ ع مین بھیجتے ہو۔ اور مزا یہ کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہوگے کہ مین نے دوسری ہی دن جواب لکھا ہے۔»

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلین گے جن مین اس قسم کی ظرافت اور ہنسی کی باتین مندرج نہون۔ یہانتک کہ رنج و افسردگی

کا بیـان بهی اس قسم کی چهیڑ سے خالی نهین هوتا ۔ منشی نبی بخش مرحوم کو لکهتے هین :

> « بهائیصاحب ! مین بهی تمهارا همدرد هوگیا ۔ یعنی منگل کی دن ۱۸ ربیع الاول کو شام کیوقت میری وه پهپهی ، که مین نی بچپن سی آجتك اوسکو مان سمجها تها ، اور وه بهی مجکو بیٹا سمجهتی تهی ، مرگئی ۔ آپکو معلوم رهی که پرسون میری گویا نو آدمی مری ۔ تین پهپهیان اور تین چچا اور ایك باپ اور ایك دادی اور ایك دادا ۔ یعنی اس مرحومه کی هونی سی مین جانتا تها که یه نو آدمی زنده هین ، اور اوسکی مرنی سی مین نی جانا که یه نو آدمی آج ایکبار مرگئی ۔ »

مرزا نے بعض اردو خطوط مین .... مُسَجّع عبارت لکهنے کا التزام کیا هے ۔ عربی اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یه عیب هوتا هے ، که دوسرے فقرے مین جو پهلے فقرے کی رعایت سے خواه نخواه قافیه تلاش کرنا پڑتا هے تو اوسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا هو جاتا هے ، اور اسلئے پهلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقره بسبب لزوم ما لا یلزم کے کم وزن هوجاتا هے ۔ مگر مرزا کی مسجع نثر مین یه بات بهت کم دیکهی جاتی هے ۔ دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی هی بے تکلفی پائی جاتی هے جیسی پهلے فقرے مین ۔ اور یه بات اوسی شخص سے بن پڑتی هے جو باوجود خوش سلیقگی اور لطفِ طبیعت کے شاعری مین غایت درجے کا کمال رکهتا هو ، اور وزن و قافیه کی جانچ اور تول مین ایك عمر بسر کرچکا هو ۔ مگر یه معلوم رهے که مُقَفّیٰ عبارت مرزا خاصکر اون خطوط مین لکهتے تهے جن سے هنسی یا ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود هوتا تها ۔

### عرایض کا طرز ادا

اگرچه میرزا صاحب کے عرایض کا طرزِ ادا اون خطوط کے مقابلے مین ، جو « اردوی معلی » اور « عودِ هندی » مین شایع هو چکے هین ، با تکلف هے ، اور یهان وه رنگا رنگی نهین پائی جاتی جو مذکوره مجموعون کے خطوط کی جان هے ، تاهم یه عرایض بهی اوسی نادره کار قلم کے رهینِ منت هین ، جو

ادبِ اردو کے دامنِ کوتاہ کو سدا بہار پھولون سے بھر چکا ہے۔ اسلئے ان سرکاری درخواستون مین بھی وہ سادگی، شوخی اور ظرافت موجود ہے، جسکے سبب ادای مطلب مین میرزا صاحب کی انشا دیگر انشا پردازون کی تحریرون سے گوی سبقت لیگئی ہے۔

لیکن یہ محاسن اون خطوط مین زیادہ نمایان ہین، جن مین حسنِ طلب ہے۔ چونکہ سرکارِ رامپور میرزا صاحب کی مالی دستگیری کی واحد کفیل تھی، اسلئے وہ ہر ضرورت کے موقع پر سوال کر بیٹھتے تھے، اور یہ سوچکر کہ ابھی سابق امداد کو زیادہ زمانہ نہین ہوا ہے، ہمیشہ ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ انکار کی گنجایش باقی نرہے۔ مثلاً نواب فردوس مکان نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کے موقع پر میرزا صاحب کو تورہ اور خلعت کے نام سے ۱۲۵ روپیے نقد ارسال کئے ہین۔ میرزا صاحب اس روپیہ کو خرچ کرنیکے بعد آیندہ کیلئے سبیل نکالتے ہوے لکھتے ہین:

> «یہ تحریر نہین مکالمہ ہی۔ گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریق انبساط عرض کرتا ہون، کہ یہ سوا سو روپیہ، جو تورۂ و خلعت کے نام سے مرحمت ہوی ہین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین؟» (۱)

نواب فردوس مکان کی وفات کے بعد نواب خلد آشیان کی خدمت مین قصیدۂ تہنیت ارسال کیا ہے۔ یہان سے صلہ مین تاخیر ہوتی ہے۔ میرزا صاحب کو روپیہ کی ضرورت ہے، اسلئے نامۂ تقاضائی لکھتے ہین، اور اوس مین بطور تقاضا ارشاد فرماتے ہین:

> «پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تھا کہ جب مین قصیدہ بھیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین و آفرین کا، شرم آتی ہی کہتے ہوی مگر کہی بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس کی ہنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی۔ .... یہ رسم بری نہین ہی۔ اگر جاری رہی تو بہتر ہی۔» (۲)

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) ایضاً، ص ۵۲

ایکسال دلی مین بارش کم اور رامپور مین کافی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:

> «اگرچہ یہان مینہہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکو پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتہہ دھواین، مگر چونکہ بفرمان ازلی میری رزق کی برات آپ پر ہی، اور آپکی ملك مین بارش خوب ہوئی ہی، ابر رحمت کی شکریہ مین ایك قطعہ ملفوف اس عرضی کی بھیجتا ہون۔ بنظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو۔» (۱)

نواب خلد آشیان نے جشنِ تخت نشینی مین شرکت کی دعوت دی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کرکے لکھتے ہین:

> «حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا۔ وہ آگ برس رہی ہی کہ طیور کی پر جل رہی ہین۔ بعد آگ کی پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔ آفتاب میزان مین آیا، اور ہنگامۂ آتش و آب رفع ہوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا۔» (۲)

ایك مرتبہ نواب خلد آشیان نے اپنی ایك فارسی نثر اصلاح کو بھیجی ہے۔ میرزا صاحب بعض محاورون کی تغلیط کرتے ہین۔ اہلِ دربار بہارِ عجم اور فرہنگِ جہانگیری وغیرہ لغات کے حوالہ سے اس اصلاح کو غلط بتاتے ہین۔ نوابصاحب یہ حوالے نقل کرکے میرزا صاحب سے اصلاح پر نظرِ ثانی کی درخواست کرتے ہین۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے تحریر کیا ہے:

> «مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ہی۔ مگر دعوی اجتہاد نہین ہی۔ بحث کا طریقہ یاد نہین۔ میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین۔ ہند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ہادی انکا انکا قیاس۔ ٹیك چند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی! نور علی نور!!» (۳)

باغِ بے نظیر کی نمایش کا حال اخبار مین پڑھا ہے، اور چاہتے ہین کہ نوابصاحب کو اس جشنِ بینظیر کی مبارکباد دین۔ اس مضمون کو اسطرح ادا فرماتے ہین:

> «نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خون جگر کھاتا ہون، کہ ہای ! مین وہان نہین۔ بالا خانی پر رہتا ہون۔ اوتر نہین سکتا۔ مانا کہ آدمیون نی گود مین لیکر

---

(۱) مکاتیب، ص ۵٦ (۲) ایضاً، ص ۵٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲

اوتارا، اور پالکی مین بٹھا دیا۔ کہار چلے۔ راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا۔ کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی۔ پالکی قفس، اور مین طائر اسیر۔ وہ بھی بے پر و بال۔ نہ چل سکون، نہ پھر سکون۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون، یہ سب بطریق فرض محال ھی۔ ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھی؟» (۱)

نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی تعزیت کرتے ہوے رقمطراز ھین:

«چاھتا ھون کہ کچھ لکھون۔ مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون۔ لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون۔ آپکو قدمون کی قسم! دل نے قبول نکیا۔ آرایش گفتار، نظماً او نثراً، واسطے تہنیت کے ھی، کہ دل کثرت نشاط سے گل کیطرح کھل رھا ھی۔ طبیعت راہ دیتی ھی۔ الفاظ ڈھونڈھی جاتی ھین۔ معنی پیدا کیے جاتی ھین۔ اب مین نیم مردہ، دل پژمردہ، خاطر افسردہ جس باب مین لفظ و معنی فراھم کیا چاھون وہ سراسر طبع کے خلاف۔ جس بات کا تصور ناگوار ھو اوسکے تذکر سے جی کیون نہ بیقرار ھو؟» (۲)

نواب زین العابدین خان بہادر سے خواھش کرتے ھین کہ اپنے نام کا خط سرکار کو دکھا دینا۔ مگر ساتھ ھی فرماتے ھین:

«لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑی؟ کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابعالی سے دریافت کرکر کب لکھا ھی، جو اس بات کا جواب لکھوگی۔» (۳)

### خاتمہ

میرزا صاحب خط کے آخر مین بالعموم ایك دو دعائیہ لفظ لکھا کرتے تھے۔ اردوی معلی و عودِ ھندی مین بعض مقامات پر یہ جزو متروك ھوگیا ھے، یا اپنی خیریت یا دنیا کی بے ثباتی سے متعلق کسی جملہ سے بدل گیا ھے۔ لیکن عرایض مین کبھی نظر انداز نہین ھوا۔ ان مین ھمیشہ

«زیادہ حد ادب۔ تم سلامت رھو ھزار برس * ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار»

یا

«تم سلامت رھو قیامت تك * دولت و عز و جاہ روز افزون»

تحریر کیا کرتے تھے۔ چونکہ اس جزو مین کوئی ادبی خوبی میرزا صاحب کے ھان بھی نہین پائی جاتی، اسلئے تمثیل و استشھاد بیکار ھوگا۔

### کاتب کا نام

میرزا صاحب کاتب کی شخصیت کا تعین بھی نئے اسلوب سے کرتے تھے۔

---

(۱) مکاتیب، ص ۹۲ (۲) ایضاً، ص ٦٤ (۳) ایضاً، ص ۱۱۰

عام انشا پردازون کی طرح آخر مین نام لکھنے کا طریقه اونکے هان صرف پُر تکلف مراسلت کیساتھ مخصوص تها. وه مساویانه یا بزرگانه خط و کتابت مین کبھی خط کے شروع یا درمیان مین اسطرح نام لکھتے هین، که مکتوب الیه کو خیال تك نہین هوسکتا که یہان نام لکھنے سے مقصود کاتب کا تعارف هے. مثلًا خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا هے:

> « قبله! کبھی آپ کو یه بھی خیال آتا هی، که کوئی همارا دوست، جو غالب کہلاتا هی، وه کیا کھاتا پیتا هی اور کیونکر جیتا هی؟ » (١)

یا مثلًا نواب انور الدوله بهادر شفق کو تحریر کیا هے:

> « کیونکر کہون که مین دیوانه نہین هون؟ هان اتنی هوش باقی هین که اپنی کو دیوانه سمجھتا هون. واه! کیا هوشمندی هی که قبلۂ ارباب هوش کو خط لکھتا هون، نه القاب، نه آداب، نه بندگی، نه تسلیم؟ سن غالب! هم تجھ سی کہتی هین بهت مصاحب نه بن. » (٢)

اور کبھی آخر مین نام لکھتے هین، جو بیشتر تو اونکا تخلص « غالب » هوتا هے، اور تنها یا کسی همقافیه فقره کیساتھ آتا هے. مثلًا

> « بندۂ علی ابن ابیطالب آرزومند مرگ غالب، نجات کا طالب غالب، عفو جرم کا طالب غالب، داد کا طالب غالب، اس خط کی رسید کا طالب غالب، ترحم کا مستحق اور تفقد کا طالب غالب، وغیره »

لیکن بعض خطوط مین اصلی نام « اسد الله خان » یا « اسد الله » یا صرف « اسد » یا « اسد الله خان غالب » یا « اسد الله غالب » بھی لکھا هے، نواب فردوس مکان کے نام کے ایك عریضه مین « اسد الله » کیساتھ بھی ایك همقافیه فقره استعمال کیا هے. فرماتے هین:

> « عرضداشت هوا خواه اسد الله. » (٣)

متعدد خطوط مین میرزا صاحب نے یه جزو ترك کردیا هے. ان مین چند ایسے هین جن مین کنایةً نام آگیا هے. مثلًا نواب علاء الدین احمد خان بهادر کو لکھتے هین:

> « تاریخ اوپر لکھ آیا. نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا هی. » (٤)

---

(١) اودوی معلی، ص ٢٧٤ (٢) ایضاً، ص ٣١٤ (٣) مکاتیب، ص ٤ (٤) اودوی معلی، ص ٣٩٥

انھی کو دوسرے خط مین لکھا ھے :

« دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون . کاتب کا نام غالب ھی کہ دستخط سی پہچان جاؤ . » (١)

ایك اور خط مین تحریر کیا ھے :

« ٦ دسمبر سنہ ١٨٦٥ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی ھین . کاتب کا نام غالب ھی کہ تم جانتی ھوگی . » (٢)

چودھری عبد الغفور سرور کو بالکل نئے انداز سے لکھا ھے :

« کاتب وھی ھی جو لفافۂ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ھو . » (٣)

باقی جن خطوں مین نام سرِ دست موجود نہین ھے اونکے متعلق یہ سمجھنا چاھیے کہ یا تو ناقلون نے نقل کرتے وقت نام چھوڑ دیا اور یا آخر مین نام کے بجائے « غالب » نقش کی مہر ثبت تھی ، جو نقل کرنے سے رہ گئی . ورنہ مین نے جسقدر میرزا صاحب کے سرکاری اور نجی خطوط دیکھے ھین اون مین سے ایك بھی نام یا مہر سے خالی نہین ھے .

تاریخ کتابت خطوط

میرزا صاحب خط کی تاریخ بھی ھمیشہ ایك انداز سے نہین لکھا کرتے تھے . اونکی تنوع پسند طبیعت اس خشك جزوِ مکتوب مین بھی نئے نئے شگوفے کھلاتی ، اور وہ کبھی آغاز مین کبھی درمیان مین اور کبھی آخر مین تاریخ ثبت کرتے . تاریخ کے ساتھ ساتھ بعض وقت دن گھڑی اور سال بھی تحریر کرتے تھے . انگریزی و ھجری تاریخون مین سے اونکے ھان بسا اوقات صرف انگریزی یا صرف ھجری اور کبھی کبھی دونون پائی جاتی ھین . مگر سنین لکھنے کا التزام کم اور علامتِ ھجری و عیسوی کا التزام کمتر ھے .

آغاز کی تاریخ

میرزا صاحب موجودہ یوروپین طرز کے مطابق القاب وآداب سے قبل تاریخ بہت کم لکھتے تھے . اونکے ھان القاب کے بعد آغازِ مطلب مین تاریخ زیادہ ھوتی ھے . چنانچہ میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

---

(١) اردوی معلی ، ص ٤٣٤ (٢) ایضاً ، ص ٤٤٢ (٣) ایضاً ، ص ١٣٣

> « میان ! آج یکشنبه کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی هی . دو پہر کی وقت شیخ مشرف علی رهنی والی استاد حامد کی کوچه کی میری پاس آئی ، اور اونهون نی تمهارا خط لکها هوا ١٥ جمادی الثانی کا دیا . » (١)

یوسف مرزا صاحب کو لکھا ہے :

> « آؤ صاحب ! میری پاس بیٹھ جاؤ . آج یکشنبه کا دن هی ساتوین تاریخ رمضان کی اور اونیسوین اپریل کی . » (٢)

مرزا تفته کو تحریر کرتے هین :

> « آج منگل کی دن پانچوین اپریل کو تین گھڑی دن رهی ڈاك کا هرکاره آیا . » (٣)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ہے :

> « چار شنبه ١٨ مئی ... بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت . » (٤)

نواب انور الدوله بہادر کو لکھتے هین :

> « خداوند نعمت ! آج دو شنبه ٦ رمضان کی اور ١٥ فروری کی هی . اسوقت که باره پر تین بجی هین ، عطوفت نامه پہنچا . » (٥)

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کیا ہے :

> « جنابعالی ! آج دو شنبه ٣ جنوری سنه ١٨٥٩ کی هی . پہر دن چڑھا هوگا که ابر گھر رها هی . ترشح هورها هی . هوا سرد چل رهی هی . پینی کو کچھ میسر نہین . ناچار روٹی کھائی هی . » (٦)

### وسط کی تاریخ

مطالب کے ضمن مین میرزا صاحب تاریخ اسطرح لکھتے هین که بظاهر پڑھنے والے کو تاریخ نویسی کا خیال نہین گزرتا ، بلکه تاریخ بھی منجملۂ مطالب معلوم هوتی ہے . مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ہے :

> « تمهاری پاس جو قاطع برهان پہنچی هی اگر چهاپی کی هی تو صحیح هی . جہان تردد هو غلطنامۂ ملحقه مین دیکھ لو . زیاده انکشاف منظور هو مجھ سی پوچھ لو . اور اگر قلمی هی تو درجۂ اعتبار سی ساقط هی . اوسکو میری تالیف نه سمجهو . بلکه مجکو مول لیلو اور اوسکو پهاڑ ڈالو . آج یوم الخمیس ١٩ جون المبارك باره پر تین بجی تمهارا خط آیا . اودهر پڑها ، ادهر جواب لکهنی بیٹها . یہانتك لکھ چکا تها که شیخ شهاب الدین سہروردی آئی . تمهارا خط اونکو دیا . وه پڑھ رهی هین . هم لکھ رهی هین . ابر آیا هوا هی . هوا سرد چل رهی هی . » (٧)

شاه عالم صاحب مارهروی کو تحریر کیا ہے :

---

(١) اردوی معلی ، ص ١٥٦ (٢) ایضاً ، ص ٣٣٠ (٣) ایضاً ، ص ٤٥ (٤) ایضاً ، ص ٤٤٦
(٥) ایضاً ، ص ٢٩٥ (٦) ایضاً ، ص ٢٧٥ (٧) ایضاً ، ص ٤١٢

> و یای تحتانی لکھہ چکا تھا که ایك چپراسی آیا ، اور اوسنے خط تمهاری نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا که ڈپٹی صاحب نے سلام کہا هی اور یه خط دیا هی ۔ اب مین یه خط اپنا مع اونکی خط کی ڈاك گھر مین بهیجتا هون ۔ صبح کا وقت یکشنبه کا دن ٨ صفر اور ٢٥ اگست کی هی ۔ ڈپٹی صاحب چاندنی چوك حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رهتی هین ۔ » (١)

میر مہدی مجروح کو لکھتے هین :

> تمهاری شکایتهای بیجا کا جواب یه هی که تم نے جو خط مجکو پانی پت سی بهیجا تها ، اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تهی ، مین نے تجویز کرلیا تها که جب کرنال سی خط آئیگا تو مین جواب لکھونگا ۔ آج شنبه ١٥ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پی کر بیٹھا تها که تمهارا خط آیا اور پڑها اور یه جواب لکھا ۔ » (٢)

### خاتمه کی تاریخ

خاتمه کی تاریخ مین بهی میرزا صاحب موجوده رسمِ تحریر کی مخالفت کرتے نظر آتے هین ۔ اونکے هان آخری تاریخ کا مذکور بهی ضمنِ مطالب مین هوتا هے ۔ البته عرایض مین دو چار مقامات کے علاوه هر جگه خط ختم کرنیکے بعد نام سے قبل یا بعد تاریخ ثبت کی هے ۔ مثلاً مرزا حاتم علی مہر کو لکھا هے :

> « دو شنبه کا دن ٢٠ دسمبر کی صبح کا وقت هی ۔ انگیٹھی رکھی هوئی هی ۔ آگ تاپ رها هون ، اور خط لکھہ رها هون ۔ یه اشعار یاد آگئی ۔ تمکو لکھہ بهیجی ۔ والسلام ۔ » (٣)

منشی حبیب الله خان ذکا کو تحریر کیا هے :

> « جواب خط کا طالب غالب ۔ سه شنبه از روی جنتری ٢٦ اور از روی رویت ٢٥ رجب سنه ١٢٨٣ ھ اور ٤ دسمبر سنه ١٨٦٦ ع ۔ » (٤)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے هین :

> « ٦ دسمبر سنه ١٨٦٥ ع کی بده کا دن صبح کی آٹھ بجا چاهتی هین ۔ کاتب کا نام غالب هی که تم جانتی هوگی ۔ » (٥)

انهی کو لکھتے هین :

> « ... مرقومهٔ شنبه یکم جون وقت صبح چهه بجی سات کی عمل مین ۔ » (٦)

### خاتمه مین اعادهٔ تاریخ

کبھی کبھی میرزا صاحب آغاز مین تاریخ لکھدینے کے بعد خاتمه مین

---

(١) اردوی معلی ، ص ٢٠٢ (٢) ایضاً ، ص ١٨٠ (٣) ایضاً ، ص ٢٦٧

(٤) ایضاً ، ص ٤٣ (٥) ایضاً ، ص ٤٤٢ (٦) ایضاً ، ص ٤٠٨

اوسکا دوبارہ اجمالی ذکر کرتے ھین۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے:

«دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا ھون۔ اب ارسال جواب کی تاکید کی سوا اور کیا لکھون۔» (١)

انہی کو ایك اور خط مین لکھتے ھین:

«دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون۔ کاتب کا نام غالب ھی کہ دستخط سی پہچان جاؤ۔» (٢)

انہی کو سہ بارہ تحریر کیا ھے:

«تاریخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ھی۔» (٣)

وقت کتابت کا ماحول

بعض اوقات میرزا صاحب تاریخ کے علاوہ خط لکھتے وقت کی حالت کا نقشہ بھی مکتوب الیہ کی نگاھون کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے، تا کہ مکتوب الیہ یہ محسوس کرکے کہ خود میرزا صاحب کے پاس بیٹھا ھوا اونکی زبان سے مکتوبہ واقعات سن رھا ھے، مطالبِ خط سے زیادہ لطف اندوز ھو۔ مثلاً گرمی کا موسم ھے۔ رامپور کے پہلے سفر سے واپس دلی پہنچے ھین۔ میر مہدی مجروح کی فرمایش پر رودادِ سفر لکھی ھے۔ اسکے آخر مین فرماتے ھین:

«کوٹھری مین بیٹھا ھون۔ ٹٹی لگی ھوئی ھی۔ ھوا آرھی ھی۔ پانی کا جھجر دھرا ھوا ھی۔ حقہ پی رھا ھون۔ یہ خط لکھ رھا ھون۔ تم سی باتین کرنی کو جی چاھا۔ یہ باتین کرلین۔» (٤)

برسات کے موسم مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کرتے ھین:

«پہر دن چڑھا ھوگا کہ ابر گھر رھا ھی۔ ترشح ھو رھا ھی۔ ھوا سرد چل رھی ھی۔ پینی کو کچھ میسر نہین۔ ناچار روٹی کھائی ھی۔

افقہا پر از ابر بہمن مہی * سفالینہ جام من از می تہی

غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمہارا خط لایا۔» (٥)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین:

---

(١) اردوی معلی، ص ٤٤٨ (٢) ایضاً، ص ٤٣٤ (٣) ایضاً، ص ٣٩٥

(٤) ایضاً، ص ١٦٢ (٥) ایضاً، ص ٢٧٥

> «پیر و مرشد! شب رفتہ کو مینھ خوب برسا۔ ہوا مین فرط برودت سی گزند پیدا ہوگیا۔ اب صبح کا وقت ہی۔ ہوا ٹھنڈی بی‌گزند چل رہی ہی۔ ابر تنك محیط ہی۔ آفتاب نکلا ہی؛ پر نظر نہین آتا ہی۔» (١)

انہی کو ایك اور خط مین لکھا ہے:

> پیر و مرشد! ١٢ بجی تھی۔ مین ننگا اپنی پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نی آکر خط دیا۔ مین نی کھولا۔ پڑھا۔ بھلی کو انگرکھا یا کرتا گلی مین نہ تھا۔ اگر ہوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا۔ حضرت کا کیا جاتا؟ میرا نقصان ہوتا۔» (٢)

### میرزا صاحب کا املا

میرزا صاحب اردو الفاظ کے املا مین یایِ معروف و مجہول اور ہایِ سادہ و مخلوط کا فرق نہین کرتے۔ اور ابتدائی الفِ مکسورہ و مضمومہ کے فرق کیلئے ہمیشہ موخر الذکر کو باضافۂ (و) تحریر کرتے ہین۔ چانچہ اونکے ہان «اُس» بواو اور «اِس» بغیرِ واو پایاجاتا ہے۔ بعض الفاظ مختلف خطوط مین مختلف املا سے لکھے ہین۔ مثلاً ہاتھ کو کبھی «ہاتھہ» اور کبھی «ہات» لکھا ہے۔

انگریزی الفاظ کا تلفظ بھی بیشتر غلط کیا ہے۔ اسی لئے اونکا املا بھی درست نہین ہے۔ مثلاً «پنشن» کو «پنسن» اور «لارڈ» کو «لاڑد» اور «بورڈ» کو «بوڑد» لکھتے ہین۔(٣) اسیطرح ایك دو جگہ عربی الفاظ کو بھی غلط لکھا ہے۔ مثلاً «بالکل» کو «باالکل» دو الفون کیساتھ لکھدیا ہے، جو درست نہین۔(٤)

ایك پیرا گراف کے خاتمہ اور دوسرے کے آغاز کے اظہار کیلئے کبھی تو نئے پیرا کے پہلے حرف پر اس شکل (ـــ) کی علامت بناتے ہین، اور کبھی بارہ کا ہندسہ لکھتے ہین، جو لفظِ «حد» کا عدد ہے۔ مرزا حاتم علی مہر کو اس عدد کے التزام کی وجہ بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہین:

> «صاحب! بندۂ اثنا عشری ہون۔ ہر مطلب کی خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہون۔» (٥)

---

(١) اردوی معلی، ص ٣٠٠ (٢) ایضاً، ص ٣٠٢ (٣) مکاتیب، ص ١٢ و ١٥ و ٢٢ و ١١٠
(٤) ایضاً، ص ٣٣ (٥) اردوی معلی، ص ٢٥٧

ہجری اور عیسوی سنہ کے اظہار کیلئے میرزا صاحب « ھ » اور « ع » بھی استعمال کرتے تھے۔ لیکن اسکا التزام نہین پایا جاتا۔

### میرزا صاحب کا رسم الخط

میرزا صاحب کا خط نہایت پختہ شفیعا آمیز نستعلیق تھا۔ چونکہ وہ ایرانی اداؤن کے دلدادہ تھے، اسلئے خط سے ولایتی شان زیادہ نمایان ہے۔ مگر آخرِ عمر مین رعشہ پیدا ہوجانے سے دائرون اور کشش مین پہلی سی خوش نمائی باقی نہین رہی تھی۔ چنانچہ ان خطون کے دیکھنے سے پہلی نظر مین ہاتھ کی تھرتھراہٹ کا احساس ہوتا ہے۔

### سامان کتابت۔ کاغذ

میرزا صاحب کے خطوط مین سامانِ خط و کتابت کا بھی ذکر آیا ہے۔ اسلئے اوسپر ایک اجمالی نظر نامناسب نہوگی۔

میرزا صاحب بالعموم باریک ولایتی کاغذ استعمال کرتے تھے، جو نیلگون یا سفید یا گلابی ہوتا۔ دربارِ رامپور مین اونکی جسقدر عرضیان پیش ہوئی ہین وہ بجز ایک دو کے تمام اسی قسم کے گران قیمت کاغذ پر لکھی ہوئی ہین۔ لیکن منشی سیلچند اور خلیفہ احمد علی صاحب کے نام کے خطوط گھٹیا کاغذ پر ہین۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ میرزا صاحب کاغذ کے انتخاب کیوقت مکتوب الیہ کی حیثیتِ دنیوی کا لحاظ رکھتے تھے۔

بعض اوقات تنگدستی کے سبب میرزا صاحب کے پاس کاغذ کا ذخیرہ ختم ہوجاتا، تو جواب دینے کیلئے روپیہ کا انتظار کرنے کے عوض کتاب مین سے سادہ ورق پھاڑ لیتے تھے۔ ۸ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع کو میر مہدی مجروح کو لکھتے وقت یہی ترکیب استعمال کرنی پڑی تھی۔ چنانچہ اوسی خط مین فرماتے ہین:

> « بھائی! نہ کاغذ ہے، نہ ٹکٹ ہے۔ اگلی لفافون مین سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے۔ کتاب مین سے یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ہون، اور بیرنگ لفافہ مین لپیٹ کر بھیجتا ہون۔ غمگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہین سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا۔ » (۱)

---

(۱) اردوی معلی، ص ١٥٥

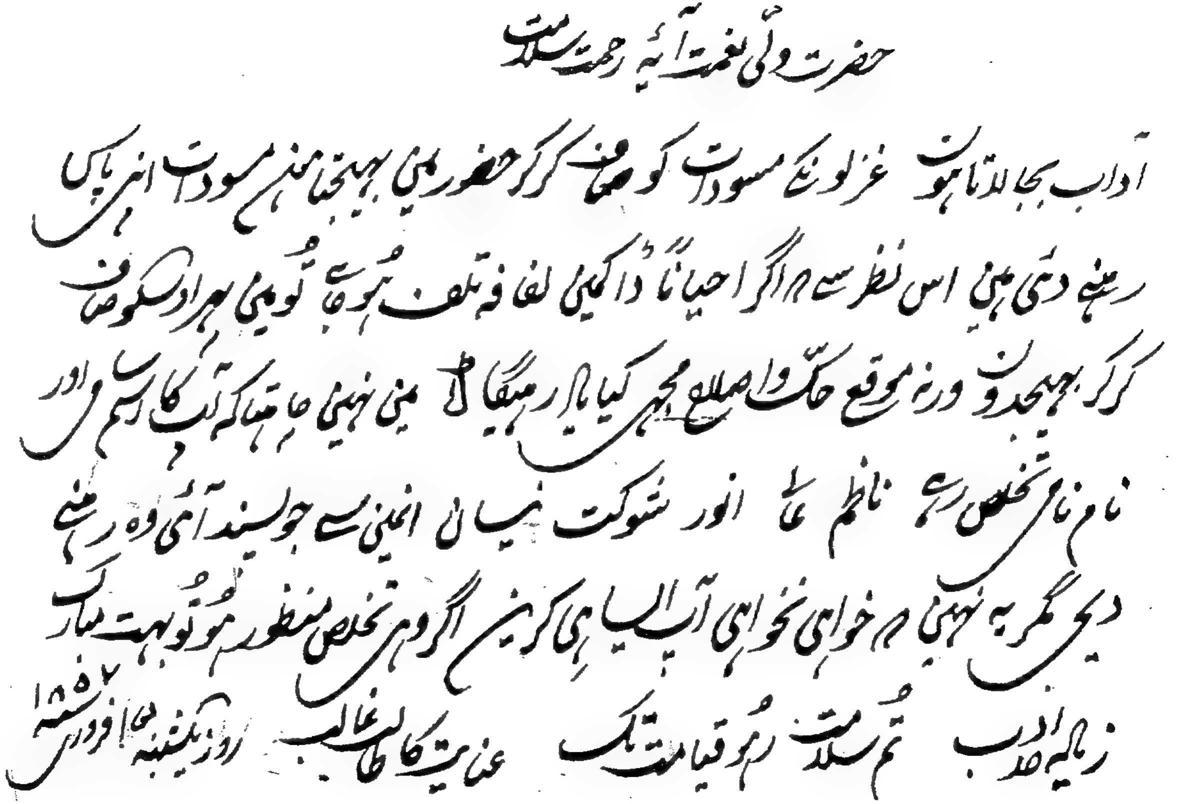

حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت

آداب بجا لاتا ہوں غزلوں کے مسودات کو صاف کر کر حضور میں بھیجتا ہوں مسودات اپنے پاس
رہنے دیتا ہوں اس نظر سے کہ اگر احیاناً ڈاک میں لفافہ تلف ہو جاوے تو میں پھر اس کو صاف
کر کر بھیج دوں ورنہ موقع حک و اصلاح مجھے کیا یاد رہیگا میں نہیں چاہتا کہ آپ کا اسم اور
نام نامی تخلص رہے ناظم عالی انور شوکت خیال ان میں سے جو پسند آئے وہ رہنے
دیں مگر یہ نہیں کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کریں اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارک
زیادہ حد ادب   تم سلامت رہو قیامت تک   عنایت کا طالب غالب   روز یکشنبہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷

عکس خط میرزا اسد الله خان غالب دهلوی محفوظهٔ دار الانشاء

### قلم

معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب کے زمانہ تك لوہے کے قلم کا رواج نہوا تھا. وہ نیزے کا قلم استعمال کرتے، اور اوسے خود ہی بناتے تھے. چنانچہ ایك مرتبہ قلم بنانے مین چاقو سے انگوٹھا زخمی ہوگیا، اور منشی شیو نرائن کے خط کے جواب مین تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے تحریر کیا تھا:

> «صاحب! تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے. حال یہ ہے کہ قلم بنانے مین میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا. چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے. بہر حال اب اچھا ہون.» (۱)

یہ سنہ ۱۸۵۸ع کا واقعـــہ تھا. لیکن آخرِ عمر مین رعشہ کے سبب خود قلم نہ بنا سکتے. لڑکون سے بنوالیتے تھے. ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۶۷ع کو نواب خلد آشیان کو لکھتے ہین:

> «اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین. امراض قدیم بڑھ گئے. دوران سر اور رعشہ اور ضعف بصر تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین. قلم نہین بنا سکتا. لڑکون سے بنوا لیتا ہون. برسون کی بات نہین رہی. ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے.» (۲)

### لفافے

میرزا صاحب سادہ کاغذ کے مستطیل لفافے استعمال کرتے تھے. بعض اوقات اونکے حاشیون پر باریك بیل بوٹے بھی بنے ہوتے. لیکن اوسوقت تك ڈاکخانہ کے ٹکٹ چھپے ہوے لفافے مروج نہ تھے. اسلئے یہ سب دیسی ساخت کے ہوتے تھے.

خود میرزا صاحب بھی وقت گزاری کیلئے لفافے بنالیا کرتے تھے. ایکبار منشی شیو نرائن اکبرآبادی نے خود ساختہ لفافون کے استعمال سے خیال کیا کہ تنگدستی کے سبب میرزا صاحب ایسا کرتے ہین. اور یہ سوچکر میرزا صاحب کو لفافون کا ایك بنڈل روانا کیا. میرزا صاحب نے اس سے مطلع ہوکر لکھا:

> «لفافون کی خبر پہنچی. آپ نے کیون تکلیف کی. لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے. بیکار آدمی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۲

(۲) مکاتیب، ص ۹۱

کیا کری . بہر حال جب لفافی پہنچ جائینگی ، ہم آپکا شکر بجا لائینگی . هرچه از دوست میرسد نیکوست . » (۱)

لیکن اس کرمفرما نے لفافون کے اوپر « از مقام ، در مقام ، تاریخ و ماه » طبع کرا کے بھیجے . میرزا صاحب ان چوچلون کو ناپسند کرتے تھے . اونھون نے یه هدیه دوستون مین تقسیم کردیا ، اور جب منشی صاحب نے ۱۸ دسمبر سنه ۱۸۵۸ ع کو دوباره اوسی قسم کے لفافے ارسال کئے ، تو اونھین لکھا :

« برخوردار ! آج اسوقت تمھارا خط مع لفافون کی لفافی کی آیا . دل خوش هوا . بھائی ! مین اپنی مزاج سی ناچار هون . یه لفافی « از مقام و در مقام و تاریخ و ماه » مجکو پسند نہین . آگی جو تم نی مجھی بھیجی تھی وه بھی مین نی دوستون کو بانٹ دیی . اب یه لفافون کا لفافه اس مراد سی بھیجتاهون که انکی عوض یه لفافی جو « در مقام و از مقام » سی خالی هین ، جن مین تم اپنی خط بھیجا کرتی هو ، مجکو بھیجدو ، اور یه لفافی اوسکی عوض مجھ سی لیلو . اور اگر اوسطرح کی لفافی نہون تو انکی کچھ ضرورت نہین . » (۲)

اسکے بعد منشی صاحب نے جو کیا اوسکے متعلق کچھ معلوم نہین . لیکن منشی نبی بخش صاحب کے نام کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ ع سے یه ضرور پتا چلتا ھے که سنه ۵۸ ع مین لفافه سازی کا خاصه مشغله رہا تھا . فرماتے هین .

« الله ! الله ! یه دن بھی یاد رهین گی . خط سی خط لکھی گئی هین . مجکو اکثر اوقات لفافی بنانی مین گزرتی هین . اگر خط نه لکھونگا تو لفافی بناؤنگا . » (۳)

### ٹکٹ

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط بھیجنے کے پابند تھے ، اور بالعموم پته کے داهنی یا بائین جانب کبھی اوپر اور کبھی نیچے ٹکٹ چسپان کرتے تھے . ایسے خطوط پر اونھون نے همیشه « پوسٹ پڈ » بھی لکھا ھے . بعض اوقات ٹکٹ کے اوپر « اسد » بھی لکھدیا کرتے تھے .

### روشنائی

میرزا صاحب همیشه سیاه روشنائی استعمال کرتے تھے ، جو عموماً بہت روشن اور پخته هوتی . آخری ایام کے خطوط مین پھیکی روشنائی بھی نظر آتی ھے . جسکی وجه خود میرزا صاحب کی « قلمدانِ انشا » سے بے توجہی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٤۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٦۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲

ہوگی. ضرورت کے وقت لڑکون کے قلم اور اونہی کی روشنائی سے لکھا کرتے ہونگے، اور خود «لوح و قلم» کی درستی اور اہتمام سے اسلئے احتراز کرنے لگے ہونگے، کہ اب اونھیں ان دونون کی شہادت کی ضرورت نہ تھی. عالمِ ادب اونکا لوہا مان چکا تھا.

### قواعد ڈاک کی پابندی

میرزا صاحب ڈاک کے قاعدون کے سخت پابند تھے. وہ خود بھی خلاف ورزیِ قانون سے احتراز کرتے، اور احباب کو بھی اسی امر کی ہدایت کرتے رہتے تھے. ایکبار منشی حبیب اللہ خان ذکا کو لکھا ھے:

> «خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سی ممنوع ھی. اگر یون نہوتا تو مین اونکی نام کا خط تمہاری خط مین ملفوف کرکی بھیجتا.» (۱)

منشی غلام بسم اللہ صاحب نے اپنی غزل کیساتھ ایک منصف صاحب کی غزل بھی ارسال کردی تھی. اونکی اس سہل انگاری پر سرزنش کرتے ہوے لکھتے ھین:

> «سنیے حضرت! خط مین خط (کا) تداخل برا ھی. اگر یہان کی ڈاک مین کبھی خط کھل گیا، تو مجھسی پچاس روپیہ لئی جائینگی، یا قید کا حکم ہوگا. آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجا کیجی. اس باب مین تاکید جانیے. کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سی مسموع نہوگا.» (۲)

چودھری عبد الغفور صاحب نے پارسل مین کچھ خط رکھدیے تھے. اونکو تحریر کرتے ھین:

> «پارسل مین خطوط بھیجنی محل اندیشہ ھی. خدا نی بچایا. چونکہ اب وہ خط آپکی کچھ کام کی نہ سمجھا، از راہ احتیاط پارسل مین سی نکال لیے.» (۳)

ایکبار تفتہ کے نام ایک پارسل حسبِ قاعدہ ایک آنے کا ٹکٹ چسپان کرکے ڈاک خانہ بھیجا. جو شخص پارسل لیکر گیا تھا، اوسنے غلطی سے خطون کے بکس مین پارسل ڈالدیا. میرزا صاحب نے واقعہ سے مطلع ہوکر تفتہ کو لکھا:

> «صاحب! کل پارسل اشعار کا ایک آنہ کا ٹکٹ لگاکر اور اوسپر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ھی، خط نہین ھی، ڈاک مین بھیجدیا. ڈاک منشی نی کہا کہ خطون کی صندوق مین ڈالدو. خدمتگار

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹ (۲) عودھندی، ص ۱۸٦ (۳) اردوی معلی، ص ۱۳۷

> ناخوانده آدمی. اوسکا حکم بجا لایا، اور اوسکو خطون کی صندوق مین ڈال آیا. وه لفظ که « یه خط نهین هی پارسل هی » دست آویز معقول هی. اگر وهان کی ڈاکیی تم سی خط کا محصول مانگین، تو تم اوس جمله کی ذریعه سی گفتگو کر لینا. » (۱)

در اصل میرزا صاحب کی احتیاط کی وجه یه تھی که وه ایکبار تفته کی غلطی کا خمیازه بھگت چکے تھے، اور غالباً پارسل کو خطون کے بکس مین ڈالدینے کی وجـــه سے اونکو پوسٹ پیڈ پارسل کا مزید محصول ادا کرنا پڑا تھـا. ۲۸ جولائی سنه ۱۸۵۸ع کو یه واقعه خود تفته کو لکھا ھے:

> « میرزا تفته! کل قریب دو پهر کی ڈاك کا هرکاره، وه جو خط بانٹا کرتا هی، آیا، اور اوسنی پارسل موم جامی مین لپٹا هوا دیا. پهلی تو حیران رها که پاکٹ خطون کی ڈاك مین کیون آیا؟ باری جب اوسکی تحریر دیکھی تو تمهاری هات کا پیم فلٹ لکھا هوا اور دو ٹکٹ لگی هوی. مگر اوسکی آگی کالی مهر اور کچھ انگریزی لکھا هوا. هرکاره نی کها که ایك روپیه دس آنی دلوائیی. دلوادیی، اور پارسل لی لیا. مگر حیران که یه کیا پیچ پڑا؟ قیاس ایسا چاهتا هی که تمهارا آدمی جو ڈاك گھر گیا اس کو خطون کی بکس مین ڈال آیا. ڈاك کی کارپردازون نی غور نه کی، اور اوسکو بیرنگ خطون کی ڈاك مین بھیجدیا. » (۲)

### پوسٹ مین کا لطیفه

ایکبار پوسٹ مین کی غفلت سے ایك دلچسپ لطیفه پیدا هوگیا تھا. واقعـــه یه هوا که میرزا صاحب کے نام ایك خط آیا. اوس کے پتـــه مین مکتوب الیـــه کے نام کے ساتھ جو تعظیمی الفاظ استعمال هوے تھے، اونمین ایك لفظ « کیشان » بھی تھا. ڈاکیے نے اوسے « کپتان » پڑھا، اور میرزا صاحب کی خـــدمت مین مبـارکباد پیش کرکے طالبِ انعام هوا. میرزا صاحب نے نواب انور الدوله بهادر شفق کو یه واقعه لکھا ھے. فرماتے هین:

> « ایك لطیفهٔ نشاط انگیز سنیی. ڈاك کا هرکاره، جو بلیمارون کی خطوط پهنچاتا هی، اندنون مین ایك بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈھمك داس هی. مین بالاخانه پر رهتا هون. حویلی مین آکر اوسنی داروغه کو خط دیا. اور اوسنی خط دیکر مجھسی کها که ڈاك کا هرکاره بندگی عرض کرتا هی، اور کهتا هی که مبارك هو! آپ کو، جیسا که دلی کی بادشاه نی نوابی کا خطاب دیا تھا، اب کالپی سی خطاب کپتانی کا ملا. حیران که یه کیا کهتا هی؟ سرنامه کو غور سی دیکھا. کهین قبل از اسم « مخدوم نیازکیشان » لکھا تھا. اوس قرم ساق نی اور الفاظ سی قطع نظر کرکی « کیشان » کو کپتان پڑھا. » (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۰۹

(۲) ایضاً، ص ۵۸

(۳) ایضاً، ص ۳۰۰

### بیرنگ خطوط

اگرچہ قانونِ ڈاک کی رو سے بیرنگ خطوط ارسال کرنا ممنوع نہین ، لیکن میرزا صاحب اسے قانونِ محبت و اخلاق کے خلاف جانتے ، اور اسلئے بغیر کسی معقول وجہ کے کبھی بیرنگ خط نہین لکھتے تھے . سید احمد حسن مودودی کو ایك بیرنگ خط لکھتے ہوے فرماتے ہین :

«میرا شیوہ نہین ہی خط بیرنگ بھیجنا .» (۱)

میرزا صاحب اپنے ہر بیرنگ خط مین بیرنگی کی وجہ بھی لکھدیا کرتے تھے . چنانچہ وہ یا تو اوسوقت بیرنگ خط لکھا کرتے جبکہ

۱) اونکے پاس ٹکٹ موجود نہوتا . خواہ اسلئے کہ جیب اسکی اجازت ندیتی ، یا بر وقت ڈاکخانہ سے حصول دشوار ہوتا . مگر اس عذر کیلئے بے تکلف احباب اور شاگرد مخصوص تھے . میر مہدی مجروح کو ایك بیرنگ خط مین لکھا ھے :

«بھائی ! نہ کاغذ ہی ، نہ ٹکٹ ہی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافہ پڑا ہی . کتاب مین سی یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ہون ، اور بیرنگ لفافہ مین لپیٹ کر بھیجتا ہون . غمگین نہونا . کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ہی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا .» (۲)

اسیطرح نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ہین :

«بھائی ! سچ تو یون ہی کہ اندنون مین میری پاس ٹکٹ نہین . اگر بیرنگ بھیجون تو کہار ماندہ اوٹھ نہین سکتا . ڈاك گھر تك جاؤ کون ؟» (۳)

نواب شہاب الدین احمد خان بہادر کو زیادہ مُضحکانہ انداز مین تحریر کیا ھے :

«آج میری پاس ٹکٹ ہی نہ دام . معاف رکھنا . والسلام .» (٤)

۲) اور یا اوسوقت بیرنگ خط ارسال کرتے کہ اوسکے تلف ہوجانے کا خطرہ ہوتا . اور چونکہ تلف ہوجانیکا خطرہ اہم مکاتیب کے سلسلہ مین زیادہ ناپسندیدہ معلوم ہوتا ھے ، اور اہم مکاتیب بے تکلف اور با تکلف دونون قسم کے مکتوب الیہ کو لکھے جاتے ہین ، بنابرین اس عذر کے ماتحت

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۵ (۳) ایضاً ، ص ٤۲۵ (٤) ایضاً ، ص ۲۹۱

میرزا صاحب نے والیانِ ریاست تك کو بیرنگ خطوط لکھے هین۔ چنانچه ایکبار نواب انور الدوله بهادر نے خط نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا:

> «سونچتا هون که دونون خط بیرنگ گئی تهی۔ تلف هونا کسیطرح متصور نهین۔» (۱)

در اصل میرزا صاحب یه سمجھتے تھے که ڈاکیا بیرنگ خط ضایع نهین کرتا۔ بلکه کوشش کرکے مکتوب الیه تك خط پهنچاتا هے، تاکه اوس سے محصولِ ڈاك وصول کرسکے۔ یه خیال سید احمد حسن مودودی کے خط مین ظاهر بھی کیا هے۔ فرماتے هین:

> «یه خط عمداً بیرنگ بهیجتا هون۔ کهتی هین که پیڈ کی تلف هونیکا احتمال هی، اور بیرنگ کا نهین۔» (۲)

سیف الحق سیاح کو لکھتے هین:

> «پیڈ خط گاه گاه تلف بهی هوجاتا هی۔ نظر اس بات پر یه خط تم کو بیرنگ بهیجتا هون، تاکه ضایع نهونیکا احتمال قوی رهی۔» (۳)

چودهری عبد الغفور سرور کو ضروری خطوط کے بیرنگ ارسال کرنے کی هدایت کرتے هوے لکھتے هین:

> «ایك قاعده آپ کو بتاتا هون۔ اگر اوسکو منظور کیجی گا تو خطوط کی نه پهنچنی کا احتمال اوٹھ جائیگا، اور رجستری کا درد سر جاتا رهیگا۔ آدھ آنه نه سهی، ایك آنه سهی۔ آپ بهی خط بیرنگ بهیجا کیجی، اور مین بهی بیرنگ بهیجا کرون۔ اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بهی هوتی هین۔ اس قاعده کا جیسا که مین واضع هوا هون بادی بهی هوا، اور یه خط بیرنگ بهیجا۔» (٤)

مولوی عزیز الدین صاحب نے قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے خط ارسال کرنیکی اطلاع اور اوسکے جواب نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا:

> «خط از روی احتیاط بیرنگ بهیجا هی۔ پوست پڈ خط اکثر تلف هو جاتی هین۔ چنانچه قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط، جسکا آپ نی ذکر لکھا هی، آنکھین پهوٹ جائین اگر مین نی دیکھا هو! آپ اون سی میرا سلام نیاز کهیی، اور خط کی نه پهنچنی کی اونکو خبر پهنچائیی۔» (۵)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۰٤
(۲) ایضاً، ص ۲٤٤
(۳) ایضاً، ص ۱٤
(٤) عود هندی، ص ۳۳
(۵) اردوی معلی، ص ۲۱۷

والی بھرتپور کا انتقال ہوا اور یہ خبر دلی پہنچی ، تو میرزا صاحب کو فکر ہوئی کہ کہین جانی جی ، جو مرزا تفتہ کے مربی تھے ، معزول تو نہین کردیے گئے . اس خبر کے استفسار کیلئے مرزا تفتہ کو خط لکھا اور اوس مین ہدایت کی کہ

> « واسطی خدا کی ! نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو ، اور جو صورت ہو ، مجکو لکھو ، اور جلد لکھو ، کہ مجھپر خواب و خور حرام ہی . کل شام کو مین نے سنا . آج صبح قلعہ نہین گیا ، اور یہ خط لکھکر از راہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہی . تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانہ کرنا . آدھ آنا ایسی بڑی چیز نہین . ڈاك کی لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتی ہین ، اور پوسٹ پڈ پڑا رہتا ہی . جب اوس محلہ مین جانا ہوتا ہی تو اوسکو بھی لیجاتی ہین . » (۱)

« دستنبو » کی طباعت کے متعلق ضروری ہدایتین بیرنگ خط مین لکھکر فرماتے ہین :

> « واسطی تاکید کی بیرنگ بھیجا گیا . » (۲)

اسیطرح منشی حبیب اللہ خان ذکا کو ایك ضروری خط بیرنگ لکھکر از راہِ معذرت فرماتے ہین :

> « بھائی ! یہ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون . » (۳)

نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضہ ، جو اونکی والدۂ ماجدہ کی تعزیتِ وفات کے متعلق تھا ، ارسال کیا ہے ، اور اوسکا جواب نہ پاکر دوسرا عریضہ بیرنگ ارسال کرتے ہوے آخر مین از راہِ معذرت لکھتے ہین :

> « پرسون ایك قطعہ جناب بیگم صاحبہ و قبلہ کی تاریخ وفات کا بھیجا ہی . یقین ہی کہ پہنچیگا . از راہ احتیاط وہ قطعہ اس ورق مین پھر لکھتا ہون ، اور نیز از راہ احتیاط یہ خط بیرنگ روانا کرتا ہون . » (٤)

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط کے ضایع ہوجانے کے اسدرجہ قایل تھے کہ جب اونہین کوئی خط نہ ملتا تو وہ اسے ڈاکخانہ کی سہل انگاری پر محمول کرکے یہ لکھدیا کرتے تھے کہ ڈاك مین ضایع ہوگیا ہوگا . اور اگر کسی دوست

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٦١ (۲) ایضاً ، ص ۵۰ (۳) ایضاً ، ص ٤۳ (٤) مکاتیب ، ص ۲۰

سے جوابِ خط مین تاخیر ہوتی، یا انکے مرسلہ خط کا حوالہ نہوتا تو باور کرلیتے کہ خط ڈاك مین تلف ہوگیا. ممکن ہے اوسوقت ڈاك کا محکمہ زیادہ منظم نہوا ہو. ورنہ اس زمانہ مین پوسٹ پیڈ خطوط ضایع ہوا کرین تو کاروبارِ عالم مختل ہوجائے، اور بالخصوص تجارت پیشہ حضرات گورنمنٹ کے اس مفید ترین محکمہ کے خلاف قانونی چارہ جوئیان کرنے لگین.

میرزا صاحب کا پتہ

اگرچہ باعتبارِ حسب و نسب میرزا صاحب دلی کے مشاہیر مین شمار کیے جاتے تھے، لیکن اونکی وسیع و مسلسل مراسلت نے اس شہرت مین چار چاند لگادیے تھے. اونکے پاس روزانہ ہندوستان اور بیرونِ ہند سے اردو، فارسی اور انگریزی خطوط آتے رہتے، جن مین سرکاری اور نجی ہر قسم کی تحریرین ہوتی تھین. چونکہ اونکو شہر مین ہر شخص جانتا تھا، اسلئے اونکا خط دلی کے ڈاك خانہ مین پہنچکر کبھی ضایع نہوتا. اونکی ڈاکخانہ کی معروفیت کی ایك وجہ یہ بھی تھی کہ پورے شہرِ دہلی مین وہ اپنے نام کے اعتبار سے وحدہ لاشریك تھے، اور ڈاکیا اسد اللہ خان غالب کا مسمی ایك ہی ذات کو جانتا تھا.

میرزا صاحب کو اپنی اس شہرت و ناموری کا اس درجہ پاس تھا، کہ کوئی دوست یا شاگرد اونکے مکان کا پتہ دریافت کرتا، یا اونکے نام کے خط پر لانبا چوڑا پتہ لکھدیتا، تو وہ اس کو اپنی توہین خیال کرتے. چنانچہ ایکبار نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی نے مکان کا پتا دریافت کیا. میرزا صاحب نے برہم ہوکر لکھا:

> « سنو صاحب! حسن پرستون کا ایك قاعدہ ہی کہ وہ امرد کو دوچار برس گھٹا کر دیکھتی ہین. جانتی ہین کہ جوان ہی، لیکن بچہ سمجھتی ہین. یہ حال تمھاری قوم کا ہی. قسم شرعی کھا کر کہتا ہون کہ ایك شخص ہی کہ اوسکی عزت اور نام‌آوری جمہور کی نزدیك ثابت اور متحقق ہی، اور تم صاحب بھی جانتی ہو. مگر جبتك اوس سی قطع نظر نہ کرو، اور اوس مسخری کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تمکو چین نہ آئیگا. پچاس برس سی دلی مین

رهتا هون . هزارها خط اطراف و جوانب سی آتی هین . بهت لوگ ایسی هین که محله نهین لکهتی . بهت لوگ ایسی هین که محلهٔ سابق کا نام لکهدیتی هین . حکام کی خطوط ، فارسی اور انگریزی ، یهانتك که ولایت کی آئی هوی ، صرف شهر کا نام اور میرا نام . یه سب مراتب تم جانتی هو ، اور اون خطوط کو تم دیکهه چکی هو . اور پهر مجهسی پوچهتی هو که اپنا مسکن بتا . اگر مین تمهاری نزدیك امیر نهین نه سهی . اهل حرفه مین سی بهی نهین هون ، که جبتك محله اور تهانه نه لکها جائی هرکاره میرا پتا نه پائی . آپ صرف دهلی لکهکر میرا نام لکهدیا کیجئی . خط کی پهنچنی کا مین ضامن . » (١)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی نے پته معلوم نهونیکی وجه سے خط لکهنے مین تردد کا اظهار کیا . اونکو لکهتے هین :

«قبله ! آپ کو خط کی بهیجنی مین تردد کیون هوتا هی ؟ هر روز دو چار خط اطراف و جوانب سی آتی هین . گاه گاه انگریزی بهی . اور ڈاك کی هرکاری بهی میرا گهر جانتی هین . پوسٹ ماسٹر میرا آشنا هی . مجکو جو دوست خط بهیجتا هی وه صرف شهر کا نام اور میرا نام لکهتا هی . محله بهی ضرور نهین . آپ هی انصاف کرین ، که آپ لال کنوان لکهتی رهی ، اور مجکو بلیمارون مین خط پهنچتا رها . خلاصه یه که خط آپکا کوئی تلف نهین هوا . » (٢)

مولوی حبیب الله خان ذکا نے یکے بعدِ دیگرے دو نیازنامے بهیجے ، مگر میرزا صاحب کی طرف سے جواب نه ملا . اونهون نے اس کو دلی کے ڈاکخانه کی غفلت پر محمول کرکے آخری خط بذریعهٔ رجسٹری ارسال کیا ، اور اوس مین جواب ندینے کی شکایت لکهی . اسکے جواب مین میرزا صاحب الفاظ و مطالب کے گل کهلاتے هین :

«میری مشفق ! میری شفیق ! مجهسی هیچ و پوچ کی مانی والی ! مجهسی بری کو اچها جاننی والی ! میری محب ! میری محبوب ! تمکو میری خبر بهی هی ؟ آگی ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگی بهرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا رهآورد هی رعشه وضعف بصر . جهان چار سطرین لکهین ، انگلیان ٹیڑهی هوگئین . حرف سوجهنی سی رهگئی . اکهتر برس جیا . بهت جیا . اب زندگی برسون کی نهین ، مهینون کی اور دنون کی هی . پهلا خط تمهارا پهنچا .... دوسرا خط مع غزل آیا ... غزل بعد مشاهده تمکو بهیجی گئی ، اور لکها گیا که نوید حصول صحت جلد بهیجو . کل ایك خط رجسٹری دار آیا . گویا ستارهٔ دنباله دار آیا . حیران که ماجرا کیا هی ؟ باری کهولا اور دیکها . خط نوید رفع مرض و حصول صحت سی خالی اور شکوههای بیجا سی لبریز .

---

(١) اردوی معلی ، ص ٤١٨

(٢) ایضاً ، ص ٢٠٧

> صاحب ! میری نام کا خط جہان سی روانہ ہو وہین رہ جای تو رہجای ۔ ورنہ دلی کی ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا مجال ہی جو مجھ تك نہ پہنچی ؟ اسیطرح میرا خط یہانکی ڈاکخـانی سی نہ روانہ ہو کیا معنی؟ جہان پہنچی وہان کی ڈاك کی کارپردازون کو اختیار ہی ۔ مکتوب الیہ کو دین یا ندین ۔ » (١)

مرزا تفتہ کو ایك خط مین صاف طور پر لکھدیا ہے ، کہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین ہے ۔ فرماتے ہین :

> « بات یہ ہی کہ نامور آدمی کیواسطی محلہ کا پتا ضرور نہین ۔ مین غریب آدمی ہون ۔ مگر فارسی انگریزی جو خط میری نام کی آتی ہین تلف نہین ہوتی ۔ بعض فارسی خط پر پتا محلہ کا نہین ہوتا ، اور انگریزی خط پر تو مطلق پتـا ہوتا ہی نہین ۔ شہر کا نام ہوتا ہی ۔ تین چار خط انگریزی ولایت سی مجکو آئی ۔ جانی اونکی بلا کہ بلی مارون کا محلہ کیا چیز ہی ۔ » (٢)

مولانا حاتم علی مہر کو تحریر کیا ہے :

> « اور یہ بھی آپکو معلوم رہی ، کہ میری خط کی سرنامی پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہین ۔ شہر کا نام اور میرا نام ۔ قصہ تمـام ۔ » (٣)

ایکبار میرزا صاحب نے مکان تبـدیل کیا ۔ مرزا تفتہ کو تردد ہوا کہ یہ مکان کس محلہ مین واقع ہے ۔ اونکے اس تردد کے رفع کرنے کیلئے ارشاد ہوا ہے :

> « یہ مکان بہ نسبت اوس مکان کی بہشت ہی ۔ اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیمارون کا ۔ اگرچہ ہی یون کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاك وہین پہنچتی ۔ یعنی اب اکثر خطوط لال کنوی کی پتی سی آتی ہین ، اور بی تکلف یہین پہنچتی ہین ۔ بہر حال تم وہی « دلی ، بلیمارون کا محلہ » لکھکر خط بھیجا کرو ۔ » (٤)

تفتہ ہی کو دوبارہ لکھا تھا :

> « میری نام کا کوئی لفافہ ضائع نہین جاتا ۔ خـدا جانی اوس پر کیا بجوگ پڑا؟ » (٥)

سید احمد حسن صاحب مودودی کی شکایت پر تحریر کیا ہے :

> « میری نام کا لفـافہ جس شہر سی چلی اوسی شہر کی ڈاك گھر مین رہجای تو رہجای ۔ ورنہ دلی کی ڈاکخـانہ مین پہنچکر کیا امکان ہی کہ تلف ہو ؟ » (٦)

ایکبار میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کے نام خط لکھا ۔ ڈاکیے نے غلطی سے کسی دوسرے میر مہدی کو جا دیا ۔ مجروح نے میرزا صاحب کو اسکی اطلاع دی ۔ اس اطلاع پر ارشاد ہوتا ہے :

---

(١) اردوی معلی ، ص ٣٧

(٢) ایضاً ، ص ٨٧

(٣) ایضاً ، ص ٢٥١

(٤) ایضاً ، ص ٧٥

(٥) ایضاً ، ص ٦٨

(٦) ایضاً ، ص ٢٤٥

> «وہ جو تمنی لکھا تھا کہ تیرا خط میری نام کا میری ہمنام کی ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمھارا ھی۔ کیون ایسی شہر مین رہتی ہو جہان دوسرا میر مہدی بھی ہو؟ مجکو دیکھو کہ مین کب سی دلی مین رہتا ہون۔ نہ کوئی اپنا ہمنام ہونے دیا۔ نہ کوئی اپنا (ہم) عرف بننے دیا۔ نہ اپنا ہم تخلص بہم پہنچایا۔» (۱)

ابتداءِ مراسلت مین نواب فردوس مکان کے فرامین جامع مسجد کے پتہ سے جاتے تھے۔ حالانکہ میرزا صاحب آٹھ سات برس سے بلیمارون کے محلہ مین چلے آئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ فرامین میرزا صاحب کو ملتے رہے۔ جب خود انھین نے سرکار کو لکھا کہ آیندہ اہلِ دفتر کو صحیح پتا لکھنے کی ہدایت کردیجائے، تب دوسرا پتا لکھا گیا۔ میرزا صاحب فرماتے ہین:

> «دبیران خاص بر عنوان نامہ ہای پیشین نشان کلبۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشتہ اند ومن از ہفت ہشت سال در محلۂ بلیمار می مانم۔ سپس نشان این محلہ نگاشتہ شود۔» (۲)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۸۹ (۲) مکاتیب، ص ١٤

# متعلقاتِ انشاء

اس بحث کے آخر مین بعض ایسے حالات کا تذکرہ بھی ضروری ھے ، جو بظاھر میرزا صاحب کے عادات و خصائل کی ایک کڑی معلوم ھوتے ھین ، لیکن انکی انشا کی کیفیت و کمیت کے اندازہ کیلیئے اونکا مطالعه افادہ سے خالی نہین ، اور اس لئے اونہین متعلقات انشا کے عنوان سے ذکر کیا جا سکتا ھے .

### جواب مین جلدی

خطوط کا جواب دینے مین میرزا صاحب بہت با ضابطہ تھے . وہ یون تو ھر خط کا جواب فوراً لکھتے ، اور غیر اختیاری عذر کے علاوہ کسی اور عذر کے پیش کرنے کا کبھی موقع نہ آنے دیتے . لیکن ضروری و جواب طلب خط کے جواب مین بیحد جلد بازی سے کام لیتے تھے . بسا اوقات ایسا ھوتا کہ یہ جانتے ھوے کہ اب ڈاك کا وقت گزر چکا ھے جواب لکھ لیتے اور مکتوب الیہ کو بتا دیتے کہ اس مجبوری کے سبب آج خط سپردِ ڈاك نہوسکا . مثلاً بیخبر کو تحریر کیا ھے :

> « جنابعالی ! آج دوشنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھے . پہر دن چڑھا ھوگا .... غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمھارا خط لایا ... باآنکہ خط جوابطلب نہ تھا جواب لکھنے لگا . » (۱)

نواب انور الدولہ بہادر شفق کو لکھا ھے :

> « خداوند نعمت ! آج دوشنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھے . اسوقت کم بارہ پر تین بجی ھین عطوفت نامہ پہنچا . اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا . ڈاك کا وقت نرھا . خط کو معنون کر رکھتا ھون . کل شنبہ ١٦ فروری کو ڈاك مین بھجوا دونگا . » (۲)

نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھتے ھین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷۵ (۲) ایضاً ، ص ۲۹۵

«آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا. اودھر پڑھا ادھر جواب لکھنی بیٹھا .» (۱)

ایکبار میر مہدی مجروح کا خط صبح کی ڈاك سے موصول ھوا. میرزا صاحب نے اوسکا فوراً جواب لکھا اور اوس مین تحریر کیا :

«مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا ، تو مین جواب لکھونگا . آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پیکر بیٹھا تھا ، کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا .» (۲)

انھین کو لکھتے ھین :

«اسوقت تمھارا ایك خط اور یوسف مرزا کا ایك خط آیا. مجکو باتین کرنی کا مزا ملا ، تو دونون کا جواب ابھی لکھکر روانا کیا. اب مین روٹی کھانی جاتا ھون .» (۳)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے :

«آج سنیچر بار کو دو پھر کی وقت ڈاك کا ھرکارہ آیا ، اور تمھارا خط لایا. مین نی پڑھا ، اور جواب لکھا ، اور کلیان کو دیا . وہ ڈاك کو لیگیا. خدا چاھی تو کل پہنچ جاۓ .» (٤)

معلوم ھوتا ھے کہ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ ع تك ڈاك کا ھرکارہ خط تقسیم بھی کرتا تھا اور دلی سے باھر جانیوالے خطوط جمع بھی کیا کرتا تھا . اسلئے کہ ایکبار مرزا تفتہ کا خط آیا . میرزا صاحب نے اوسکا جواب لکھکر اوسیوقت ھرکارہ کو دیا اور آخر مین لکھا :

«اسوقت تمھارا خط پہنچا ، اور اسیوقت مین نی یہ خط لکھکر ڈاك کی ھرکارہ کو دیا .» (۵)

### عذر تاخیر

چونکہ میرزا صاحب خطوط کا جواب با قاعدگی سے دیا کرتے تھے اس لئے اگر اونکا کوئی دوست اپنے نیازنامہ کا جواب نہ پانے کی شکایت لکھتا ، اور فی الحقیقت کسی وجہ سے جواب مین تاخیر ھوجاتی ، تو میرزا صاحب فوراً عذر تاخیر لکھدیتے . لیکن اگر شکایت پا در ھوا ھوتی تو اپنے اوپر کبھی ذمہ داری نہ لیتے اور صاف انکار کردیتے . ایکبار میر احمد حسن

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤١٢ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۱۹۳
(٤) ایضاً ، ص ۸۰ (۵) ایضاً ، ص ۸۰

صاحب مودودی نے شکایت کی کہ آپنے میرے کئی خطون کا جواب نہین بھیجا۔ اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ھین:

«آپ کی کسی خط کا جواب میری ذمہ باقی نہین ھی۔ دو یا تین جس خط کا جواب نہین پہنچا اوسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ مین تلف ہوی، اور میری پاس نہین پہنچی۔» (١)

ایکبار اپنی عادت کے خلاف حاتم علی مہر کے خط کا جواب دوسرے دن لکھا، تو ساتھ ھی ساتھ تاخیر کی تلخی کو ظرافت کی چاشنی سے بدلنے کی بھی کوشش کی۔ فرماتے ھین:

«بندہ پرور! آپکا خط کل پہنچا۔ آج جواب لکھتا ہون۔ داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہون؟» (٢)

اسیطرح میر مہدی مجروح کے خط کے جواب کو کئی دن کی دیر ھوگئی تو اونھین لکھا:

«واہ واہ سید صاحب! تم تو بڑی عبارت آرائیان کرنی لگی۔ نثر مین خود نمائیان کرنی لگی۔ کئی دن سی تمھاری خط کی جواب کی فکر مین ھون۔ مگر جاڑی نی بیحس و حرکت کردیا ھی۔ آج جو بسبب ابر کی وہ سردی نہین، تو مین نی خط لکھنی کا قصد کیا ھی۔» (٣)

ایکبار مرزا حاتم علی مہر کو خط لکھا، اور بکس مین رکھ لیا۔ کئی دن کے بعد کھولا تو خط برآمد ھوا۔ اسکے متعلق اونھین تحریر فرماتے ھین:

«مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید * خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبہ کا دن ٢٠ ستمبر کی تھی۔ صبح کو مین نی آپکو شکایت نامہ لکھا، اور بیرنگ ڈاك مین بھیجدیا۔ دو پہر کو ڈاك کا ھرکارہ آیا۔ تمھارا خط اور ایك مرزا تفتہ کا خط لایا۔ معلوم ھوا کہ جس خط کا جواب مین آپ سی مانگتا ھون، وہ نہین پہنچا۔ کچھ شکوہ سی شرمندگی اور کچھ خط کی نہ پہنچنی سی حیرت ھونی۔ دوپہر ڈھلی مرزا تفتہ کی خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنی لگا۔ بکس مین سی وہ تمھاری نام کا خط نکل آیا۔ اب مین سمجھا کہ خط لکھکر بھول گیا ھون، اور ڈاك مین نہین بھیجا۔ اپنی نسیان کو لعنت کی اور چپ ھو رھا۔ متوقع ھون کہ میرا قصور معاف ھو۔» (٤)

ایك مرتبہ میرزا صاحب نے تفتہ کو خط لکھا۔ اونکی طرف سے جواب نہ ملا۔ بلکہ خط آیا تو اولٹی خط نہ بھیجنے کی شکایت درج تھی۔ میرزا صاحب اسکے جواب مین لکھتے ھین:

---

(١) اردوی معلی، ص ٢٤٠ (٢) ایضاً، ص ٢٦٨ (٣) ایضاً، ص ١٧٤ (٤) ایضاً، ص ٢٥٥

«آج پنجشنبہ کی دن ١٨ نومبر کو تمھارا خط آیا، اور مین آج ہی جواب لکھتا ہون. کیا تماشا ہی کہ تمھارا خط پہنچتا ہی، اور میرا خط نہین پہنچتا؟» (١)

### لیٹے لیٹے لکھتے

میرزا صاحب کی وضعِ خطوط نویسی اسدرجہ پختہ ہوچکی تھی، کہ شدتِ مرض اور زیادتیِ ضعف کے باعث نشست و برخاست کی قوت نہونے کی حالت مین بھی جوابِ خط سے دوستون کو محروم رکھنا گوارا نکرتے، اور لیٹے لیٹے جواب لکھتے تھے. چنانچہ ایکبار فروری سنہ ١٨٥٤ع مین تپ و لرزہ کا شدید دورہ ہوا. ابھی مرض کی شدت باقی تھی کہ مرزا تفتہ کا خط آگیا. میرزا صاحب نے اوسی حالتِ ضعف مین جواب دیا، اور اوس مین لکھا:

«مین چار دن سی لرزی مین مبتلا ہون... اتنی سطرین مجھ سی بہزار جر ثقیل لکھی گئی ہین.» (٢)

صاحبعالم صاحب مارہروی کو بحالتِ بیماری لکھا ہے:

«جو کچھ لکھنا ہوتا ہی وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون.» (٣)

اسیطرح ایك مرتبہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کا خط آیا، تو میرزا صاحب کو اوٹھنا بیٹھنا دشوار تھا. لیکن اوسی حالت مین جواب لکھکر آخر مین فرمایا:

«بارہ پر دو بجی ہرکارہ نی آپ کا خط دیا. پلنگ پر پڑی پڑی خط پڑھا، اور اوسیطرح جواب لکھا.» (٤)

سنہ ١٨٦٢ع مین تقریباً سارا جسم زخمون سے بھرا ہوا تھا، اور بالخصوص سیدھے ہاتھ کے پھوڑے کی تکلیف سے روح تحلیل ہوئی جاتی تھی؛ لیکن اس حالت مین بھی خطون کے جوابات برابر بھیجتے رہے. چودھری عبد الغفور سرور کو لکھتے ہین:

«اشعار کی اصلاح یك قلم موقوف. خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہون. دو خط چودھری

---

(١) اردوی معلی، ص ٧٠ (٢) ایضاً، ص ٧٨ (٣) ایضاً، ص ٢٠٣ (٤) عود ہندی، ص ١٧٤

> صاحب کی آئی ، اور ایك خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کی آئی . جواب نه لکھ سکا . آج اپنی کو طعنی دیکر مرد بنایا جب یه عبارت لکھی . » (۱)

انهین کے ایك خط مین اشعار کے حسن و قبح کا معیار بتاتے ہوے آتش و ناسخ کا ذکر کرتے هین . لیکن استشهاد مین انکا کوئی شعر یاد نهین آتا تو کهتے هین :

> « یاد کیا آوی . لیٹا ہوا هون . دمبدم پانو کی ورم کی ٹیس هوش اوڑانی دیتی هی .
> انا لله وانا الیه راجعون ! » (۲)

اسی زمانه مین مرزا تفته کو لکھا هے :

> « مین ناتوان بهت هوگیا هون . گویا صاحب فراش هون . کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجاؤ تو اوٹھ بیٹھتا هون . ورنه پڑا رهتا هون . لیٹی لیٹی خط لکھتا هون . » (۳)

### ضعف کی سبب مراسلت مین کمی

لیکن جب بوجهِ پیرانه سالی میرزا صاحب کا ضعف روز افزون هونے لگا ، تو مجبوراً مراسلت مین کمی کرنی پڑی . تاهم اس حالت مین یه کبهی نهوا که کسی جوابطلب خط کا جواب ندیا هو . هاتھ مین رعشه اور بینائی مین نقصان آجانے کے بعد اخبارات مین اپنی اس حالت کا اعلان کرکے اربابِ ادب سے التجا کی تهی که آینده جوابِ خط اور اصلاحِ اشعار سے معاف رکھے جائین . لیکن اسپر بهی برابر خطوط چلے آتے تهے . اس زمانه مین میرزا صاحب کسی بے تکلف دوست کے منتظر رهتے . جب ایسا دوست آجاتا ، اوس سے جواب لکھا دیتے . ایکبار مرزا شمشاد علی بیگ رضوان نے کوتاه قلمی کی شکایت کی . اسکے جواب مین ارشاد فرماتے هین :

> « مرزا ! رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترك هوتی جاتی هی . تحریر کا تارك نهین هون ، بلکه متروك هون .... اگر تمهاری خط کا جواب نه لکھون تو محل ترحم هی نه مقام شکایت . » (٤)

اپریل سنه ۱۸٦٦ ع مین سید احمد حسن مودودی کو لکھتے هین :

> « پیر و مرشد ! آپ کو میری حال کی بهی خبر هی . ضعف نهایت کو پهنچ گیا . رعشه پیدا هو گیا . بینائی مین بڑا فتور پڑا . حواس مختل هوگئی . جهانتك هوسکا احباب کی خدمت بجا لایا .

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۰ (۳) ایضاً ، ص ۹٤ (٤) ایضاً ، ص ۳۲۱

> اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا ، اور اصلاح دیتا تھا . اب نه آنکھ سی اچھی طرح سوجھی ، نه هاتھ سی اچھی طرح لکھا جائی . کہتی هین که شاه شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کی خدا نی فرض اور پیمبر نی سنت معاف کردی تھی . مین متوقع هون که میری دوست خدمت اصلاح اشعار مجھپر معاف کردین . خطوط شوقیه کا جواب جس صورت سی هوسکیگا لکھدیا کرونگا . زیاده حد ادب . » (١)

مولوی حبیب الله خان ذکا نے کیفیتِ مزاج دریافت کی تو اسپر در افشانی فرماتے هین :

> «تم میری بات پوچھتی هو . مگر مین کیا لکھون ؟ هاتھ مین رعشه . انگلیان کہنی مین نہین . ایك آنکھ کی بینائی زایل . جب کوئی دوست آجاتا هی ، تو اوس سی خطوط کا جواب لکھوا دیتا هون . » (٢)

جون سنه ١٨٦٧ ع مین میان داد خان سیاح کو اپنی حالت لکھتے ہوے فرماتے هین :

> «میرا حال اسی سی جانو که اب مین خط نہین لکھ سکتا . آگی لیٹی لیٹی لکھتا تھا . اب رعشه و ضعف بصارت کی سبب سی وه بھی نہین هوسکتا . » (٣)

انهین کو اگست سنه ٦٧ ع مین لکھا هے :

> «آگی مین لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وه بھی نہین هوسکتا . هات مین رعشه . آنکھون مین ضعف بصر . کوئی متصدی میرا نوکر نہین . دوست آشنا کوئی آجاتا هو تو اوس سی جواب لکھوا دیتا هون . بھائی ! مین تو اب کوئی دن کا مہمان هون . اور اخبار والی میرا حال کیا جانین ؟ هان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والی که یه یهان کی رهنی والی هین ، اور مجھسی ملتی رهتی هین . سو اونکی اخبار مین مین نی اپنا حال مفصل چھپوا دیا هی . اور اوس مین مین نی عذر چاها خطون کی جواب سی اور اشعار کی اصلاح سی . اوس پر کسی نی عمل نکیا . ابتك هر طرف سی خطون کی جواب کا تقاضا اور اشعار اصلاحون کی چلی آتی هین ، اور مین شرمنده هوتا هون . بوڑھا ، اپاهج ، پورا بهرا ، آدھا اندھا . دنرات پڑا رهتا هون . » (٤)

نواب میر غلام بابا خان بہادر نے کبھی کبھی اطلاعِ خیریت کی خواهش کی تھی . اونهین ٦ اپریل سنه ١٨٦٨ ع کو لکھتے هین :

> «آپ جو فرماتی هین که تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر . آگی اتنی طاقت باقی تھی ، که لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وه طاقت بھی زائل هوگئی . هاتھ مین رعشه

---

(١) اردوی معلی ، ص ٢٤٣ (٢) ایضاً ، ص ٤٠ (٣) ایضاً ، ص ٣٣ (٤) ایضاً ، ص ٢٠

> پیدا هوگیا. بینائی ضعیف هوگئی. متصدی نوکر رکھنی کا مقدور نہین. عزیزون اور دوستون مین سی کوئی صاحب وقت پر آگئی تو مین مطلب کہتا گیا وه لکھتی گئی.» (١)

سید احمد حسن صاحب کو کسی دوست نے اطلاع دی که اب میرزا صاحب کو افاقه هے. اونهون نے میرزا صاحب سے اسکی تصدیق چاهی. اسپر تحریر فرماتے هین:

> «وه جو آپ نی سنا هی که اب غالب کو مرض سی افاقت هی سو محض غلط هی. آگی ناتوان تها. اب نیمجان هون. خط نہین لکھ سکتا. ایك لڑکی سی یه چند سطرین لکھوادی هین. جو مین کہتا گیا هون، وه غریب لکھتا گیا هی.» (٢)

اپنی اس مجبوری کے زمانه مین میرزا صاحب دوستون اور شاگردون کے خطوط کی طرح اعزه کے خطوط کا جواب بھی بمشکل دیا کرتے تھے. نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے باقر علیخان کامل کو پوتون کی طرح پالا تھا. وه روزگار کی تلاش مین الور گئے. دلی مین بیوی اور ایك بچی چھوڑ گئے تھے. میرزا صاحب سے امید تھی که اپنی اور بہو اور پوتی کی خیریت سے مطلع کرتے رهین گے. لیکن میرزا صاحب، جو اب معذور هوچکے تھے، اونکو بھی تاخیر سے جواب دیتے تھے. ایکبار اونهون نے شکایت کی. میرزا صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا:

> «مجھسی جو تم گله کرتی هو خط کی نه بھیجنی کا. بھائی! اب میری اونگلیان نکمی هوگئی هین، اور بصارت مین بھی ضعف آگیا هی. دو سطرین نہین لکھ سکتا. اطراف و جوانب کی خطوط آئی هوی دهری رهتی هین. جب کوئی دوست آجاتا هی مین اوس سی جواب لکھوا دیتا هون. پرسون کا تمهارا خط آیا هوا دهرا تها. اب اسوقت مرزا یوسف علیخان آگئی. مین نی اونسی یه خط لکھوا دیا.» (٣)

◆

---

(١) اردوی معلی، ص ٨ (٢) ایضاً، ص ٢٤٦ (٣) ایضاً، ص ٣٢١

# طباعتِ خطوط

میرزا صاحب کی ممانعت

سب سے پہلے منشی شیو نراین اکبرآبادی اور ہرگوپال تفتہ کو میرزا صاحب کے خطوط کی طباعت کا خیال پیدا ہوا۔ ان دونون نے علیحدہ علیحدہ میرزا صاحب کو اپنی تجویز سے مطلع کرکے اشاعت کی اجازت چاہی۔ لیکن اوس عہد تک مراسلت مین انشا پردازی کے تمام اصول و ضوابط کا لحاظ ضروری شمار ہوتا تھا، اور میرزا صاحب کے خیال مین زبانِ اردو کے لئے اس بارِ گران کا تحمل دشوار تھا۔ چنانچہ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کی فرمایشِ اردو کے جواب مین انہون نے یہی لکھدیا تھا، کہ اس زبان مین زورِ قلم صرف کرکے معانیِ نازک پیدا کرنا اور اسطرح اپنا کمالِ انشا ظاہر کرنا مشکل ہے۔ اس مین گنجایشِ عبارت آرائی کہان جو کوشش کیجائے؟ لہذا مجھے اس خدمت سے معاف رکھا جائے۔(۱) علاوہ ازین انہون نے اردو مراسلت کاوش پژوہی سے بچنے کیلئے شروع کی تھی، اور اسوجہ سے کبھی قلم سنبھالکر اور دل لگا کر کوئی خط نہ لکھا تھا۔ ان یارانِ باصفا کی تجویز منظور کرلینے مین خطرہ ہوا کہ کہین کمالِ انشایِ فارسی کے مداح اردو نثر دیکھکر شکوہِ سخنوری پر نکتہ چینی نہ کرنے لگین، اور اردو کا یہ پھیکا پکوان فارسی کی اونچی دوکان کی شہرت پر دھبا نہ لگا دے۔ اسلئے ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو منشی شیو نراین اکبرآبادی کو جواباً لکھا:

> «اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہین یہ بھی زاید بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مین نے قلم سنبھالکر اور دل لگاکر لکھا ہوگا۔ ورنہ صرف تحریر سرسری ہے۔ اوسکی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۳ و ۳۶۶ و ۳۶۷ پر وہ خطوط ملاحظہ ہون جن مین میرزا صاحب نے اردو نثر لکھنے سے انکار کیا ہے۔ اور ساتھ ہی اس انکار کی وجوہ بھی بتائی ہین۔

شہرت میری سخنوری کی شکوہ کی منافی ہی ۔ اس سی قطع نظر کیا ضرور ہی کہ ہماری آپس کی معاملات اوروں پر ظاہر ہون ؟ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میری خلاف طبع ہی ۔» (١)

اسی اثنا مین مرزا تفتہ کا پرزور نیازنامہ آیا ۔ اوسکو پڑھکر ٢٠ نومبر سنہ ٥٨ ع کو ادھر منشی شیو نراین کو لکھا :

«رقعون کی چھاپی کی باب مین ممانعت لکھ چکا ہون ۔ البتہ اس باب مین میری رای پر تمکو اور مرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہی ۔» (١)

اور اوسطرف مرزا تفتہ کی ہٹ کے جواب مین مشفقانہ تحریر کیا :

«رقعات کی چھاپی جانی مین ہماری خوشی نہین ہی ۔ لڑکون کی سی ضد نکرو ۔ اور اگر تمہاری اسی مین خوشی ہی تو صاحب مجھ سی نہ پوچھو ۔ تمکو اختیار ہی ۔ یہ امر میری خلاف رای ہی ۔» (٢)

اسکے بعد ان دونون نے طباعتِ مکاتیب کے سلسلہ مین کچھ نہین لکھا ۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہون نے ارادۂ طباعت فسخ کردیا تھا ۔

### مکتوبات غالب کا پہلا مجموعہ ۔ مہر غالب

اس واقعہ کے دو سال بعد سنہ ١٢٧٨ ھ (١٨٦١ ع) مین چودھری عبد الغفور سرور مارہروی اور منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے میرزا صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر اون خطوط کی طباعت کا تہیا کیا ، جو سرور کے نام میرزا صاحب نے لکھے تھے ۔ ترتیب کا کام سرور کے سپرد ہوا اور طباعت کا ذمہ ، ممتاز علیخان نے لیا ۔ مجموعہ کا سرور نے «مہرِ غالب» نام رکھا اور اوسکے دیباچہ مین لکھا :(٣)

«ارباب علوم کو معلوم ہو کہ مین انکسار ظہور ، عبدالغفور متخلص بہ سرور ، مارہروی بدو شعور سی اہل سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواہان تھا ۔ جب کلام بلاغت نظام رشک صائب ، فخر طالب ، جناب اسد اللہ خان صاحب غالب کا دیکھا ، دل کو بھایا ۔ یکتا پایا ۔ ترسیل

---

(١) اردوی معلی ، ص ٣٦١ (٢) ایضاً ص ١٠٥

(٣) اگرچہ سرور نی سنہ ١٨٦١ ع مین میرزا صاحب کی خطوط مرتب کرلی تھی ۔ لیکن دیباچہ لکھنی کی نوبت سنہ ١٨٦٣ ع مین آئی ، جب کہ کتاب پریس کو جا رہی تھی ۔ اسلئی کہ عود ہندی (ص ٤٧) مین میرزا صاحب کا ایک خط اس دیباچہ کی تعریف مین درج ہی ، جو اسلئی سنہ ١٨٦٣ ع کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہی کہ اس مین میرزا صاحب نی ماقبل مکتوب کا حوالہ دیا ہی ، اور ماقبل کا خط کثرت بثور و اورام کی داستان پر مشتمل ہی ، جو سنہ مذکورہ کا واقعہ ہی ۔

UNIVERSIT

> مراسلات مین قدم بڑھایا . ہر کتابت کا جواب آیا . .... جو نامہ کہ بنام میری بعبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویون سی دلربا تر ، اور ہر سطر اوسکی سلسلہ مویون سی تاب فرسا زیادہ ہی . جس آنکھ نی دیکھا وہ بینا ہی . جس کان نی سنا وہ شنوا ہی . پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اوٹھانا خلاف انصاف جانا . دل مایل تمام بشہرت عام ہوا . اور ہنوز یہ قصد ناتمام تہا ، کہ بحسن اتفاق فخر زمان ، وحید دوران ، جناب ممتاز علیخانصاحب متوطن میرٹھ ... رونق افزای مارہرہ ہوی ... ایك روز محفل ممدوح مین ذکر ہمہ دانی و شیوہ بیانی جناب استادی و مخدومی درمیان آیا . ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلکشا ہی . فارسی کا کیا کہنا ! اردو بھی یکتا ہی . نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع ہوا . لیکن نثر اردو زیور طبع سی عاری رہا . اگر وہ خطوط کہ بنام تمہاری آئی اور تم نی سنائی ہین جمع کرو تو مین اوسکی انطباع کا بیڑا اوٹھاتا ہون . اس تقریر سی نسیم تاثیر نی غنچۂ دل کھلایا . منشای خاطر ظہور مین آیا . وہ مکتوب کہ بنام میری آئی تھی ترتیب دیئی . گویا جواہر بی بہا کان قلمدان سی نکالکر کشتیء اوراق مین جمع کئی . چونکہ محبت جناب غالب میری حال پر بہت غالب ہی ، لہذا نام اس انشا کا « مہر غالب » ( بکسر میم ) مناسب ہی . سال ختم تالیف بھی اس نام سی مطابق پایا . » (١)

یہ تجویز پاس ہوگئی اور منشی ممتاز علی خان صاحب میرٹھ چلے آئے . لیکن ابھی طباعت شروع نہوئی تھی کہ اونہین خیال پیدا ہوا کہ میرزا صاحب کے مزید رقعات تلاش کرکے اس مجموعہ مین شامل کئے جائین . اس خیال کی تکمیل مین قدرت نے امداد کی اور اونہین ایك اور مجموعہ کا پتہ چلا ، جو میرزا صاحب کے علم و امداد سے مرتب کیا جا رہا تھا .

### مکاتیب غالب کا دوسرا مجموعہ

یہ مجموعہ منشی غلام غوث خان بہادر بیخبر مرتب کر رہے تھے . انہون نے اپنے ارادہ کی اطلاع میرزا صاحب کو پہلے سے دیدی تھی ، اور یہ خواہش کی تھی ، کہ اون تمام خطون کی نقول بھی مہیا کردین ، جو دوسرے احباب اور شاگردون کے نام لکھے گئے ہین . میرزا صاحب نے اس التماس کو قبول کرلیا تھا . لیکن اوسوقت تك اونکا یہ خیال تھا کہ صرف وہ خط مرتب کیے جائین ، جن مین کوئی ادبی خوبی ہو . روزمرہ

---

(١) عود ہندی ، ص ٥ و ٦ .

کی نجی ضروریات پر مشتمل خطون کو خارج کردیا جائے. اسلئے بیخبر کو جواب مین لکھا تھا:

> «آپ کو معلوم رهی که منشی حبیب الله ذکا اور نواب مصطفی خان حسرتی کو کبھی اردو خط نهین لکھا. هان ذکا کو غزل اصلاحی کی هر شعر کی تحت مین منشاء اصلاح سی آگهی دیجاتی هی. نوابصاحب کو یون لکھا جاتا هی: «کهار آیا. خط لایا. آم پهنچی. کچھ بانٹی. کچھ کهائی. بچون کو دعا. بچون کی بندگی. مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام». یه تحریر اس هفته مین گئی هی. غرضکه عامیانه لکھنا اختیار کیا هی. اب یه عبارت جو تمکو لکھ رها هون یه لایق شمول مجموعهٔ نثر اردو کهان هی؟ یقین جانتا هون که ایسی نثرون کو آپ خود نه درج کرین گی.» (۱)

اسی زمانه مین مولوی عبد الغفور خان بهادر نساخ کو ایك خط لکھا تھا. اوسکی نقل بیخبر کو روانه کرتے هوے تمهیداً تحریر کرتے هین:

> «پیر و مرشد! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر هین کلکته مین. مولوی عبد الغفور خان اونکا نام اور نساخ اونکا تخلص هی. میری اونکی ملاقات نهین. اونهون نی اپنا دیوان چهاپی کا موسوم به «دفتر بیمثال» مجکو بهیجا. اوسکی رسید مین یه خط مین نی اونکو لکھا. چونکه یه خط مجموعهٔ نثر اردو کی لایق هی، آپ کی پاس ارسال کرتا هون.» (۲)

لیکن ان نجی خطون کی موجودگی سے معلوم هوتا هے که بیخبر نے اونکے اس مشوره کو نه مانا، اور هر قسم کے خط شاملِ مجموعه کرلیئے.

### مقام طباعت

میرزا صاحب کا خیال تھا که بیخبر اس مجموعه کو اله آباد مین، جهان وه مقیم تھے، طبع کرائینگے. اسلئے ایك انگریز کے استفسار کے سلسله مین بیخبر کو لکھا:

> «جناب کیمس صاحب بهادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجکو آیا. کچھ اردو زبان کی ظهور کا حال پوچھا تھا. اوسکا جواب لکھ بهیجا. نظم و نثر اردو طلب کی تھی. مجموعهٔ نظم بهیجدیا. نثر کی باب مین تمهارا نام نهین لکھا. مگر یه لکھا که اله آباد مین وه مجموعه چهاپا جاتا هی. بعد انطباع و حصول اطلاع وهان سی منگا کر بهیجدونگا.» (۳)

---

(۱) عود هندی، ص ۱۷٤

(۲) ایضاً، ص ۱۲۵

(۳) ایضاً، ص ۱۷۵

مگر بیخبر نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوے لکھا کہ منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے اپنے مطبع مین طباعت کا اہتمام کیا ھے۔ میرزا صاحب ان بزرگ سے واقف تھے، اسلئے بیخبر کی اس خبر پر اطمینان ظاہر کیا، اور جب بیخبر نے دوبارہ اونکا ذکر کیا تو تحریر فرمایا:

> «حضرت پیر و مرشد! اس سی آگی آپکو لکھ چکا ھون کہ منشی ممتاز علیخان صاحب سی میری ملاقات ھو، اور وہ میری دوست ھین۔» (۱)

### طباعت مین تاخیر

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کا کام سنہ ٦١ ع مین شروع کیا۔ میرزا صاحب کے مکتوب الیہم مین سے جو بزرگ خود اونکے دوست تھے اونسے براہِ راست، اور جنکی خدمت مین خود نیاز حاصل نہ تھا اونسے بتوسطِ غالب خطوط کی نقلین مہیا کین، اور سنہ ٦٥ ع مین یہ سلسلہ ختم کردیا۔ لیکن میرزا صاحب نے، جو سنہ ٦٣ ع کے بعد سے طباعت کا انتظار کرنے لگے تھے، آخرِ کار مجبور ہوکر تقاضا شروع کردیا۔ چنانچہ ایك خط کے آخر مین بیخبر کو لکھا ھے:

> «اور ھان حضرت! وہ مجموعہ چھپےگا بالفتح یا چھپےگا بالضم۔ چھپ چکا ھو تو حق التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ھمت اقتضا کری فقیر کو پھیجئی۔» (۲)

### احباب کی تقاضے

اس مجموعہ کی ترتیب مین مختلف اصحاب کے پاس سے خطوط کی نقلین منگائی گئی تھین۔ اسلئے پبلك مین کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جب اشاعت مین زیادہ تاخیر ہوگئی تو میرزا صاحب کے پاس تقاضے کے خطوط آنے لگے۔ ان تقاضون سے پریشان ہوکر میرزا صاحب نے ۷ مارچ سنہ ١٨٦٤ ع کو بیخبر کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:

> «ھان حضرت! کہیے۔ منشی ممتاز علیخان کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو

---

(۱) عود ھندی، ص ۱۳۸ (۲) ایضاً، ص ۱۲۵

چھپےگا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکے طالب ہین۔ بلکہ بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہے۔» (۱)

### پنجاب احاطے کی مانگ

ان تقاضا کرنیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصہ زندہ دلانِ پنجاب نے لیا تھا۔ ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹھہراتے ہوے بیخبر کو تحریر کیا:

«اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علیخان کیا کر رہے ہین؟ رقعے جمع کئے اور نہ چھپوائے۔ فی الحال پنجاب احاطہ مین اونکی بڑی خواہش ہے۔ جانتا ہون کہ وہ آپکو کہان ملین گے جو آپ اون سے کہین۔ مگر یہ تو حضرت کے اختیار مین ہے کہ جتنے میرے خطوط آپکو پہنچے ہین وہ سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین۔ جی یون چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو۔» (۲)

### میرزا صاحب کا دیباچہ

غالباً اس کے جواب مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ مجموعۂ نثرِ اردو کیلئے دیباچہ لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے تحریر کیا:

«مین صاحب فراش ہون۔ اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے۔ خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ اس حال مین دیباچہ کیا لکھون؟» (۳)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچہ لکھنے کی درخواست کی تو اونہین ظریفانہ انداز مین لکھا:

«بندہ پرور! اگر ایک بندۂ قدیم، کہ عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپے مین ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہین ہو جاتا۔ مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میرے لکھے ہوے دیباچہ پر موقوف ہے، تو اوس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاہتا، بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہون۔ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین:

رسم است کہ مالکان تحریر * آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اوسی گروہ یعنی مالکان تحریر مین سے ہین۔ پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتے؟» (٤)

---

(۱) عود ہندی، ص ۱۲٤ (۲) ایضاً، ص ۱۳۵ (۳) ایضاً، ص ۱۳۸ (٤) ایضاً، ص ۱۲۷

### عود هندی

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بھیجدیے ۔ منشی صاحب نے چودھری عبـــد الغفور سرور اور خواجه صاحب کے مجموعہای مکاتیب کو یکجا کرکے « عودِ هندی » نام رکھا ، اور خود دیبـاچه لـکھکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی :

« ... نجم الدوله اسد الله خان بہادر غالب ، جنکی ذات باکمالات محتاج تعریف نہین ... سارا هند اونهین جانتا هی ۔ ایران تك اونکی جادو بیانی کا چرچا هی ۔ مجھی مدت سی اسکا خیال تها که فارسی تصنیفین تو اونکی بہت مرتب هوئین ، اور چھاپی گئین ۔ ... مگر کلام اردو نی سوای ایك دیوان کی ترتیب نپائی ۔ یه دولت ارباب شوق کی هاتھ نه آئی ۔ حالانکه نثر اردو اونکی اورون کی فارسی سی هزار درجه بہتر هی ۔ یه سلاست بیان ، یه شستگی زبان ، روزمره کی صفائی ، اداؤن کی شوخی ، کسی کو کب میسر هی ؟ اوسی بهی ترتیب دیجئی ۔ قـدر دانون پر احسان کیجئی ۔ میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکتا چودهری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یه ذکر آیا ، تو اونهون نی جتنی خطوط مرزا صاحب کی اونکی نام آئی تهی ، سب کو ایك جا کرکی اور اوسپر ایك دیباچه لکهکی ، وه مجموعه عنایت کیا ۔ عرصه تك سرگرم تلاش رها ۔ جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بهم پہچائین ۔ بڑی محنت اوٹهائی ، تب تمنا برآئی ، اور مجموعه مرتب هوا ۔ آج پورا اپنا مطلب هوا ۔

خواجه غلام غوث خانصاحب بہادر بیخبر تخلص ، جو نواب معلی القـاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالك مغربی و شمالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص هین ، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رهی ۔ بہت کچھ ذخیره اونکی بدولت بهم پہنچا ۔

اس کتاب کی دو فصل اور ایك خاتمه هی ۔ پہلی فصل مین چودهری صاحب کی مرتب کیی هوی خطوط اور اونکا لکها هوا دیباچه ، دوسری فصل مین میری جمع کیی هوی رقعات ، اور خاتمه مین چند نثرین هین ، جو جناب غالب نی اورون کی کتابون پر تحریر فرمائی هین ۔ « عود هندی » اس کتاب کا نام هی ۔ » (۱)

### عود هندی کا سال طباعت

عودِ هندی کا یه اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

---

(۱) عود هندی ، ص ۲ و ۳

شہرِ میرٹھ مین طبع کیا۔ کتاب ۱۸۸ صفحون پر تمام ہوئی۔ خاتمہ حکیم غلام مولانا قلق میرٹھی نے لکھا۔ آخر مین چار تاریخی قطعے اضافہ کیے گئے۔ ان مین ایک قلق کا، ایک اونکے شاگرد منشی عبد الحکیم محو میرٹھی کا، اور بقیہ دو غالباً خود منشی ممتاز علیخان صاحب کے ہین۔

ان قطعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۸۵ ھجری مین طباعت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ آخری صفحے کے نچلے گوشہ مین ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھجری درج ہے، جس سے تاریخ و ماہ بھی متعین ہوجاتے ہین۔

### میور صاحب کی نذر

آخری قطعہ کے مطالعہ سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوتی ہے، کہ منشی ممتاز علیخان نے میور صاحب (غالباً سر ولیم میور گورنرِ ممالك مغربی و شمالی) کی خدمت مین عود کا مطبوعہ نسخہ نذر گزرانا تھا۔ سر ولیم میور علومِ مشرقیہ کے عالم تھے۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے، جو عودِ ہندی کی جمع و ترتیب مین برابر کے شریك تھے، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبہ کے اعلی حاکم کے نام معنون کرکے اوسکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہرِ توثیق ثبت کرین۔ اوس زمانہ مین اردو زبان مین ایسی نادر کتابین معدودے چند شایع ہوئی تھین۔ گورمنٹ بعض سیاسی مصالح کے ماتحت نئی مفید کتابون کی اشاعت مین انعام کے نام سے یا امدادِ طبع کہکر اخراجات کا بار اوٹھا لیا کرتی تھی۔ اسلئے بعید نہین کہ منشی صاحب کو بھی کچھ روپیہ ملگیا ہو۔

### میرزا صاحب کا حق تصنیف

ایکبار میرزا صاحب نے کتاب کی فوری اشاعت کا تقاضا کرتے ہوے بیخبر کو لکھا تھا:

"اور ہان حضرت! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم۔ چھپ چکا ہو تو حق

التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی همت اقتضا کرے نقیر کو بهیجین ۔ » (۱)

یه امر یقینی هے که عودِ هندی میرزا صاحب کی زندگی مین شایع هوئی ۔ اسلئے بظاهر یه خیال هوتا هے که میرزا صاحب نے حق التصنیف حاصل کیا هوگا ۔ لیکن اونکے مکاتیب مین اسکی طباعت یا حق التصنیف کے نسخون کی وصولیابی کا مطلق ذکر نهین پایا جاتا ۔ بنابرین اس باره مین کسی قطعی رای کا اظهار غیر مناسب هے ۔

### عود کی رقعات کی تعداد

عودِ هندی کے کل رقعات کی تعداد ۱٦۲ هے ۔ ان مین ۲۵ چودهری عبد الغفور سرور کے نام ، ۲ صاحبعالم مارهروی کے نام ، ۲ شاه عالم مارهروی کے نام ، ۲۰ نواب انور الدوله بهادر شفق کے نام ، ۲ یوسف علیخان عزیز کے نام ، ۳۱ میر مهدی مجروح کے نام ، ۱ میر سرفراز حسین کے نام ، ۱ میرزا علاء الدینخان بهادر علائی کے نام ، ۱ مرزا تفته کے نام ، ۱۸ مرزا حاتم علی مهر کے نام ، ۲۵ خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کے نام ، ۱ مولوی عبد الغفور خان نساخ کے نام ، ۱ ظهیر الدینخان کیطرف سے اونکے چچا کے نام ، ۱ نواب مصطفی خان شیفته کے نام ، ۱ نواب مردان علیخان رعنا کے نام ، ۱ مرزا رحیم بیگ کے نام ، ۱۰ مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام ، ۱۵ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام ، ۱ مولوی عزیز الدین کے نام ، ۱ سید محمد عباس صاحب کے نام اور ۱ منشی غلام بسم الله صاحب کے نام هے ۔

ان خطوط کے علاوه دو تقریظین ، مرزا حاتم علی مهر کی مثنوی کی تقریظ اور رجب علی بیگ سرور کی گلزار سرور کی تقریظ ، اور تین دیباچے ، حدایق الانظار کا دیباچه ، قواعدِ تذکیر و تانیث کا دیباچه ، اور مرزا کلب حسین خان بهادر کے مجموعهٔ قصاید کا دیباچه بهی کتاب مین شامل هین ۔ نیز

---

(۱) عود هندی ، ص ۱۲۵

ایک خط بیخبر کا بھی درج کیا گیا ھے ، جو میرزا صاحب کے خط کا جواب تھا اور اپنی ادبی خوبیون کی وجه سے منشی ممتاز علیخان بهادر کی نظر مین شاملِ مجموعه هونے کے قابل تھا ۔

### مکاتیب غالب کا تیسرا مجموعه

ابھی عودِ هندی طبع هونے نه پائی تھی ، که اطرافِ هند سے میرزا صاحب کے مجموعهٔ خطوط کی مانگ شروع هوگئی ۔ میرزا صاحب نے خواجه غلام غوث خان بهادر کو اونکے مرتب کرده مجموعه کی طباعت کے متعلق بار بار لکھا ۔ لیکن جب سال پر سال گزرنے لگا اور کسی طرح کتاب نه چھپی ، تو انھین اوسکی طباعت کی طرف سے مایوسی هوگئی ۔ احبابِ دهلی نے یه دیکھ کر ، که میرٹھ اس ادبی انقلاب مین پهلا قدم اوٹھانے سے قاصر نظر آتا ھے ، تهیا کیا که اس شرف کو خود حاصل کرین ، اور مالکِ اکمل المطابع دهلی کو اخراجاتِ طباعت برداشت کرنے پر آماده کرلیا ۔ اب خطوط کی فراهمی کا مسئله باقی رهتا تھا ۔ وه اسطرح حل هوگیا که خود میرزا صاحب ، جو اپنی انشا کی حقیقی قدر و قیمت اور بازاری مانگ سے باخبر هوچکے تھے ، اس مین هاتھ بٹانے کیلئے تیار هوگئے ۔ چنانچه چارون طرف اصلِ خطوط یا اونکے نقول کی طلب مین خطوط لکھے گئے ، اور رفته رفته کافی ذخیره فراهم هوگیا ۔ اس سلسله مین خود میرزا صاحب نے جن احباب کو لکھا اون مین سے نواب علاء الدین خان بهادر علائی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ھے ۔ بقیه اصحاب نے میرزا صاحب کے تقاضائی خطوط کی نقلین نهین بھیجین ۔ اسلئے کچھ نهین کها جاسکتا که وه کون بزرگ تھے جنھین خود میرزا صاحب نے ارسالِ نقول کیلئے لکھا تھا ۔

نواب علاء الدین خان بهادر کو سب سے پهلا خطوط طلب مکتوب اونکے لوهارو پهنچنے کے بعد لکھا ھے ۔ فرماتے هین :

> «مقصود ان سطور کی تحریر سی یه هی که مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میری مسودات اردو کی جمع کرنی پر اور اوسکی چهپوانی پر آماده هوی هین. مجهسی مسودات مانگی هین، اور اطراف و جوانب سی بهی فراهم کیے هین. مین مسوده نهین رکهتا. جو لکها وه جهان بهیجنا هو وهان بهیجدیا. یقین هی که خط میری تمهاری پاس بهت هونگی. اگر اونکا ایك پارسل بناکر بسبیل ڈاك بهیجدوگی، یا آج کل مین کوئی ادهر آنیوالا هو اوسکو دیدوگی، تو موجب میری خوشی کا هوگا، اور مین ایسا جانتا هون که اوسکی چهاپی جانی سی تم بهی خوش هوگی.» (۱)

نواب علاء الدین خان بهادر نے اس خواهش کی تکمیل مین پس و پیش کیا. میرزا صاحب نے سمجها که غالباً نواب صاحب نجی معاملات کی اشاعت کے خیال سے گریز کر رهے هین. اگرچه کچه عرصه قبل خود میرزا صاحب نے تفته کو یه کهکر اشاعتِ خطوط سے روکا تها که نجی واقعات کو منظرِ عام پر لانا کیا ضرور هے؟ لیکن اب اونکا ادبی عقیده بدل چکا تها. چنانچه نواب صاحب کے اس خیال کی تردید مین تحریر کیا:

> «میری خطوط اردو کی ارسال کی باب مین جو کچه تمنی لکها تمهاری حسن طبع پر تم سی بعید تها. مین سخت بیمزه هوا. اگر بیمزگی کی وجوه لکهون تو شاید ایك تختهٔ کاغذ سیاه کرنا پڑی. اب ایك بات موجز و مختصر لکهتا هون. سنو بهائی! اگر اون خطوط کا تمکو اخفا منظور هو، اور شهرت تمهاری منافی طبع هی، تو هرگز نه بهیجو. قصه تمام هوا. اور اگر اونکی تلف هونی کا اندیشه هی، تو میری دستخطی خطوط اپنی پاس رهنی دو، اور کسی متصدی سی نقل اوترواکر، چاهو کسی کی هاته چاهو بسبیل پارسل، ارسال کرو، لیکن جلد. خدا کی واسطی اکین غصه مین آکر «عطای تو بلقای تو» کهکر اصل خطوط نه بهیجدینا، که یه امر میری مخالف مقصود هی.» (۲)

معلوم هوتا هے که اس خط کے بعد بهی علائی نے ارسالِ نقول مین توقف کیا تها؛ مگر میرزا صاحب نے پهر اس کے متعلق کچه نه لکها، اور جب اونهون نے اصلِ خطوط بهیجکر میرزا صاحب کے ترکِ طلب کا سبب دریافت کیا، تو صبح شنبه ۳۰ مئی سنه ۱۸۶۳ع کو از راهِ معذرت لکها:

> «لاموجود الا الله. اوس خدا کی قسم! جسکو مین نے ایسا مانا هی، اور اوسکی سوا کسی کو موجود نهین جانا هی، که خطوط کی ارسال کو مکرر نه لکهنا از راه ملال

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹۸

(۲) ایضاً، ص ٤۲۳

> نه تها. طالب کی ذوق کو سست پاکر مین متوقف هوگیا. متوسط ایك جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر هی. اپنا نفع نقصان سونچیگا. لاگت بچت کو جانچیگا. مین متوسط کو مهتمم سمجها تها، اور یه خیال کیا تها که یه چهپوائیگا. ۳۰ رقعی ایك جگه سی لیکر اونکو بهیجی. اوسکی رسید مین تقریباً اونهون نی طلب رقعات به تکلیف سوداگر لکهی، اور اوس سوداگر کو مفقود الخبر لکها. ظاهرا کتابین لیکر کهین گیا هوگا. (یا) کتابین لیی گیا هوگا. یه ۲۳ لفافی اور ۲٤ خط بدستور میری بکس مین موجود و محفوظ رهین گی. اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلین اوسکو اور اصل تمکو بهیجدونگا. ورنه تمهاری بهیجی هوی کاغذ تمکو پهنچ جائینگی.» (۱)

غالباً اس خط کی روانگی کے بعد هی مهتمم طبع نے خطوط کی نقلین حاصل کرلین. میرزا صاحب یکشنبه ۳۰ محرم الحرام سنه ۱۲۸۰ ه مطابق ۲۱ جون سنه ۱۸۶۳ ع کو اصل خطوط واپس کرکے لکھتے هین:

> «میری جان! مرزا علی حسین خان آئی اور مجهسی ملی. مین نی خطوط مرسله تمهاری یکمشت اونکو دیی. اب تمهاری پاس بهیجنی کا اونکو اختیار هی. رسید کا البته مجهی انتظار هی.» (۲)

### اردوی معلی

مکاتیب کا یه تیسرا مجموعه «اردویِ معلی» کے اسم سے موسوم هوا. میر مهدی مجروح نے اسکا دیباچه اور میرزا قربان علی بیگ سالك نے خاتمه لکها. کتاب دو حصون مین منقسم هوئی. «پهلے حصه مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے. تا طلبایِ مدرسه فائده اوٹهائین. دوسرے حصے مین مطالبِ مشکله کی تحریر اور تقریظ وغیره لکهی». (۳) لیکن غالباً پهلی بار صرف حصهٔ اول شایع هوسکا. اس لئے که کتب خانهٔ عالیهٔ رامپور مین جو نسخه موجود هے وه مکمل هوتے هوے صرف حصهٔ اول پر مشتمل هے.

### اردوی معلی کا سال طباعت

بظاهر یه یقین کرنے کے تمام وجوه موجود تهے که مکاتیب کا یه مجموعه جلد از جلد شایع هوگا. لیکن قدرت نے اس ادبی انقلاب کی اولیت کا شرف میرٹھ هی کو ودیعت کیا تها. عودِ هندی ۱۰ رجب سنه ۱۲۸۵ ه

---

(۱) اردوی معلی، ص ٤۲۸ (۲) ایضاً، ص ٤۰۸ (۳) ایضاً، ص ۵

کو شایع هوگئی ، اور اردوی معلی کو یه دن بهی نصیب نهوا که اپنے خالق مجازی کا دیدار کرلیتا . اسلئے که حسب تصریح خاتمهٔ طبع یه مجموعه جمعه کے دن ٢١ ذیقعده سنه ١٢٨٥ ه مطابق ٦ مارچ سنه ١٨٦٩ع کو چهپ کر تیار هوا ،(١) اور میرزا صاحب نے ٢ ذیقعده سنهٔ مذکور کو وفات پائی . اس حساب سے اونکے انتقال سے ١٩ دن کے بعد کتاب تمام هوئی . سالك نے سال طبع لکها :

کیا کهون ! کچه کها نهین جاتا ٭ لب په نالون کا ازدحام هوا
صدمهٔ مرگ حضرت غالب ٭ سبب رنج خاص و عام هوا
هے یهی سال طبع و سال وفات ٭ «آج اونکا سخن تمام هوا»
١٢٨٥

### مقام طباعت اور حق تصنیف

اردوی معلی دلی کے مطبع اکمل المطابع مین طبع هوا . حکیم غلام رضا خان اس کے مالك ، میر فخر الدین مهتمم ، اور لاله بهاری لعل منشی تهے .(٢)

کتاب کے آخر مین ایك اعلان شایع هوا که اسکا حق تصنیف میرزا صاحب نے حکیم غلام رضا خان صاحب کو عطا کردیا هے ، اور ایك رقعه بطور سند لکهدیا هے . لهذا کوئی صاحب حکیم صاحب کی بلا اجازت رقعات چهاپنے کا قصد نکرین . اسکے بعد میرزا صاحب کی حسب ذیل تحریر چهپی :

> « پیکر بی روح و روان فقیر اسد الله خان غالب تخلص هیچمدان کهتا هی اور لکهدیتا هی که یه جو اردوی معلی تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دهلی مین چهاپا هوا ، سو مین نی از راه فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم اقبالنشان حکیم (غلام) رضا خان کو بخشدیا هی اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا . اب اور کوئی صاحب اگر مالك اکمل المطابع حکیم (غلام) رضا خان کی بی اطلاع اردوی معلی کی چهاپنی کا قصد کرین گی تو مواخذه سی محفوظ نرهین گی . اور فوراً حسب منشاء قانون بستم ، سنه ١٨٤٧ع سزا پائینگی . (مهر نجم الدوله دبیر الملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ١٢٦٧) » (٣)

---

(١) اردوی معلی ، ص ٤٥٨ (٢) ایضاً ، ص ٥ و ٤١٤ (٣) ایضاً ، ص ٤٦٤

### اردوی معلی کا پہلا ایڈیشن

اردوی معلی حصۂ اول کا پہلا ایڈیشن ٤٦٤ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان مین ٥ صفحے میر مہدی مجروح کے دیباچہ کے ہین۔ پانچوین صفحے کی پندرھوین سطر سے خطوط شروع ہوکر صفحۂ ٤٥٨ کی تیرھوین سطر پر ختم ہوتے ہین، اور باقی چار سطرین خاتمة الطبع پر مشتمل ہین۔ صفحۂ ٤٥٩ سے ٤٦١ کی ساتوین سطر تك میرزا قربان علی بیگ سالك کا خاتمہ ہے۔ اسکے بعد منشی جواہر سنگھ جوہر کی تاریخِ طبع ہے، اور پھر اسی صفحہ کی گیارھوین سطر سے صفحۂ ٤٦٤ کی تیرھوین سطر تك تصحیحِ اغلاط کا نقشہ دیا ہوا ہے۔ بعد ازان میرزا صاحب کا اعلانِ عطیۂ حقِ تالیف ہے۔ شروع مین زرد رنگ کا ٹائٹل پیج ہے۔ یہ میرزا صاحب کی زندگی ہی مین چھپ گیا تھا۔ اسلئے اس مین اونہین مرحوم نہین لکھا گیا ہے۔

### رقعات کی تعداد

اردوی معلی کے اس ایڈیشن کے رقعات کی کل تعداد ٤٧٢ ہے۔ ان مین ١٠ نواب میر غلام بابا خان بہادر کے نام، ٢٩ منشی میان داد خان سیاح کے نام، ١٠ منشی حبیب اللہ خان ذکا کے نام، ٨٩ منشی ہرگوپال تفتہ کے نام، ٣ شاہزادہ بشیر الدین صاحب بہادر کے نام، ٥ سید بدرالدین المعروف بفقیر کے نام، ١٦ چودھری عبدالغفور سرور مارہروی کے نام، ٢ میر سرفراز حسین صاحب کے نام، ٤٣ میر مہدی مجروح کے نام، ٢ شاہ عالم صاحب کے نام، ٢ صاحب عالم صاحب کے نام، ١ مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کے نام، ١ مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام، ١١ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام، ٢ مردان علیخان رعنا مرادآبادی کے نام، ٢ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام، ١ مولوی عزیزالدین صاحب کے نام، ١ مفتی سید عباس صاحب کے نام، ٢٣ عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان صاحب کے نام، ١ حکیم ظہیر الدین

احمد خان کے نام، ١ نجم الدین حیدر خان کے نام، ٥ نواب میر ابراہیم علیخان بہادر وفا کے نام، ٢ مولوی احمد حسن صاحب قنوجی کے نام، ١١ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام، ١ تفضل حسین خان کے نام، ١٨ مرزا حاتم علی مہر کے نام، ٢ منشی نبی بخش صاحب کے نام، ١ منشی عبداللطیف ابن منشی نبی بخش کے نام، ١٤ خواجہ غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر کے نام، ١ نواب ضیاءالدین احمد خانصاحب بہادر نیر کے نام، ٧ مرزا شہاب الدین احمد خانصاحب کے نام، ١٩ نواب انور الدولہ سعدالدین خانصاحب شفق کے نام، ٣ میر افضل علی عرف میرنصاحب کے نام، ٢ مرزا قربان علی بیگ سالک کے نام، ٢ مرزا شمشاد علی بیگ خانصاحب رضوان کے نام، ٢ مرزا قربان علی بیگ صاحب کامل کے نام، ٤ ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب کے نام، ١٢ یوسف مرزا صاحب کے نام، ٣٣ منشی شیونراین کے نام، ٢ بابو ھرگوبند سہای صاحب کے نام، ٦ نواب امین الدین احمد خان بہادر رئیسِ لوہارو کے نام، ٥٦ مرزا علاءالدین احمد خانصاحب بہادر علائی کے نام، ١ مرزا امیرالدین احمد خان عرف فرخ مرزا کے نام، ٢ میر احمد حسین میکش کے نام، ١ حکیم غلام مرتضی خان کے نام، ١ حکیم غلام رضا خان کے نام، ٣ ماسٹر پیارے لال صاحب کے نام، ٢ منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام، ١ منشی ھیرا سنگھ کے نام، اور ٢ منشی بہاری لال مشتاق کے نام ھین۔

### اردوی معلی حصۂ دوم

غالباً میرزا صاحب کے یکایک انتقال کے صدمہ نے مہتممینِ اشاعتِ اردویِ معلی کو حصۂ دوم کی ترتیب و طباعت کیطرف سے برداشتہ خاطر کردیا، اور یہ حصہ دیباچہ کے وعدہ کے باوجود شایع نہوسکا۔

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردویِ معلی کی اشاعت کا اراده کیا. خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصهٔ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مهتممِ طباعت نے حصهٔ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا. خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین «اس حصه مین خاصکر وه رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین».

چونکه میر مهدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعده کیا تها، اسلئے کها جاسکتا هے که موجوده حصهٔ دوم نے اونکے اراده کی تکمیل کردی. لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مهدی مجروح کا ذخیره خواجه صاحب کو نهین ملا. ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے.

مجتبائی ایڈیشن کا حصهٔ دوم ٥٦ صفحات پر مشتمل هے. ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے. اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین. بعد ازان شاهِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین. انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالهٔ تذکیر و تانیث مصنفهٔ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین. یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱ - ۱۳ پر درج هین. انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ٥ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ٥ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزاده بشیرالدین کے نام، ۱ کیسول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوهر کے نام ، ١ منشی هیرا سنگھ کے نام ، اور ٢ میر مهدی مجروح کے نام هین .

### ضمیمۂ اردوی معلی

سنه ١٩٢٩ع مین شیخ مبارک علی صاحب ، تاجرِ کتب لاهور ، نے اردویِ معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا هوا ایک ضمیمه بهی شایع کیا هے ، جو اوسوقت تک غیر شایع شده ٢٣ خطوط پر مشتمل هے . ان مین سے ٢٢ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایک شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام هے .

اس ضمیمه کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے هین ، جو پبلشر کو آغا محمد باقر ، ایم-اے ، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دهلوی سے دستیاب هوے تھے .

### مکاتیب غالب . میرزا صاحب کے خطوط کا آخری مجموعه

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعه « مکاتیبِ غالب » کے نام سے شایع کیا جا رها هے ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے .

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت باره سال تک جاری رهی . اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ هوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تک پهنچ جاتی . لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصه محفوظ نهین ره سکا . صرف وه خطوط دست بردِ زمانه سے بچ گئے هین ، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے ،

سرکاری خط و کتابت سے قطعِ نظر خود شهر کے اربابِ ذوق سے بهی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے ، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بهی رهتی تهی ؛ لیکن بدقسمتی که بجز ایک خط کے شهر کے کسی گوشه سے

کوئی مکتوب دستیاب نہوا۔ ایك خط اگرچه ایك غیر سرکاری مکتوب الیه کے نام تھا، لیکن حسنِ بخت سے دارالانشا کی مِثلون مین ملا، جو اس مجموعه مین شامل کردیا گیا ھے۔

### مکاتیب کی تعداد

مجموعۂ هذا کے مکاتیب کی تعداد ١١٥ ھے۔ ان مین سے ٤١ نواب فردوس مکان کے حضور مین، ٦٤ نواب خلد آشیان کی خدمتِ مبارك مین، ٢ صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر کے نام، ٦ منشی سیلچند میر منشیِ دارالانشا کے نام، ١ خلیفه احمد علی رامپوری کے نام، اور ١ مولوی محمد حسن خان ایڈیٹر اخبارِ دبدبۂ سکندری کے نام ھے۔

نواب فردوس مکان کے نام کے عرایض مین ٤ بزبانِ فارسی اور بقیه اردو مین هین۔ چونکه مجموعه مین ایك فارسی قصیده اور ایك قطعه مستقل نمبرون کے تحت درج کئیے گئیے هین، بنابرین کل خطوط کی تعداد ١١٧ هوتی ھے، جن مین سے ٤٢ نواب فردوس مکان کے اور ٦٥ نواب خلد آشیان کے نام هین۔

### مکاتیب غالب کی طباعت

آخر مین مکاتیبِ غالب کی طباعت کے متعلق دو چار لفظ کهنا بهی ضروری ھے۔ جیسا که ناظرین ملاحظه کرین گے کتاب کی طباعت نهایت خوشنما نسخ ٹائپ مین کرائی گئی ھے۔ اس اقدام کا واحد منشا یه ھے که اردو خوان پبلك میرزا صاحب کے کلام کی خاطر ٹائپ کے حروف پڑھنے کی جرات کرے، اور اسطرح ان حروف کی عادی هوکر اهلِ مطابع سے اسی قسم کی طباعت کی خواهان هو۔ جب تك اردو کتابین پتهر کے چهاپے کے بجائے لوهے کے حروف مین طبع هونا شروع نهونگی، اردو پریس دیگر ترقی یافته اقوام کے پریس کے دوش بدوش چلنے کے قابل نهین هوسکتا۔ کیونکه پتهر کی چهپائی

مین صحت، خوشنمائی اور یکسانیت کی وه خوبیان یك قلم مفقود هین، جو برے سے برے ٹائپ مین بھی پائی جاتی هین. اسکے علاوه تعلیمی نقطۂ نگاه سے بھی پتھر کا چھاپا سراسر ناقص هے. اگر اسکے بجائے ٹائپ اختیار کرلیا جائے تو مبتدی کی چھ مهینے کی محنت گھٹکر صرف دو ماه رهجائے گی، اور اسطرح برادرانِ وطن کا تعلیمی نقطۂ نظر سے اس عجیب و غریب خط پر اعتراض یك لخت دفع هو جائے گا.

خاتمه

دیباچه کے مباحث نے امید کے خلاف کافی وقت لیا، اسلئے اس عذر کیساتھ سلسلۂ کلام ختم کرتا هون:

✡ لذیذ بود حکایت، دراز تر گفتم ✡
✡ چنانکه حرفِ عصا گفت موسی اندر طور ✡

والحمد لله رب العلمین.

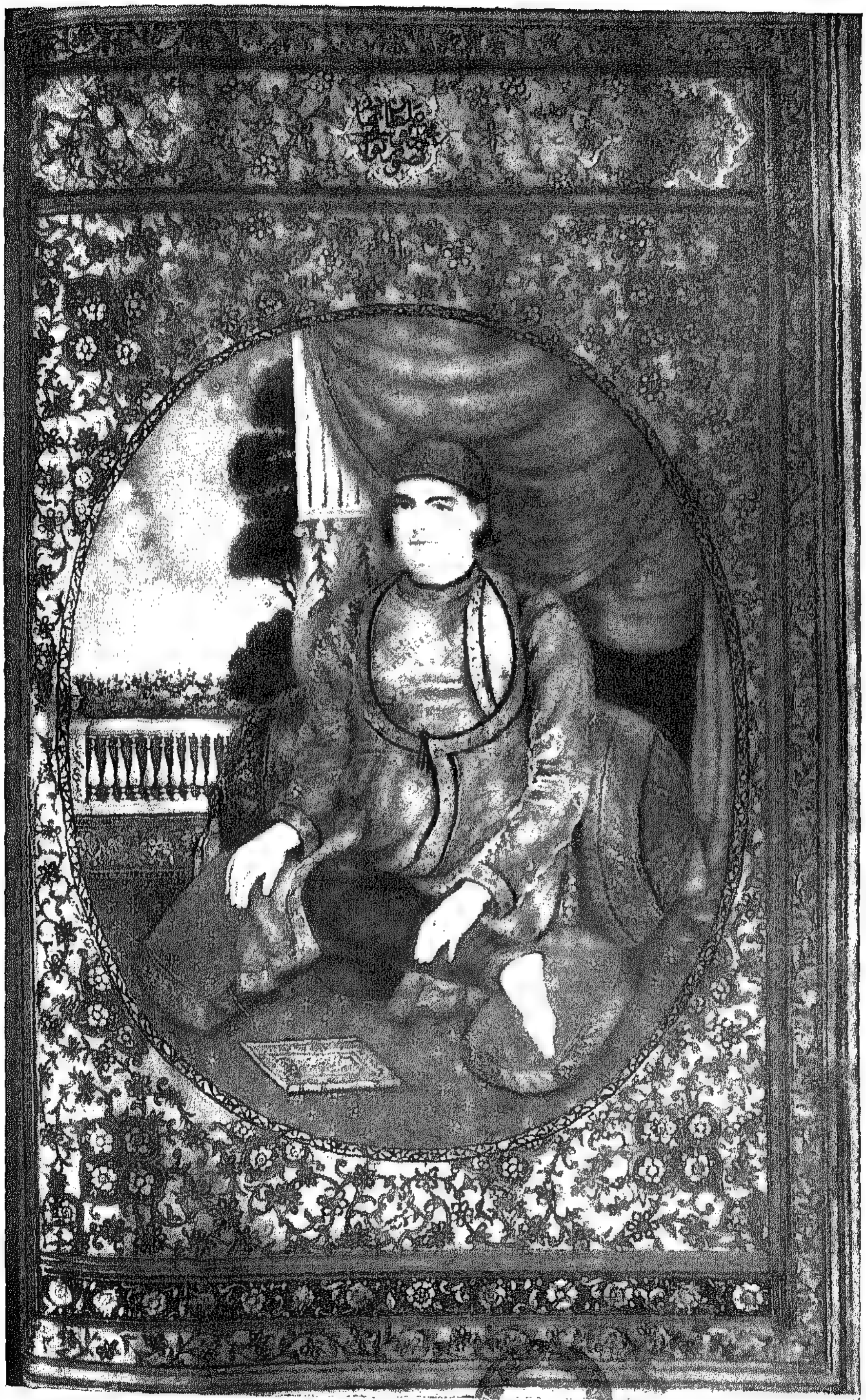

شبیه مبارك جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بهادر فردوس مکان طاب ثراه

عطیہ
رام بابو سکسینہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

« بحضور نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزم ِ فیض و عمان ِ احسان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر دام اقباله مقبول باد » (۱)

( نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان طاب ثراہ نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر ابن نواب سید علی محمد خان بہادر بانی ِ ریاست ِ روہیلکھنڈ کے فرزند ِ اکبر تھے۔ آپ جنابعالیہ فتح النسا بیگم صاحبہ بنت ِ محمد نور خان بڑیچ همشیرزادهٔ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے بطن سے دو شنبه ۵ ربیع الثانی سنه ۱۲۳۱ هجری مطابق ۵ مارچ سنه ۱۸۱۶ ع کو متولد ہوے، اور دو شنبه ۱۳ رجب سنه ۱۲۷۱ ه مطابق یکم اپریل سنه ۱۸۵۵ ع کو مسند ِ حکم رانی پر قدم رکھا۔ جلوس سے دو سال دو ماہ بعد ۱٤ رمضان سنه ۱۲۷۳ ه مطابق ۹ مئی سنه ۱۸۵۷ ع کو مشہور واقعهٔ غدر رونما ہوا۔ آپ نے اس فتنه کے فرو کرنے مین حکومت ِ ہند کی اعانت کر کے بسلسلهٔ اعتراف ِ خدمات خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ، ایک لاکھ بیس ہزار سالانه آمدنی کا جدید علاقه، اور « فرزند ِ دلپزیر ِ دولت ِ انگلشیه » کا خطاب حاصل کیا۔ سلامی گیارا ضرب توپ کے بجائی تیرا ضرب مقرر کیگئی، اور مراسلت مین القاب وآداب « نواب صاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای ِ مخلصان سلامت، بعد از شوق ِ ملاقات ِ

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی۔ مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی۔

مسرت آیات مشہودِ خاطرِ الطاف ذخائر میدارد » طے پایا ۔ آپ نے خود اس عطیہ کی حسبِ ذیل تاریخ ارشاد فرمائی ہے :

جب گورمنٹ سے ہوا حاصل ملک مجکو بصیغۂ انعام
ناظم از روی ِ ہمتِ عالی سالِ بخشش ہے بخششِ حکام

آپ نے عربی و فارسی کی باقاعدہ اور ایک حد تک مکمل تعلیم پائی تھی ۔ فارسی مین خلیفہ غیاث الدین عزت مصنف غیاث اللغات اور میرزا غالب سے ، اور علومِ عربیہ و حکمیہ مین مفتی صدر الدین آزردہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا ۔ تخت نشینی کے بعد شعر وسخن کا مشغلہ بھی شروع کردیا تھا ۔ ناظم تخلص کرتے تھے ، اور میرزا غالب سے مشورۂ سخن تھا ۔ نکتہ رس ذھن ، رنگین و شوخ طبیعت ، اور اعجوبۂ روزگار استاد نے اونکو زبانِ اردو کا ایک بلند پایہ شاعر بنادیا ۔ مومن وغالب کے بعد انکی نظیر « الا ما شاء اللہ » کا حکم رکھتی ہے ۔ دیوان دو بار شایع ہوا ، لیکن اب کمیاب ہے ۔

آپ فنونِ سپہگری مین بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے ۔ جسم ورزشی اور مضبوط ، اور چہرہ نہایت خوش قطع تھا ۔ داڑھی مونچھ صاف کراتے ، اور اکثر رنگین و زرتار لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے ۔

آپنے دس سال چند ماہ حکومت کرکے جمعہ کے دن ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو اس دارِ فانی سے رحلت کی ، اور قلعۂ معلی کے اندر امام باڑے مین اپنے والدِ ماجد کے برابر مدفون ہوے ۔ )

## ( ١ )

بحضورِ سراسر سرور ، جنابِ مستطاب ، نوابِ ہمایون القاب ، جہانیان کام بخش ، جہان جہان کامیاب ، دام بقاءہ بقبول الاقبال ۔

سجدہ فشانیِ قلم باپوزش گستریِ عریضہ نگار توام افتادہ ۔ ہمانا آن درگاہِ اسکندر و دارا گزرگاہ پیوستہ در نظر است ، کہ ہم از دور در

زمرهٔ نزدیکان بندگی بجا می آورد. سپاسِ این معنی خود از اندازه افزون تواند بود، که بعنوانِ روشناسیِ ذره با مهر، وآشنائیِ قطره با بحر، گدا را با شاه بیگانگی درمیان نیست. در آن روزگارِ رنگین تر از نوبهار، که به فرِ فرخندگیِ وجودِ مسعود، وساده با سپهرِ ساده دم از برابری زد، نگاشتن وروان داشتنِ قطعهٔ تاریخِ جلوس(۱) به توانائیِ آن دانائی و روان آسائیِ آن شناسائی صورت پزیرفت. اکنون که گیتی خدایِ قلمروِ دانش، آن به فرتابِ تابِ نظر با برجیس جلیس، وآن به فروزهٔ فروزشِ عمل با عقلِ فعال همال، امیر الدوله مولوی حافظ محمد فضل حق خان بهادر(۲) به بندهٔ فرمان پزیر فرمان فرستادند، که غالب به

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قطعهٔ تاریخ کا پتا نهین چلا.

(۲) مولانا فضل حق مولانا فضل امام صاحب کی صاحبزادی اور خیرآباد کی رهنی والی تهی. علوم عقلیه و نقلیه اپنی والد ماجد سی اور حدیث مولانا شاه عبد القادر دهلوی سی حاصل کی. امیر مینائی «انتخاب یادگار» (ص ۲۹۱) مین لکهتی هین: «فنون حکمیه مین مرتبهٔ اجتهاد، بڑی ادیب، بڑی منطق، نهایت ذهین، نهایت زکی، طلیق و ذلیق، انتها کی صاحب تدقیق و تحقیق، ... جس شهر مین آپ رونق افروز هوی، صدها آدمی بهره اندوز هوی. شاهجهان آباد مین اگرچه عدالتین کی سررشته دار تهی، مگر بڑی ذی اقتدار وصاحب اختیار تهی. جهجهر مین مشاهرهٔ جلیله پر نوکر رهی. الور اور سهارنپور اور ٹونك سب جگه معزز و موقر رهی. لکهنو مین صدر الصدور تهی، اور اس دار الریاست (رامپور) مین پهلی محکمهٔ نظامت اور پهر مرافعهٔ عدالتین پر مامور تهی. جناب مستطاب نواب فردوس مکان کو بهی آپ سی تلمذ رها هی، اور بندگان حضور (نواب خلد آشیان) نی بهی کچه پڑها هی. آٹه برس بهت اعزاز واکرام کیساته رهی. پهر یهان سی تشریف لیگئی». مولانا سنه ۱۲۱۲ ه مین پیدا هوی، اور ۲ صفر سنه ۱۲۷۸ ه کو ٦٦ سال کی عمر مین جزائر انڈمان مین، جهان بجرم بغاوت سنه ۵۷ ع آپکو جلاوطن کردیا گیا تها، وفات پائی. آپنی متعدد تصنیفات چهوڑی هین، ان مین سی هدیهٔ سعیدیه، جو نواب سید محمد سعید خان بهادر کی نام معنون هی، نواب فردوس مکان کیلئی لکهی گئی تهی. میرزا غالب انکی مخلص دوست اور معتقد خاص تهی. جب مولانا نی سررشته داری عدالت دهلی سی استعفا دیا اور نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جهجهر تشریف لیجانی لگی، تو میرزا صاحب اور دیگر اهل دهلی کو بیحد قلق تها. حتی که خود شاه ظفر، جو اوسوقت ولی عهد تهی، اسپر متاسف تهی. میرزا صاحب نی مولوی سراج الدین احمد کی نام ایك مکتوب مین یه تمام واقعه لکهکر خواهش کی هی که اسکو اخبار آئینهٔ سکندر مین شائع کرین. اسی مکتوب مین مولانا کی علمی منزلت کی باری مین تحریر کرتی هین: «نهفته مباد که بی تمیزی وقدر شناسی حکام رنگ آن ریخت که فاضل بی نظیر والمعی یگانه مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشته داری عدالت دهلی استعفا کرده خود را از ننگ و عار وارهاند. حقا که اگر پایهٔ علم و فضل و دانش وکنش مولوی فضل حق آن مایه بکاهند که ازصد یك واماند، و باز آن پایه را بسررشته داری عدالت دیوانی سنجند، هنوزاین عهده دون مرتبهٔ وی خواهد بود» (کلیات نثر غالب، ص ۱٤۷).

پرستشگری کمر بندد، و در مشاطگیِ شاهدانِ افکار حسنِ خدمت عرضه دهد، اندیشهٔ مهر پیشه درنگ برتافت. وهم امروز که فردایِ ورودِ نوازشنامهٔ مولاناست، این نامه، که بخطِ بندگی ماناست، روان داشته آمد. چشمداشت آن ست که دوریِ راه تفرقه درمیان نیندازد. وسپس در حاضرانِ آن حضرت، و دعاگویانِ دولت بشمار آیم. زیاده حدِ ادب. بختِ ازل آورد در روز افزونیِ دولتِ ابد پیوند باد. عرضداشتِ هوا خواه **اسد الله**. نگاشته و روان داشتهٔ چار شنبه ۲۸ جنوری سنه ۱۸۵۷ ع. (مهر نجم الدوله دبیرالملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ، سنه ۱۲۶۷)(۱).

## (۲)

(همانا اگر گوهرِ جان فرستم　　به نواب یوسف علی خان فرستم
ز نامش نشانے بعنوان طرازم　　ز مدحش طرازے بدیوان فرستم
ز دخلش حسابے به معدن نویسم　　ز بذلش صلائے بعمان فرستم
ز لطفش، که عامست در کام بخشی،　　نویدے به گبر و مسلمان فرستم

---

(۱) اس عریضه مین میرزا صاحب نی جس سابق تعلق کی طرف اشاره کیا هی وه رشتهٔ استادی و شاگردی تها. نواب فردوس مکان اپنی والد ماجد کی تخت نشینی سی پهلی دهلی مین قیام پزیر هوی تهی. طلب علم کا زمانه تها. انکی چچا نواب سید عبدالله خان بهادر صدر الصدور میرٹهه اور نواب سید عبد الرحمن خان بهادر میرزا صاحب کی محب تهی. ان دونون کی حسب ارشاد نواب فردوس مکان نی میرزا صاحب سی فارسی کی تعلیم پائی. اس عریضه کی جواب مین نواب صاحب نی ٥ فروری سنه ٥٧ ع کو ارقام فرمایا: «نمیقهٔ انیقهٔ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت واشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده، باطلاع خیریتها سرمایهٔ سرور نا محصور افزوده، از مزید شفقت وایتلاف قلبی متصور شد. مشفقا! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الوصف دلم خواست که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود. چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند. از آنجا که اتحاف شیرینی هم درین خصوص ازدستوراتست، لهذا مبلغ دوصد وپنجاه روپیه بتقریب شیرینی اف رقیمة الوداد هذا میرسد. بمقتضای الطاف منظور فرموده از رسید آن مطلع فرمایند. و مخلص را لیل و نهار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثاتق بعبارت سلیس که در خواندنش تأملی بوقوع نیاید، مسرور ومطمئن میفرموده باشند».

زنطقش، که خاصست درملك‌گیری    مثالی بشیراز و شروان فرستم
زهی شهسواری که گردِ سمندش    پیِ سرمهٔ چشمِ خاقان فرستم
رود سام چون بهرِ پیکار سویش    عزا نامه سویِ نریمان فرستم
درش را بود پایهٔ در خیالم    نگه سویش از دور پنهان فرستم
کلیم ار عصا ارمغانم فرستد    من این ارمغان بهرِ دربان فرستم
وجودش بود فخرِ اجرام و ارکان    تحیت باجرام و ارکان فرستم
ز جودش بود وعده با زیردستان    بشارت به برجیس و کیوان فرستم
ز مویش شمیمی به جنت رسانم    ز کویش نسیمی برضوان فرستم
هم از شرقِ اشراقِ وی آفتابی    باختر شناسانِ یونان فرستم
هم از رویِ نیکویِ وی ماهتابی    به شب زنده دارانِ کنعان فرستم
اگر بگزرد تیرش از سینهٔ من    دل از سینه همراهِ پیکان فرستم
وگر سر ازین راه دزدد جبین را    چو گویش درین ره بچوگان فرستم
سرشت از خزانست بدخواهِ او را    سه فصلِ دگر هم بدینسان فرستم
هم از آتشِ دوزخ آرم تموزش    هم از زمهریرش زمستان فرستم
دگر تا بهاران بسختی بمیرد    در اردی بهشتش بزندان فرستم
سپه چون کشد، گر نه از ناتوانی    توانم که خود را بمیدان فرستم
درین انزوا از نفسهائی گیرا    برایات آیاتِ قرآن فرستم
بتوقیعِ فضلِ حق آن عینِ معنی،    که آباد بر وی فراوان فرستم
گزشت اندر اندیشه کز خامه رشحی    بدان قلزمِ فیض و احسان فرستم
بدل گفتم «البته کاریست مشکل    نباید که این نامه آسان فرستم»
سگالش چنین رفت در کار سازی    که فرخ بود چون بفرمان فرستم
فرستادم، اما نیامد جوابی    که تا هرچه فرمان رسد آن فرستم
ندانم که شورِ فغانِ گدا را    چسان باز تا گوشِ سلطان فرستم

بدل گفتم «آرے فرستادہ باشم    گر از راهِ چاكِ گریبان فرستم
و گر جادۂ رہ نمایان نگردد    هم از جیب چاکے بدامان فرستم
بدان تا روائی دهم کارِ خود را    ز خون نابہ موجے بمژگان فرستم
دمم در تنِ نے دمِ آتشین را    فروزندہ شمعے بایوان فرستم
برفتارِ ناز اندر آرم قلم را    تدروے بصحنِ گلستان فرستم
سخن کوتہ آن بہ کہ از نظم جزوی    بدیوانِ آن صدرِ گیهان فرستم»
فرستم ولیکن خرد چون پسندد    کہ برگِ گیاهے بہ بستان فرستم
گرفتم کہ رنگین خیالم بگیتی    شقایق بہ بنگاهِ نعمان فرستم
گرفتم کہ بحرِ روانم بہ معنی    گهر جانبِ ابرِ نیسان فرستم
گرفتم کہ روشن روانم بدانش    چراغے بہ مهرِ درخشان فرستم
درین پردہ خواهم کہ از مورِ مسکین    سلامے بسویِ سلیمان فرستم
نبشتم کہ خدمتگزار است غالب    پیِ دعویِ خویش برهان فرستم
بشب بستم این نقش و در بندِ آنم    کہ حرزِ دعا بامدادان فرستم
بقا بهرِ داور ز دادار خواهم    بہ آمین خروش از سروشان فرستم)(۱)

## (۳)

بحضورِ ہور ظہور، حضرت نوابِ معلی القاب، جاودان کامیاب، ولیِّ نعمت، آیۂ رحمت، دام اقبالہ.

سپاس بجا می آورد، و پوزش همی گسترد، آن بارگاهِ سپهر کارگاه را

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قصیدہ کا لفافہ مثل مین موجود هی . اصل قصیدہ کی متعلق میر منشی صاحب لکھتی هین: «قصیدۂ (همانا اگر گوهر جان فرستم) بتاریخ ۱۹ شعبان سنہ ۱۲۷٦ھ بمواجہ میرزا نوشہ صاحب بحضور پرنور گزرانیدہ شد». اس سی معلوم ہوتا هی کہ میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانہ مین نواب صاحب نی قصیدہ دارالانشا سی منگایا، اور اپنی پاس رکھ لیا. چونکہ اوسکا شامل مثل ہونا متحقق تھا، اسلئی کلیات غالب فارسی (نولکشور ایڈیشن) کی صفحہ ۳۲۵ سی نقل کرکی یہان قوسین مین اضافہ کردیا گیا هی. قصیدہ کی متعلق نوابصاحب کی رای عریضہ نمبر (٤) کی حاشیہ مین درج ہوگی. پتہ کی نیچی میرزا صاحب نی لکھا هی: «از غالب یکرنگ بیرنگ ازروی احتیاط یازدهم فروری سنہ ۱۸۵۷». روانگی قصیدہ کی یہی تاریخ عریضہ نمبر (۳) مین بھی مذکور هی.

قبلۂ حاجات میداند، و بهنجارِ سرگزشت حکایتے بعرض میرساند۔ سه شنبه ۲۷ جنوری نامۂ مولینا و بالفضل اولینا(۱) بمن رسید۔ چهار شنبه ۲۸ جنوری عرضداشت روان داشتم۔ چون دو هفته گزشت، و سررشتۂ ڈاك درین بندوبستِ جدید استوار نمانده، گفتم «مگر نرسیده باشد»۔ دی، که چهار شنبه یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷ بود، چاشتگاه قصیدۂ بقصدِ اظهارِ فرمان پزیری فرستادم۔ شامگاه سرهنگِ یام(۲) منشورِ عطوفت آورد۔ برمردمكِ دیده سودم، وخردۂ جان نثار کردم۔ تا نورد از هم کشودم، دو ورق از فهرستِ گنجینۂ اسرار، یعنی اوراقِ اشعارِ گهر بار، وسفتچۂ دوصد وپنجاه روپیه درآن نورد یافتم۔ دفترِ شعر سجلِّ اعتبارِ من شد، و زرِ آن سفتچه بمعرضِ وصول آمد۔ کرم در بنده پروری بهانه می جوید، ورنه این افتتاح بشیرینی نیاز نداشت۔ کریمان بنده را به نمك همی پرورند، ولیِّ نعمت را بنده بشکر پروردن آئین است۔ شکرِ این شکر بعهدۂ جانِ شیرین فرو گزاشتم۔ واین نامه بهرِ آن، که رسیدنِ عطیه حالی گردد، بدین زودی نگاشتم۔ اشعار خود بهنگامِ خویش خواهد رسید، واین سررشته هیچگاه از هم نخواهد گسست۔ زیاده حدِ ادب۔ نیرِ دولت واقبال سرچشمۂ فروغِ بے زوال باد۔ **غالب**۔ پنجشنبه ۱۲ فروری سنه ۱۸۵۷۔

## (٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

آداب بجا لاتاہون۔ غزلون کے مسودات صاف کرکر حضور مین بھیجتا ہون۔ مسودات اپنے پاس رہنے دئے ہین، اس نظر سے کہ اگر احیاناً ڈاك مین لفافہ تلف ہوجائے، تو مین پھر اوسکو صاف کرکر بھیجدون، ورنہ موقعِ حك واصلاح مجھے کیا یاد رہیگا۔

مین نہین چاھتا کہ آپ کا اسمِ سامی اور نامِ نامی تخلص رہے۔ ناظم،

---

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی مراد ہین۔

(۲) یام: ڈاك

عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وہ رهنے دیجیے۔ مگر یہ نهین کہ خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین۔ اگر وهی تخلص منظور هو تو بهت مبارك۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رهو قیامت تك

عنایت کا طالب غالب۔ روزِ یکشنبه ۱۵ فروری ۱۸۵۷(۱)۔

(میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۷ع کو ایك عریضه ارسال کیا تها، جو ۱۱ ماهِ مذکور کو رامپور پهنچا۔ اسکا لفافه شاملِ مثل هے، اور اوسکی پشت پر یه نوٹ تحریر هے: «عرضی حسب الحکم چاك نموده شد۔ ۱۶ رجب سنه ۱۲۷۳ ھ»)(۲)۔

---

(۱) عرائض نمبر (۳و٤) کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ۳ رجب سنه ۱۲۷۳ ھ مطابق یکم مارچ سنه ۱۸۵۷ع کو تحریر فرمایا: «... دو قطعهٔ صحیفهٔ شریفه، یکی مشعر ترسیل قصیده بمضمون انتظار و هم در جواب رقیمة الوداد رسید اشعار و سفتچهٔ مرسلهٔ اینجا، و ثانی مع اشعار مذکور بعد نظر اصلاح و تجویز چند الفاظ جهت تخلص مخلص بایمای پسند از آنجمله، بمضامین برجسته و عبارات دلپسند متواتر بسبیل ڈاك گلگونه آرای چهرهٔ وصول فرحت شمول گردیده ... ومطالعهٔ قصیدهٔ نادرهٔ فصاحت تضمین، که اگر هر شعر نغزش را گنجینهٔ معانی، و معدن لآلی سخندانی، خوانند بجا، و یا گلدستهٔ برجستهٔ چمنستان علوم وکمال نامند زیبا، غواص فکر در بحر زخار استعارات و نکات متینش مستغرق گرداب نارسائی، و اوهام عقلاء زمان بدریافت خوبی و بلاغت آن خزینهٔ اسرار معترف به کوتاهی، قصائد عرفی و خاقانی بمقابلهٔ متانت و برجستگی مضامین نزهت آگینش هیچ، و معانی فیض قرین در الفاظ نادرش چون زلف ماهرویان پیچ در پیچ، ابواب افاده و انشراح بی اندازه بر روی دل صفا منزل کشود. رنگ کثافت طبعی از سجنجل خواطر مستفیضان زدود۔ و غزلیات که بنظر اصلاح «آهن که بپارس آشنا شد * فی الفور بصورت طلا شد» فائز گشته. العظمة لله تغیر و تبدل الفاظ نادره در اشعار مذکور چون نقش بر نگین زینت تازه گرفت، وطلای طبع خام بر محك فیض عام جلوه پزیرفت ... ومنجملهٔ الفاظ تخلص لفظ (ناظم) مطبوع طبع نیاز گشت».

(۲) اس عریضه کے جواب مین نوابصاحب نے ۲۵ رجب سنه ۷۳ ھ مطابق ۲۳ مارچ سنه ۵۷ع کو تحریر فرمایا: «صحیفهٔ مسرت آگین ... مشعر رسید رقیمة الوداد و اینکه صحائف شرائف عبارت اردو بعد ملاحظه چاك شده باشند ... وصول گردیده۔ مشفقا! حسب الارقام سامی صحیفهٔ موصوفه را بعد استفاضهٔ مضمونش چاك نموده شد۔ و آینده هم دربارهٔ همچو مکاتیب تعمیل ایمای سامی ملحوظ خواهد ماند»۔ اس سے یهی نتیجه نکالا جاسکتا هے، که میرزا صاحب کی یه خط وکتابت بصیغهٔ راز تهی۔ ورنه ۱۵ فروری سنه ۵۷ع کا خط بهی زبان اردو هی مین تها، اوسکے چاك کرنے کی هدایت کیون نه کی۔ اور اگر کی تهی، تو یهان تعمیل کیون نهوئی، والله اعلم بحقیقة الحال۔

(میرزا صاحب نے یکم اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع کو ایك اور عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۳ اپریل کو رامپور پہنچا. مثل مین اسکا بھی صرف لفافہ شامل ہے، اور اوسکی پشت پر نوٹ ہے: «عرضی از دستِ مبارك چاك شد، وبندِ غزلیاتِ مرسلہ در حضور ماند. ۹ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھ»).

## (۵)

جنابِعالی! کچھ کم مہینا ہوا، کہ مین نے حضور کی غزلون کو دیکھکر خدمت مین روانہ کیا ہے، اور اوسکے پہنچنے سے اطلاع نہین پائی. اب ڈاك مین خط تلف بھی ہو جایا کرتے ہین. اسواسطے مین متردد ہون، اور مدعا اس تحریر سے یہ ہے، کہ اگر وہ لفافہ نہ پہنچا ہو تو مین اوس مسودہ کو پھر صاف کرکر روانہ کرون. زیادہ حدِ ادب. از **غالب**. نگاشتۂ صبحِ پنجشنبہ ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھجری(۱).

## (۶)

جنابِعالی! آداب بجا لاتا ہون. اور عرض کرتا ہون، کہ اجورہ دار پہنچا. مگر لٹا ہوا، اور بھیگا ہوا، اور بھاگتا ہوا. گوجرون نے اوسے لوٹ لیا. روپیہ کتمل سب لے لیا. خط اوس داروگیر مین گرپڑا. بھیگ گیا. لفافہ مجھ تك نپونچھا(۲). خط مع ھنڈوی کے پہنچا. خط مین سے القاب بتکلف پڑھا. اور یہ جملہ «سفتجۂ مبلغ دو صد و پنجاہ روپیہ» پڑھا گیا. اور باقی خیر و عافیت. «مکرر آنکہ» اسکے بعد جو کچھ لکھا تھا، اوس مین سے «مولوی» یہ لفظ، اور بعد ایك لفظ کے «خانصاحب» یہ پڑھا گیا. اور کچھ

---

(۱) نواب فردوس مکان نی اس عریضہ کی جواب مین ٤ رمضان سنہ ۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۵۷ ع کو تحریر فرمایا: «... مشفقا! این مرتبہ کہ توقف در تسطیر رقیمة الاخلاص بظہور آمدہ باعث آن عدم فرصتی تصور توان نمود. حالا کہ فرصت دست داد، بہ ترقیم ما فی الضمیر اتفاق افتاد».

(۲) یہ میرزا صاحب کا خود نوشتہ املا ھی. در اصل اونھین سہو ہوا. ورنہ یہی لفظ اسی سطر مین اونھون نی درست لکھا ھی.

نہین ۔ مجکو غم یہ ہے کہ غزلہایِ اصلاحی اور دیوانِ اردو کی رسید مین نے نہ پائی(١) ۔

ہنڈوی کا بعینہ وہ حال جو میرے خط کا تھا۔ کچھ پڑھا جائے، کچھ نہ پڑھا جائے۔ آپ کا نام اور ڈھائی سو روپیہ یہ پڑھا گیا۔ چونکہ مہاجن مجکو جانتا تھا، اوسنے اوس بھیگے ہوئے کاغذ کو اپنی چٹھی مین لپیٹ کر رامپور اوس مہاجن کے پاس بھیجا ہے۔ جب وہ صحیح کرکر بھیجیگا، تب وہ مجکو روپیہ دیگا۔ اوسکے صحیح کرنے مین کیا تامل ہے۔ مین نے صرف بطریقِ اطلاع لکھا ہے۔ اور غزلون کی اور دیوان کی رسید اور جو اس

---

(١) میرزا صاحب کی دیوان اردو کا یہ نسخہ کتبخانہ مین موجود ہی ۔ سائز ١١½×٧¾ ، اوراق ٧٣ اور فی صفحہ ١٥ سطرین ہین ۔ خط صاف اور روشن نستعلیق اور ابتدائی دو صفحی طلاکار ہین ۔ ہر غزل کی خاتمہ پر رنگین بیل بوٹی ہین اور تمام صفحات کی جدولین رنگ آمیز ہین ۔ آخر مین نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نیر کی تقریظ ہی ۔ اس نسخۂ دیوان کی متعلق مرزا صاحب نی منشی شیونراین کو لکھا ہی : « اب تم سنو ۔ دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا ۔ مگر ہان مین نی غدر سی پہلی لکھواکر نواب یوسف علی خان بہادر کو رامپور بھیجدیا تھا ۔ اب جو مین دلی سی رامپور جانی لگا، تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نی مجکو تاکید کردی تھی ، کہ تم نواب صاحب کی سرکار سی دیوان اردو لیکر کسی کاتب سی لکھواکر مجکو بھیجدینا ۔ مین نی رامپور مین کاتب سی لکھواکر بسبیل ڈاك ضیاءالدین خان کو دلی بھیجدیا تھا » (اردوی معلی ، ص ٣٨١) ۔ بعدازان ٣ جولائی سنہ ٦٠ع کو اس کی مکمل ہونی کی باری مین لکھا ہی : « میان تمہاری باتون پر ہنسی آتی ہی ۔ یہ دیوان ، جو مین نی تم کو بھیجا ہی ، اتم و اکمل ہی ۔ وہ اور کونسی دو چار غزلین ہین جو مرزا یوسف علی خان عزیز کی پاس ہین ، اور اس دیوان مین نہین ۔ اسطرف سی آپ اپنی خاطر جمع رکھین ، کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سی باہر نہین ہی ۔ معہذا اون سی بھی کہونگا ۔ اور وہ غزلین اون سی منگا کر دیکھونگا » (ایضاً، ص ٣٨٤) ۔ اس نقل سی منشی شیونراین نی اپنی مطبع واقع شہر آگرہ مین دیوان کی طباعت کا انتظام کیا تو اسکی متعلق میرزا صاحب نی نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھا : « اردو کا دیوان رامپور سی لایا ہون ، اور وہ آگرہ گیا ہی ۔ وہان منطبع ہوگا ۔ ایك نسخہ تمہاری پاس بھی پہنچ جائیگا » (ایضاً ، صفحہ ٤٣٦) ۔ لیکن بعد ازان آگرہ مین انطباع سی قبل ہی میرزا صاحب نی دہلی مین طبع کرا لیا ۔ ان تمام خطوط سی معلوم ہوتا ہی ، کہ اسوقت دیوان غالب کی جسقدر ایڈیشن شایع ہو چکی ہین ، وہ سب کی سب نسخۂ رامپور کی نقل اور نقل در نقل ہین ۔ میرزا صاحب نی خود اپنا کلام کبھی جمع نکیا (ایضاً ، صفحہ ١٣٧) ۔ نواب ضیاء الدین خان نیر اور ناظر حسین مرزا کی کتب خانہ مین اس کی نسخی موجود تھی ، لیکن اونکی ذخیرۂ کتب کی ساتھ ہنگامۂ غدر مین لٹگئی ۔ (عود ہندی ، صفحہ ٢٧ و ٢٩ و ٦٥ ، واردوی معلی ، صفحہ ٢٠٣ و ٢٠٦ و ٢٥٩ و ٣٦٣) ۔ اگر رامپور مین اصل نسخہ محفوظ نہوتا تو میرزا صاحب کی کلام کا موجودہ مجموعہ دستیاب ہونا تقریباً ناممکن تھا ۔

خط مین «مکرر آنکه»(١) بعد مطالب مندرج تھے، وہ پھر ایسے ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیے گا، اور اوسکو تاکید کیجیے گا، کہ اسکو بھیجدے۔ یہان کے ساھوکار نے میری خاطر سے اس رقعه کو اپنی چٹھی مین روانه کیا ھے۔ غالب۔ پنجم ذی الحجه(٢).

## (٧)

بوالا خدمت، رفعات درجت، جناب نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض و محیطِ احسان، عز نصره و دام ملکه.

آدابِ نیاز بجا می آرد، ونیازمندانه عرضه می دارد. در زمانِ چیره دستیِ کور نمکانِ سیاهِ روسیاه سررشتهٔ یام از هم گسست. ناچار بفرستادنِ نامه بر رساندنِ نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمانِ داورانِ دادگر روائی، وسلسلهٔ آمد شدِ نامه رسائی یافت، نامه در یام روان داشته شد. و نارسیدنِ پاسخِ آن را چنان پنداشته شد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد. یا فرطِ احتیاط مانعِ تحریرِ جواب گردیده باشد. هر آئینه در دل چنان گزشت، که درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، که سرگزشتِ من از ولیِ نعمت نهان، و حجابیے درمیان نماند.

حالیِ رایِ جهان آرای باد، که دیرینه نمکخوارِ سرکارِ انگریزم. و از سر آغازِ سالِ یکهزار وهشت صد وشش، که دران گاه شمارِ سنینِ عمرِ من از ده نگزشته بود، بعوضِ جاگیرِ عمِ حقیقیِ نسبیِ خود نصر الله بیگ خان بہادر(٣)،

---

(١) یہان لفظ «کی» ساقط معلوم ہوتا ھی۔

(٢) نوابصاحب کی محوله فرمان کا مسوده مثل مین منسلك ھی، لیکن اوس مین قابل نقل بات کوئی نہین۔

(٣) نصر الله بیگ خان ابتداء مرہٹون کیطرف سی آگره کی صوبیدار تھی۔ بعد فتح آگره اپنی برادر نسبتی نواب احمد بخش خان والی لوھارو وفیروزپور جھرکه (متوفی سنه ١٨٢٧ع: حالات کیلئی ص ١٢، نوٹ ٢، ملاحظه ہو) کی سفارش سی انگریزی فوج مین رسالدار ھوگئی، اور مدد معاش کیلئی نواحی اکبرآباد مین پرگنهٔ سونك سونسا مرحمت ھوا۔ انھون نی سنه ١٨٠٦ع مین انتقال کیا۔

که با جمعیتِ رسالهٔ چهار صد سوار بمعیتِ جرنیل لارڈ لیك بهادر(١) در فتحِ هندوستان کوششهای نمایان کرده، وپرگنهٔ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر یافته، و هم درآن عهد بمرگِ ناگاه از جهان رفته بود، بفرمانِ جرنیل لارڈ لیك بهادر ومنظوریِ گورمنٹ مشتِ زرے شاملِ جاگیرِ عمِ سبیِ من نواب احمد بخش خان بهادر(٢) در وجهِ معاشِ من منجملهٔ زرِ استمراریِ سرکاری، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهرِ دوام واجب الادا بود، قرار یافت. چون جانشینِ احمد بخش خان(٣) کیفرِ کردار یافت، و جاگیر بسرکار باز یافت شد، رسیدنِ آن وجهِ مقرری از خزانهٔ کلکتریِ دهلی صورت پزیرفت. چنانکه تا انجامِ اپریل سنه ١٨٥٧ از کلکتریِ دهلی یافته ام. و از مئی خود آشکار است که حال چیست. پیوندِ تعلق با بهادر شاه(٤) جز آن نبود، که از هفت هشت سال بتحریرِ تاریخِ سلاطینِ تیموریه، واز دو سه سال به اصلاحِ اشعارِ شهریار

---

(١) لارڈ لیك سنه ١٧٤٤ع مین پیدا هوئی. سنه ١٧٥٨ع مین پیدل فوج مین نام لکھایا. اور مختلف عہدون پر فائز رهکر سنه ١٨٠٢ع مین جنرل مقرر هوگئی. سنه ١٨٠١ع سی سنه ١٨٠٥ع تك هندوستان کی افواج کی کمانڈر انچیف اور کونسل کی ممبر رهی. انهون نی مرهٹون سی کامیاب جنگ کی. اور انگلستان واپس جاکر ٢٠ فروری سنه ١٨٠٨ع کو فوت هوئی. یه بهت نامور اور هردلعزیز سپه سالار مانی جاتی تهی.

(٢) نواب احمد بخش خان فیروزپور جهرکه کی رئیس اور لوهارو کی جاگیردار تهی. حکومت انگریزی مین انکی بڑی عزت اور منزلت تهی. نواب الهی بخش خان معروف، میرزا غالب کی خسر، انکی چهوٹی بهائی تهی. احمد بخش خان نی آخر عمر مین حکومت سی کناره کشی اختیارکرکی اپنی بڑی لڑکی نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور جهرکه کی ریاست، اور نواب ضیاء الدین خان نیر و نواب امین الدین خان کو لوهارو کی جاگیر عطا کردی تهی. میرزا غالب کی پنشن ریاست فیروزپور سی متعلق تهی.

(٣) احمد بخش خان کی جانشین سی نواب شمس الدین احمد خان والی فیروزپور مراد هین. یه مزاج کی درشت اور فساد پیشه تهی. اسلئی نواب هوکر اهل خاندان سی تعلقات درست نه رکه سکی. میرزا غالب بهی ان سی ناراض تهی. خط مین انکا نام نه لینی کی یهی وجه هی. مسٹر ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کی قتل کی الزام مین اکتوبر سنه ١٨٣٥ع کو انهین پهانسی دیدیگئی، اور ریاست فیروزپور ضبط هوگئی.

(٤) بهادر شاه هندوستان کی مغلیه فرمانرواؤن کی آخری چشم وچراغ تهی، یه سنه ١٨٣٧ع مین تخت نشین هوئی. غدر سنه ١٨٥٧ع مین باغیون نی انهین اپنا مطلق العنان بادشاه بنایا. بعد فتح دهلی الزام بغاوت مین رنگون کی طرف جلاوطن کئی گئی، اور وهین ٧ نومبر سنه ١٨٦٢ع کو فوت هوئی. میرزا صاحب نی ایك خط مین میر مهدی کو لکها هی: «٧ نومبر، ١٤ جمادی الاول سال حال جمعه کی دن ابو ظفر سراج الدین بهادر شاه قید فرنگ وقید جسم سی رها هوئی».

می پرداختم . درین هنگامه خود را بکنار کشیدم . و بدین اندیشه که مبادا گر یك قلم ترکِ آمیزش کنم ، خانهٔ من بتاراج رود ، وجان در معرضِ تلف افتد ، بباطن بیگانه وبظاهر آشنا ماندم . هرگاه شهر بر دستِ سپاهِ انگریز فتح شد ، همه جاگیر داران و پنسنداران از شهر بدر رفتند . چنانکه تا امروز آوارهٔ دشت و کوه اند . من از جا نه جنبیدم . وهم چنان گوشه گیر ماندم . درین بندوبست که خاصه از بهرِ سیاستِ مجرمان ست ، وتحقیقاتِ جرم از رویِ دفترِ قلعه واظهارِ مخبران می کنند ، هیچ گونه آلایشِ دامنِ من پدید نیامد . ودارو گیر وباز پرس رو نه داد . بودنِ من در شهر از حکام نهان نیست . اما چون پرسشے درمیان نیست ، لاجرم محفوظ مانده ام . می بایست که خود سلسله جنبان گشتمے ، وبا حکام پیوستمے . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقهٔ معرفتے ندارم . ومعهذا هنوز موقع ومحلِ آن نمی نگرم ، که نامه نویسم ، وخواهشِ ملاقات بمیان آورم . راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتے بجا نیاورده ام . لیکن مقامِ شکر است ، که به تقدیم نرسیدنِ خدمت از راهِ بیدستگاهی است ، و ذریعهٔ اخلاص وخلوص همان بیگناهی است . حالِ خود را ، اگرچه پرسش از جانبِ آن والا مناقب نبود ، گفتم(١) . وخون میخورم که صحت وعافیتِ ذاتِ همایونِ اقدس ، که یا رب ! جاودان سلامت باد ، چگونه دریابم . همدرین کنج ، که مسکنِ من ست ، شنیده ام که والا شان زین العابدین خان بهادر(٢) بشهر آمده اند . نیازمندیِ من با مرحومی نواب عبد الله خان بهادر(٣) ، ومهرورزیِ من

---

(١) مزید تفصیل کی لئی ملاحظه هو اردوی معلی ، صفحه ٣٥ .

(٢) زین العابدین خان بهادر کا تذکره مکتوب نمبر ١٠٧ کی ذیل مین ملاحظه هو .

(٣) نواب سید عبد الله خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر نواب فردوس مکان کی چچا تهی . شعر و سخن سی دلچسپی رکهتی تهی . زور آزمائی کا بهی شوق تها . دهلی مین عرصه تك مقیم رهی . میرزا صاحب اور ان مین بهت ارتباط وخلوص تها . پنج آهنگ مین میرزا صاحب کا ایك خط انکو نام بهی درج هی (کلیات نثر غالب ، صفحه ٢١٨) . یه عرصه تك میرٹهه کی صدر الصدور رهی تهی . اور وهین ستر برس کی عمر مین بعارضهٔ تپ سنه ١٢٧٤ ه کو رحلت فرمائی ، اور درگاه چشتی پهلوان مین مدفون هوی . ان کا ایك شعر امیر مینائی مرحوم نی تذکرهٔ انتخاب یادگار (صفحه ٢١١) مین درج کیا هی . فرماتی هین :

منحصر تجهه پر شفاعت هی ، بهلا جائین کهان * ای شفیع عاصیان ! هم تیرا دامان چهوڑ کر

با اصغر علیخان مرحوم(۱)، ومحبت وخلتِ من با نواب عبد الرحمن خان بهادر مغفور(۲) بجا دیده اند، وآن مدارج کی در نظر دارند، که ایشان را در ضمیر میگزشت، که گدای گوشه نشین را باید دید. من خود پائی، که رفتار داشته باشد، ندارم. واز زاویه برون آمدن نتوانم. به نگاشتنِ این نامه زحمتِ اوقاتِ ملازمان از آن رو روا داشته ام، که اگر نفرستادنِ نامه محض از رویِ احتیاط است، هویدا گردد، که در عنایت تفریط ودر رعایت افراط است. چشم دارم که بمشاهدۀ سوادِ نوازشنامه فروغِ نظر اندوزم. شغلِ شعر وسخن هر آئینه یقین دارم که درین چنین فتنۀ وآشوب دل بدان کار چگونه گراید. دولت پاینده ونصرت طرب فزاینده باد. از **اسد اللهِ غالب**. نگاشته وروان داشتۀ پنجشنبه ١٤ جنوری سنه ۱۸۵۸.

له ـ دبیرانِ خاص بر عنوانِ نامه هایِ پیشین نشانِ کلبۀ این درویشِ دلریش عقبِ مسجدِ جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۀ بلّی‌مار می مانم. سپس نشانِ این محله نگاشته شود(۳).

## (۸)

حضرت ولیّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

منشورِ عطوفت کے دیکھنے سے زندگی کی صورت نظر آئی. مخمس اور

---

(۱) سید اصغر علی خان مرحوم نواب سید عبد الله خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا زاد بهائی تهی، امیر مینائی تذکرۀ مذکور (صفحه ۲۵) مین لکهتی هین: «شاعر خوش مذاق هین. آفرینش مضامین عاشقانه مین طاق هین. مومن خان صاحب دهلوی کی شاگرد رشید. کلام انکا لایق دید وقابل شنید. ۳۸ برس کی عمر پائی. بارهوین رجب کو سنه ۱۲۷۳ هجری تهی که عارضۀ خناق مین مبتلا هوکر میرٹهه مین رحلت فرمائی: وهان سی جنازه اونکا دهلی کو گیا. اور درگاه حضرت خواجه باقی بالله مین دفن هوی». ان کا دیوان شائع هوگیا هی.

(۲) نواب سید عبد الرحمن خان بهادر، نواب سید غلام محمد خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا تهی.

(۳) اگر میرزا صاحب کی تخمینه کو صحیح مانا جائی، تو اونهین سنه ۱۸٤۹ ع یا سنه ۱۸۵۰ ع سی محله بلی مار مین مقیم هونا چاهئی. میر مهدی مجروح کی نام کی خط مین سنه ۱۸۵۰ ع کی تصریح موجود هی. اسلئی یهی سنه درست معلوم هوتا هی. فرماتی هین: «.... یه لکهو که اسد الله خان پنشن دار سنه ۱۸۵۰ع سی حکیم پٹیالی والی کی بهائی کی حویلی مین رهتا هی» (عود هندی، صفحه ۸۳، و اردوی معلی، صفحه ۱۹٤).

غزلون کے پہنچنے کی اطلاع پائی۔ یہ بھی ایک بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ہے۔ ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ہے۔ میری کیا سخنوری اور سخن سرائی ہے۔ آپ کی قدر دانی بلکہ قدر افزائی ہے۔ تکلف ہے اگر کہون کہ تا قیامت رہو۔ بے تکلف دعا یہ ہے، کہ خدا کرے ایک سو بیس برس تک سلامت رہو۔

اس قرینے سے، کہ بسبب کم فرصتی کے اون کا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا۔ دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپکو اختیار ہے۔ مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ہے، اسکا دیکھنا ضرور درکار ہے۔ فارسیِ قدیم اور پھر حسنِ معنی اور صنعتِ الفاظ۔ با این ہمہ ہر امر کی احتیاط، اور ہر بات کا لحاظ(۱)۔

جنابعالی! طرفہ معاملہ ہے۔ خدا کا شکر ہے، اور اپنی قسمت کا گلہ ہے۔ خدا کا شکر یہ کہ با وجودِ تعلقِ قلعہ کسی طرح کے جرم کا بہ نسبت میرے احتمال بھی نہین۔ قسمت کا گلہ یہ کہ عطایِ پنسنِ(۲) قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین۔ یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہے۔ گویا بن کھائے جینا ہے۔ کہتے ہین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملے گا۔ دیکھئے کیا نیا گل کھلے گا۔ پہلی نومبر کو یہان اشتہارِ عام ہوگیا ہے، کہ اب قلمروِ ہندوستان مین عملِ ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ہے۔ مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون۔ اور وزرایِ ملکۂ دارا دربان کے دو سارتی فکٹ پا چکا ہون۔ اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاہئے، تو اسی کتاب موسوم بہ دستنبو مین دیکھا چاہئے۔ خوشنودی کا طالب **غالب**۔

نگاشتۂ روزِ یکشنبہ ہفتم نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع۔

---

(۱) اس چار جزو کے رسالہ سے «دستنبو» مراد ہے۔ چنانچہ آخر عریضہ مین اسکے نام کی تصریح کرکے مرزا صاحب نے ابہام دور کر دیا ہے۔

(۲) میرزا صاحب نے اس لفظ کا إملا «شین» کی بجائے «سین» سے لکھا ہے۔ اسی طرح لفظ سارٹیفکٹ مین پہلی «ٹ» کو «ت» تحریر کیا ہے۔

## (۹)

خداوندِ نعمت سلامت .

جو آپ بن مانگے دین، اوسکے لینے مین مجھے انکار نہین. اور جب مجکو حاجت آپڑے، تو آپسے مانگنے مین عار نہین .

بارِ گرانِ غم سے پست ہو گیا ہون. آگے تنگدست تھا، اب تہی دست ہو گیا ہون. جلد میری خبر لیجے . اور کچھ بھجوا دیجے . عنایت کا طالب **غالب** . چار شنبہ یازدہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ ہجری و ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع(۱) .

## (۱۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد آداب بجالانے کے عرض کرتا ہون، کہ منشورِ رافت لکھا ہوا ۲۵ نومبر کا جمعہ کے دن تیسری دسمبر کو اس دعا گویِ دولت کے پاس پہنچا . ڈھائی سو روپیہ کی ہنڈوی معتمد کے حوالہ کی گئی . آج یا کل روپیہ آجایگا . خاطرِ عاطرِ اقدس جمع رہے .

میرے حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ہے، مین وہان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کے وصول کا زمانہ قریب آیا ہے . اسکو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ہے، اور یقین بھی آتا ہے، کہ جنوری آغازِ سال

---

(۱) نواب فردوس مکان نی عرایض مورخۂ ۷ نومبر و ۱۷ نومبر کی جواب مین تحریر فرمایا : «... دو قطعۂ صحیفۂ تلطف طراز ، اولین حاوی حالات نہ ملنی زر پنشن آپکو ، اور دوسرا مورخہ اٹھاروین ماہ نومبر سنہ حال مشعر نوید خیریت مزاج وہاج کی ، متواتر رنگ افروز چہرۂ وصول نشاط شمول کا ہوا . اور مراتب مندرجہ سی مطلع فرمایا . مشفقا! جو کہ مخلص کو اشتیاق معانقہ اور مکالمہ آپ کا بدرجۂ کمال ہی ، اور اب تشریف آوری آپکی اس جگہ مناسب ہی ، اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ہی ، کہ آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیی . اور قطعۂ ہنڈوی مبلغ دو سو پچاس روپیہ کا واسطی مصارف خدام آپ کی بلف رقیمۃ الوداد ہذا کی مرسل ہی . قبول فرمائیی . ... ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۸۸ع » . عریضہ نمبر ۱۰ ہنڈوی کی رسید اور نآنی کی عذر پر مشتمل ہی .

٥٩ عیسوی مین یه قصه انجام پائے. جس کو روپیه ملنا ہے اوسکو روپیه، جس کو جواب ملنا ہے اوس کو جواب ملجائے.

حضور نے یه کیا تحریر فرمایا ہے، که ان باره غزلون کی اصلاح مین کلامِ خوش مطلوب ہے. اگلی غزلون کی طرح نہون. مگر اگلی غزلون کی اصلاح پسند نه آئی، اور اون اشعار مین کلامِ خوش تها. حضرت کا تو اون غزلون مین بهی وه کلام ہے، که شاید اورون کے دیوان مین ویسا ایك شعر بهی نه نکلیگا. مین بقدر اپنے فہم واستعداد کے کبهی اصلاح مین قصور نہین کرتا. زیاده حدِ ادب. عرضداشتِ **غالب**. معروضۀ جمعه ٢٦ ربیع الثانی سنه ٧٥ و ٣ دسمبر ٥٨ (١).

## (١١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

مین اس دولتِ ابد مدت کا از راهِ مودت خیر خواه ہون. امرِ ملال انگیزِ اندوه آور مین آرائشِ گفتار گوارا نہین کر سکتا. نواب مرزا (٢) نے دلی آکر پہلے نویدِ بزم آرائی سنائی. چاهتا تها، که اوسکی تہنیت لکھون.

---

(١) نواب فردوس مکان کی مسودۀ فرمان مین یه مضمون تحریر نہین. ممکن هی که مبیضه مین اپنی قلم سی اضافه کردیا هو.

(٢) نواب مرزا خان داغ تخلص خلف نواب شمس الدین خان دهلوی مراد هین. نواب فردوس مکان کی عہد مین انکی پهوپهی عمده خانم ریاست سی وظیفه پاتی تهین. یه اونکی توسط سی ابتداء مورد انعام و عنایات رهی. بعد ازان تعلق خدمت بهی هوگیا. چنانچه نواب خلد آشیان کی عہد مین اصطبل اور فراش خانه کی داروغه تهی، سو روپیه ماهوار تنخواه پاتی تهی. نواب صاحب کی انتقال کی بعد بزم علم وادب منتشر هوئی، تو مرزا داغ حیدرآباد چلی گئی. اور وهان حضور نظام مرحوم کی استاد مقرر هوئی. اور وهین سنه ١٣٢٢ﻫ (١٩٠٥ع) مین انتقال کیا. داغ صاحب شیخ ابراهیم ذوق دهلوی کی شاگرد تهی. اور رامپور مین شعراء دهلی کی کامیاب نماینده شمار هوتی تهی. امیر مینائی مرحوم لکهنوی اسکول کی حامی تهی، اسلئی دربار خلد آشیان مین ان دونون مین مسابقت کی سعی جاری رهتی تهی. بعض نقادون کا خیال هی که اس کشمکش مین امیر مینائی مرحوم نی داغ کا رنگ اختیار کرکی اعتراف شکست کیا. مگر واقعه یه هی که دربار رامپور کی یه تابنده گوهر اپنی علمی صحبتون مین ایك دوسری سی برابر استفاده کرتی رهی هین. اور یه فیصله دشوار هی که ان مین سی کس نی دوسری پر فتح پائی. تاهم نواب خلد آشیان کی دربار مین امیر صاحب کا رنگ سب سی زیاده جما. اسلئی قیام رامپور تك اونکو فتحیاب میدان سخن شمار کرنا بیجا نہین هی.

کل اوسنے از روی خطِ آمدِ رامپور حضرت جنابعالیه کے انتقال(۱) کی خبر سنائی۔ کیا کہون، کیا غم و اندوه کا ہجوم ہوا۔ حضرت کے غمگین ہونیکا تصور کرکر اور زیاده مغموم ہوا۔ بیدرد نہین ہون، که ایسے مقام مین بطریقِ انشا پردازی عبارت آرائی کرون۔ نادان نہین ہون، که آپ جیسے دانا دلِ دیده‌ور کو تلقینِ صبر و شکیبائی کرون۔

از دستِ گدای بےنوا ناید ہیچ    جز آن که بصدقِ دل دعائی بکند

حق تعالی ذاتِ ستوده صفات کو دایماً اور ابداً جاه وجلال و دولت و اقبال کیساتھ سلامت با کرامت رکھے۔ عریضه نگار **اسد الله** المتخلص به **غالب**۔ مرقومۂ یکشنبه ۲۱ شعبان و ۲۸ مارچ سالِ حال۔

## (۱۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

ایك خط مشتمل اپنے حال پر اور ایك خط جناب بیگم صاحبه و قبله مغفوره کی تعزیت مین روانا کر چکا ہون۔ اب ایك قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون۔ اگرچه ایك کا تعمیه ہے۔ لیکن تعمیه کتنا خوب اور بےتکلف ہے۔ عرضداشتِ **اسد الله**۔ معروضۂ ۱۳ رمضان و ۱۷ اپریل سالِ حال۔

قطعه

جنابعالیه از بخششِ حق    بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت    «خلود خلد» گفت از روی الہام
(سنه ۱۲۷۵ ہجری)

## (۱۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعد تسلیم کے عرض کرتا ہون۔ آج دوشنبه کا دن ۱٤ رمضان

---

(۱) جناب عالیه نواب فردوس‌مکان کی والدۂ محترمه کا لقب تھا۔ انکا نام فتح النسا بیگم ہے۔ یه محمد نور خان ولد محمد شاه خان بڑیچ کی صاحبزادی، اور محمد نور خان نواب سید فیض الله خان بہادر کی ہمشیرزاده تھی (گلشن فتوت قلمی، ذکر نواب فردوس مکان، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۱)۔

المبارك کی اور ۱۸ ماہِ اپریل کی صبح کے وقت ڈاك کا ہرکارہ آیا ، اور منشورِ عطوفت لایا . مین نے سر پر رکھا ، آنکھون سے لگایا . تعجب ہے که میرے دو خطون کی رسید اس عنایت نامہ مین مرقوم نہین . آیا نہ پہنچے ، یا پہنچے اور نہ پڑھے گئے ، کچھ معلوم نہین(۱).

پہلے خط مین یہ عرض کیا ہے ، که مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ہے ، اور ہنوز صدر کو روانا نہین ہوئی . نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر(۲) نے کلکتہ سے میری پنسن کے کواغذ طلب کئے ، اور وہ کاغذ فہرست مین سے الگ ہو کر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئے . وہان سے کلکتہ کو بھیجے جائین گے . پھر وہان سے حکمِ منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا . آج روپیہ ملا . کل مین نے آپ سے سواری اور بار برداری مانگی . آج سواری اور بار برداری پہنچی ، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی . بلکه اسی نیاز نامہ مین کچھ حسنِ طلب بھی تھا . افسوس که ایسا خطِ ضروری نہ پہنچے .

دوسرا خط جنابِ عالیۂ مغفورہ کی تعزیت مین تھا . اوسکا بھی ذکر اس عنایت نامہ مین نتھا . ناچار پہلے خط کا مضمون اس ورق مین مکرر لکھدیا ، اور دوسرے خط کے صرف ذکر پر اکتفا کیا . حق تعالی آپکو

---

(۱) نواب فردوس مکان کا محولۂ بالا خط حسب ذیل ھی : «.... حال تشریف آوری آپکا اسطرف کو ابھی تك سامعہ نواز نہین ہوا . اور دل صفا منزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا ھی . اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار کی ہوتا ھی ، که آپ براہ عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، که کبتك ممکن الوقوع ھی ، مطلع اور مطمئن فرمائیے . ۹ رمضان سنہ ۱۲۷۵ھ ۱۳ اپریل سنہ ۵۹ ع».

(۲) لارڈ کیننگ بہادر سنہ ۱۸۱۲ ع مین پیدا ہوئی . سنہ ۱۸۵۲ ع مین ہندوستان کی گورنرجنرل اور سنہ ۱۸۵۸ ع مین پہلی وائسرائی بنائی گئی . غدر انہی کی عہد حکومت مین رونما ہوا . اودہ حکومت کی مکمل ضبطی بھی اسی عہد کا واقعہ ھی . مارچ ۱۷۶۲ ع مین انگلستان واپس گئی ، اور ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۲ ع کو وہین فوت ہوئی . اپنی عزم واستقلال ، تدبر ، اور خوبی انتظام کی بدولت انہون نی بڑی شہرت حاصل کی ھی .

سلامت رکھے ، اور صبر و ثبات و دولت و اقبال و عمر و جاه و جلال بطریقِ دوام عنایت کرے .

دو غزلین منجمله باره غزلون کے بعدِ اصلاح ارسال کرچکا هون . خدا کرے پهنچ گئی هون . پرسون ایك قطعه جناب بیگم صاحب و قبله کی تاریخِ وفات کا بهیجا هے . یقین هے که پهنچے گا . از راهِ احتیاط وه قطعه اس ورق مین پهر لکهتا هون . اور نیز از راهِ احتیاط یه خط بیرنگ روانا کرتا هون . زیاده حدِ ادب . عریضۂ **اسد الله خان** . معروضۂ دوشنبه چهاردهم رمضان سنه ۱۲۷۵ ، مطابق هژدهم اپریل سنه ۱۸۵۹(۱) .

قطعه

جنابِ عالیه از بخششِ حق     بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت     «خلودِ خلد» گفت از روی الهام
(۱۲۷۵)

## (۱٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

نوازشنامه کے ورودِ مسعود کی اطلاع دیتا هون ، اور هنڈوی کے پهنچنے کا شکر بجا لاتا هون . ستمبر سنه ۱۸۵۹ کے مهینے کے سو روپیه پهنچے . خاطرِ اقدس جمع رهے .

عزمِ ولایت کا حال معلوم هوا . حق تعالی آپ کو هر جگه مظفر و منصور و کامیاب رکھے(۲) . خدمت گزار هون ، اور دعا و ثنا میرا کام هے .

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب فردوس مکان نی تحریر فرمایا : «سابق اس سی دو قطعی تلطف صحیفهٔ طمانینت افزا آپکی ، اول مشعر مراتب تعزیت رحلت جناب والده صاحبه معظمه کی اس جهان فانی سی ، اور دوسرا بانتظار جواب اور قطعۂ تاریخ رحلت جناب موصوفه کی متواتر وصول هوئی ... سبحان الله کیا تاریخ آپنی تصنیف فرمائی هی ، که الفاظ جامع مختصر هین ، اوو تعمیه بطرز نادر اور بی تکلف هی» .

(۲) نوابصاحب کی ۷ ستمبر سنه ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۹ صفر سنه ۱۲۷٦ ھ کی فرمان سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب نی سفر انگلستان کی باری مین استفسار کیا تها . جس کی جواب مین نوابصاحب نی مذکورۂ بالا (باقی)

بڑھاپے نے کھو دیا. جز نفسے چند مجھ مین کچھ باقی نہین. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ **غالب**. معروضۂ یکم اکتوبر سنه ١٨٥٩ عیسوی.

## (١٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تقدیمِ تسلیم گزارش کرتا هون. پرسون ایك نیازنامه بهیجا هے. یقین هے که پهنچے گا، اور اوسکا جواب جلد عنایت هوگا. کل نوازشنامه، جس مین سو روپیه(١) کی هنڈوی بابت ماهِ اکتوبر سنه ١٨٥٩ تهی، شرفِ ورود لایا. زرِ مندرجۂ هنڈوی معرضِ وصول مین آیا. خاطرِ اقدس جمع رهے..... (شنبه ٥ نومبر سنه ١٨٥٩)(٢).

## (١٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا هون. یه میرا دردِ دل هے. نامۂ تهنیت مین اسکا اندراج مناسب نهین جانا. مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاستِ دودمانی کا رکھتا هون. معاش اگرچه قلیل هے، مگر عزت زیاده پاتا هون. گورمنٹ کے دربار مین داهنی صف مین دسوان لمبر

---

(بقیه) تاریخ کو لکھا: «مشفقا! جو آپ نے نسبت عزیمت مخلص کے بسمت انگلستان استفسار فرمایا هے. حال یه هے که فی الحقیقت اراده مخلص کا جانے انگلستان کو مصمم هے. لیکن ابهی تك کوئی زمانه جانے کا مقرر نهین هوا هے. اسواسطے حواله خامۂ اتحاد نگار کے هوتا هے که جس وقت زمانه جانے ولایت کا قرار پاویگا، آپکو پیشتر سے اس خصوص مین اطلاع دهی عمل مین آویگی». میرزا صاحب کا عریضه (نمبر ١٤) اس فرمان کا جواب هے. یهان یه واضح کردینا مناسب هے که نواب صاحب کا یه سفر ملکه معظمه وکٹوریه کے دست مبارك سے صلۂ خدمات غدر پانے کے سلسه مین هونیوالا تها. لیکن بعد ازان کسی وجه سے سفر ملتوی هو گیا. اور گورنر جنرل کے دربار فتح گڑھ مین خلعت وغیره عطا هوا. دربار کی تفصیل عریضه نمبر ١٧ کے حاشیه مین ملاحظه هو.

(١) میرزا صاحب نے الفاظ کے اوپر حسابی رقم بهی لکھی هے.

(٢) میرزا صاحب کے اس عریضه کا آخری حصه پهٹگیا هے. اسلئے نام اور تاریخ متن مین موجود نهین. قوسین مین جو تاریخ درج هے وه لفافه سے نقل کردیگئی هے.

اور سات پارچے اور جیغه ، سرپیچ ، مالائے مروارید ، خلعت مقرر هے . لاڑد(١) هاردنگ صاحب(٢) کے عهد تک پایا. لاڑد دلهوسی(٣) یهان آئے نهین. اب یه نوابِ معلی القاب آتے هین(٤). زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نهین. بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب(٥). وه بهی چیف سکرتر رهے. لفٹنٹ گورنر هوگئے. وه سکرتر رهتے تو مجهے کچه غم نتها. ابتک مین اپنے کو یه بهی نهین سمجها که بیگناه هون یا گناهگار. مقبول هون یا مردود. مانا که کوئی خیر خواهی نهین کی ، جو نئے انعام کا مستحق هون. لیکن کوئی بیوفائی بهی سرزد نهین هوئی ،

---

(١) یه میرزا صاحب کا املا هی. صحیح لفظ لارڈ هی.

(٢) لارڈ هارڈنگ صاحب هندوستان کی گورنر جنرل تهی. سنه ١٧٨٥ع مین پیدا هوئی. جولائی سنه ١٨٤٤ع سی جنوری سنه ١٨٤٨ع تک گورنر جنرل هند رهی. سکهه وار مین بهت نمایان خدمات انجام دین. انتظام مملکت مین بهی مفید اصلاحات نافذ کین. جگه جگه اسکول قائم کئی. ریلوی اور آبپاشی کی محکمون مین اضافه کیا. اور اتوار کی عام تعطیل مقرر کی. آخر مین سنه ١٨٥٢ع سی سنه ١٨٥٦ع تک کمانڈر انچیف رهی ، اور اسی سال ماه ستمبر مین انتقال کیا.

(٣) لارڈ ڈلهوسی سنه ١٨١٢ع مین پیدا هوئی. سنه ١٨٤٧ع مین هندوستان کی گورنر جنرل مقرر کئی گئی. اور ١٢ جنوری سنه ١٨٤٨ع کو آفس کا چارج لیا. انهون نی سکهون کو زیر کرکی سنه ١٨٤٩ع مین پنجاب کا الحاق کیا. انکا اندرونی انتظام مملکت بهت عمده اور مضبوط مانا جاتا هی. محکمۂ ریلوی مین نئی ضابطی نافذ کئی. اور صوبون کی درمیان ٹیلیگراف سسٹم قائم کیا. شاهی ڈاکخانه کا نظم بهی انهی کا رهین منت هی. پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ ، جیل ، جنگلات ، سروی اور محکمۂ تعلیمات قائم کیا. لیجسلیٹیو کونسل کا از سر نو انتظام کرکی اوسی وسعت دی. برما پر حمله کیا ، اور خان قلات اور امیر افغانستان سی معاهدی مرتب کئی. صوبه برار فوجی مصارف کی لئی حاصل کیا. ان کی هاتهون بهت سی دیسی ریاستون کا خاتمه هوا. حادثۂ غدر کی تمام تر ذمه داری بهی انهی کی کاندهون پر رکهی جاتی هی. یه بڑی جفاکش کارکن تهی. چنانچه انکی سوانح کا خلاصه فتح ، استحکام ، اور ترقی هی. انهون نی لندن واپس جاکر سنه ١٨٦٠ع مین انتقال کیا.

(٤) لارڈ کیننگ بهادر وائسرائی مراد هین.

(٥) ایڈمنسٹن صاحب سنه ١٨١٣ع مین پیدا هوئی. سنه ١٨٣١ع مین اضلاع شمال و غرب مین تقرر هوا. ستلج کی فتح کی بعد وهان کی ریاستون کی کمشنر بنائی گئی. سنه ١٨٥٣ع مین پنجاب کی کمشنر مالیات هوئی. سنه ١٨٥٥ع سی سنه ١٨٥٧ع تک گورنمنٹ آف انڈیا کی فارن سیکریٹری رهی. بعد ازان جنوری سنه ١٨٥٩ع مین پنجاب کی گورنر هوگئی. اور فروری سنه ١٨٦٣ع تک اس عهده پر فائز رهی. انهون نی ٢٤ ستمبر سنه ١٨٦٤ع کو انتقال کیا.

جو دستورِ قدیم کو برہم مارے(١). بہر حال اس تشویش مین ہون۔ راہِ چارہ مسدود، اور دکھ موجود۔ عرفی خوب کہتا ہے:

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ   زند بفرقم وگوید کہ ھان سرے میخار

مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹(٢).

## (۱۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون۔ منشورِ عطوفت پہنچا۔ نوابِ عالی جناب کی ملازمت کا حال بسبیلِ اجمال مندرج تھا۔ مین از روی اخبار بہ تفصیل دریافت کر چکا ہون۔ ہندستان مین کسی رئیس کیواسطے یہ بات کاہے کو ہوئی ہے۔ مسند تکیہ کسی کو کب ملا ہے۔ یہ کمالِ عز و شان اور استحکامِ بنایِ ریاست کا نشان ہے۔ لطف یہ ہے کہ اب صاحبانِ کورٹ آف ڈرکٹر حائل نہین رہے۔ نواب گورنر جنرل بہادر نائبِ سلطنت ہین۔ اس صورت مین جو کچھ انھون نے دیا ہے، وہ عطیہ حضرتِ فلک رفعت ملکۂ معظمہ کا ہے۔ ایسے شاہنشاہ کی سرکار سے وسادۂ سروری کا عطا ہونا بہت بڑی نوازش اور سزاوارِ صد گونہ نازش ہے۔ یہ چار بالشِ امارت اور «کاشی پور» کا ضمیمۂ ملکِ موروثی ہونا پہلے آپ کو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپ کی اولاد و اخوان و انصار کو اور سب کے بعد **غالبِ** دعا گویِ گوشہ نشین کو مبارک ہو۔ زیادہ حدِ ادب۔ مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ ع(٣).

---

(١) یہ فارسی کی محاورہ «برہم زدن» کا ترجمہ ہی۔

(٢) نواب فردوس مکان نی جواباً تحریر فرمایا: «مشفقا! ہنگام ملاقات کی اکثر صاحبان ذیشان سی تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپ کا عمل مین آیا ہی۔ اللہ تعالی کی فضل اور قدردانی سرکار دولتمدار سی یقین واثق ہی کہ جو مدارج شریف آپکی قدیم سی ہین، پیشگاہ گورنمنٹ سی بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا۔ کسواسطی کہ اہالی سرکار ابدقرار قدردان و قدرشناس ہین».

(٣) میرزا صاحب نی اس عریضہ مین جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہی، وہ اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۹۷-۱۱۰) کی بیان کی مطابق حسب ذیل ہی: (لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نی ۱۵ نومبر سنہ (باقی)

## (۱۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لا کر عرض کرتا ہون ، کہ سو روپیہ کی ہنڈوی بابت

---

(بقیہ) ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷٦ھ کو مقام فتحگڑھ مین ایك عالیشان دربار منعقد فرمایا . . . اس دربار مین بہت سی دیسی روسا اور بہت سی یوروپین معزز حکام خصوصاً کمانڈر انچیف صاحب شریك تھی . . . . اس دربار عام مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر سی مخاطب ہو کر کہا : «مجکو بڑی خوشی اس بات کی ہی ، کہ ان خدمات کی عوض جو آپ نی ملکۂ معظمہ کی کین ، آج آپ کا شکریہ ادا کرنیکا موقع ملا . آپ اپنی ذات خاص سی زمانۂ غدر مین نہایت مستعد اور صادق رہی ، اور آپ نی ، باوجود خوف جان و ریاست کی ، گرد و نواح مین نہایت مشقت اور مستعدی سی حکومت برقرار رکھی . اور ملکۂ معظمہ کی افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی . سب سی بڑھ کر یہ ہی ، کہ آپ نی ایك مجمع کثیر ہمقوم ملکۂ معظمہ کی جانین بچائین . ان کو سب آفتون سی محفوظ رکھا . اور انکو ہر طرح کی آسایش دی . حالانکہ وہ زمانہ چارون طرف خوف سی گھرا ہوا تھا . مین بڑی خوشی سی روبرو سپہ سالار افواج ہند ملکۂ معظمہ اور بہت سی معزز افسر اور حاکمان ملکی کی ، جو گرد و نواح اور دیگر مقامات ہندوستان مین عہدہ‌ہای جلیلہ پر منصوب ہین ، آپ کی حسن خدمات کا اقرار کرتا ہون . مجکو یقین ہی کہ آپ کی کارگزاریون کو یہ لوگ ہرگز نہ بھولینگی» ، اس دربار مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر کو خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ کا عطا کیا . اور سلامی کی فیر گیارہ کی بجای تیرہ مقرر ہوی ؛ علاوہ اسکی «فرزند دلپذیر» کا خطاب عنایت ہوا . القاب وآداب ان الفاظ کی ساتھ قرار پایا : «نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای مخلصان سلامت») .

بعد ازان ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو گورنر جنرل بہادر کی سکریٹری نی گورنمنٹ ممالك مغربی وشمالی کی سکریٹری کی نام حسب ارشاد گورنر جنرل بہادر ایك خط لکھا . اس خط کی دفعہ ۵ مین تحریر تھا : (گورنر جنرل نی . . . . نواب صاحب کو مطلع کیا کہ انکی مستحکم وفاداری اور اعلی درجہ کی امداد کی سبب سی ، جو انہون نی گورنمنٹ کو دی ہی ، انکو پرگنۂ کاشی پور ضلع مرادآباد جسکی جمع ایك لاکھ چار ہزار چار سو روپیہ سالانہ ہی ، معافی مین بخشا ہی ، جسکو وہ اور انکی وارث اپنی جاگیر کی ایك ٹکڑی کی طور پر اپنی قبضہ مین رکھین . )

اس عطیۂ شاہی کی تہنیت مین میرزا صاحب نی یہ قطعہ فارسی نظم کیا :

ای آنکہ خود بمہر ہمی پروری مرا    از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
رای تو در زمانہ بامضای کارہا    با اہتمام مہم سعادت سہیم باد
در صبح دولت تو ز گلہای رنگرنگ    دائم مشام دہر رہین شمیم باد
آن دم ، کہ مردہ را باثر زندہ ساختی ،    در باغ طالع تو بجای شمیم باد
پاشند آب گر برہت بہر دفع گرد    ہر قطرہ زان نمونۂ در یتیم باد
ہر صیغۂ ، کہ وضع وی از بہر امر تست ،    فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
گر بہر خویش نیز دعای کنم چہ باك    این نغمہ ہم گزیدۂ طبع سلیم باد
آزادہ ام خلوص وفا شیوۂ من ست    راہم ورای مسلك امید و بیم باد (باقی)

مصارفِ ماہِ نومبر ١٨٥٩ پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا۔ اور صرف ہو گیا۔ اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سے نکہون تو کس سے کہون۔ اس مشاہرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیج دیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو۔ زیادہ حدِ ادب۔ عرضداشتِ **غالب**۔ معروضۂ صبحِ پنجشنبہ ہشتم دسمبر سنہ ١٨٥٩ بمجردِ ورودِ عنایت نامۂ مرقومۂ ماہِ حال(١)۔

---

(بقیہ)
چون رہروی کہ بر نمط جادہ رہ رود    پیوستہ سیر من بخط مستقیم باد
مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز    مانند کلك من دل دشمن دونیم باد
پابستۂ زمان و مکان نیست دردمند    گر خود رود بکعبہ برین در مقیم باد
شادم بکنج امن و نگویم کہ بندہ را    خشتی ز زر خالص و خشتی ز سیم باد
مقصود از لباس ہمان پوشش تنست    پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
بالجملہ این سہ بیت کہ سرجوش فکرتست    در خورد لطف خاص و عطای عمیم باد
«نواب مہر مہر منوچہر چہر را    حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
چون غنچۂ کہ پہلوی گل بشگفد بباغ    ملك جدید شامل ملك قدیم باد
ہر دم ترا بخلوت راز و ببزم انس    روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد»
(کلیات غالب فارسی، ص ٢٦)

اس قطعہ کے متعلق یہ بتانا، کہ کس تاریخ لکھا گیا، اور کب رامپور پہنچا، سخت دشوار ہے۔ اسلئے کہ مثل مین ایسا کوئی خط شامل نہین، جس مین اسکا ذکر ہو۔ لیکن ٢٧ نومبر کے مکتوب مین اسکا مذکور نہونے کے باعث، قیاس یہ ہے، کہ اس تاریخ کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ اور اسی مہینے کے کسی آخری تاریخ مین یا ماہ دسمبر کے شروع مین نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال ہوا ہوگا۔ نوابصاحب کی تاریخ روانگی وآمد صاحب اخبار الصنادید نے ذکر نہین کی: لیکن خود نوابصاحب نے میرزا غالب کو ١١ ربیع الثانی سنہ ٧٦ ھ مطابق ٨ نومبر سنہ ٥٩ ع کو لکھا ہے: «مخلص بتاریخ ١٢ اس مہینے کے طرف فرخ آباد کے روانہ ہوگا اور بتاریخ ١٨ اس مہینے کے معاودت کرکے رامپور پہونچے گا......»

(١) میرزا صاحب کے اس عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان نے القاب وتسلیمات کے بعد تحریر فرمایا: «مشفقا! بپاس ارقام سامی کے، کہ مخلص کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے محبت اور موانست قلبی ہے۔ ہنڈوی مبلغ دو سو روپیہ کی سوائے مشاہرۂ معینہ معطوف رقیمۃ الوداد ہذا کے مرسل ہے۔ اور چشمداشت آپ کی لطف فرمائی سے یہ ہے، کہ رسید ہنڈوی مذکور سے مطلع اور مطمئن فرمائین۔ اور سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کے متکلف ہوا ہون۔ لیکن ابتك آپ نے سرور ملاقات بہجت آیات سے مسرور نہین فرمایا۔ اب لازم اشفاق کا یہ ہے کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین۔

اس ارشاد کی تعمیل مین میرزا صاحب صبح پنجشنبہ ١٩ جنوری سنہ ٦٠ ع کو دلی سے روانا ہوکر شام کو مرادنگر، اور جمعہ ٢٠ جنوری کو میرٹھ پہنچے: وہان ٢١ کو قیام کرکے دوسرے دن شاہجہانپور، گڑھ مکتیسر، اور مرادآباد ہوتے ہوے۔ جمعہ کے دن ٢٧ جنوری کو وارد رامپور (باقی)

## (۱۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لاتا ہون . اور مزاجِ اقدس کی خبر پوچھتا ہون . اور بکمالِ ناچاری بصد گونہ شرمساری عرض کرتا ہون کہ آج سہ شنبہ ۷ فروری کی ہے . جو لوگ کہ میرے ساتھ ہین گوش بر آواز ہین . اور جو وظیفہ خوار دلی مین ہین وہ چشم براہ ہونگے . زیادہ حدِ ادب . خوشنودی کا طالب **غالب** . صبحِ سہ شنبہ ۷ فروری سنہ ۱۸۶۰(۱) .

## (۲۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

تقدیمِ مراسمِ تسلیم مقدمہ اس گزارش کا ہے، کہ عالم دو ہین . ایک عالمِ شہادت ، ایک عالمِ غیب . جسطرح عالمِ شہادت مین آپ میری دستگیری کررہے ہین ، عالمِ غیب مین آپ کا اقبال مجکو مدد پہنچارہا ہے . تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسن دارون کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعدِ صدورِ حکم آگیا . حکم بہ نسبت ہر واحد کے مختلف ہے .

---

(بقیہ) ہوی . یہان منجانب ریاست مہمانداری کا انتظام کیا گیا . اور محلۂ راجدوارہ مین ایک مکان قیام کیلئی عطا ہوا . نواب فردوس مکان نی تعظیم و توقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین کیا . اور چند دن کی بعد زر دعوت کی نام سی سو روپیہ ماہوار مقرر فرما دیا . رامپور کی آب وہوا میرزا صاحب کی مزاج کی موافق تھی . اسلئی وہ چاہتی تھی کہ یہان زیادہ عرصہ رہین . لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ آئی تھی . اونھون نی دلی واپس چلنی کیلئی ضد کی . چونکہ یہ دونون کم عمر تھی اسلئی انکا تنہا دلی بھیجنا مناسب نہ تھا . مجبوراً میرزا صاحب نی رخصت مراجعت کی درخواست کی . نواب فردوس مکان نی قیام پر اصرار کیا . لیکن آخرکار اجازت عطا فرما دی اور میرزا صاحب رامپور سی ۱۷ مارچ سنہ ۶۰ع کو روانا ہوکر ۲۴ ماہ مذکور کو دلی جاجا پہنچی . سفر کی تفصیلات کیلئی دیباچہ ملاحظہ ہو .

(۱) اس عریضہ کی لفافہ سی معلوم ہوتا ہی کہ یہ میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا گیا ، اور فتح محمد خانصاحب کی توسط سی کیمپ مین پیش ہوا . مقام کا نام لفافہ پر درج نہین . لیکن جوابی فرمان کی مسودہ مین «از مقام کمہریا» تحریر ہی . جس سی یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ اوسوقت سرکار بسلسلۂ دورۂ ریاست موضع کمہریا تحصیل سوار مین فروکش تھی .

تقلیل بهت هے ۔ سو روپیه مهینے والے کو پچهتر(١) بهی هین ، اور پچیس(١) بهی هین ، اور دس(١) بهی هین ۔ اب فرمائیے میرے واسطے کیا احتمال گزرتا هے ۔ یاسِ کلی هے ۔ لیکن واقعه یه هوا هے ، که سب سے پهلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم ۔ طرفه یه که میرے نام کے ساتھ ایك انگریزی تحریر هے ، که جسکے دیکهنے سے یه معلوم هوتا هے ، که گورمنٹ کا حکمِ منظوری اس تحریر پر متفرع هے ۔ حکام کے عمله مین اور وکلا اور اهل شهر مین یه مشهور هے ، که وه تحریر ولایت سے آئی هے ۔ بهر حال دو امر هنوز مبهم هین ۔ ایك اس انگریزی تحریر کا حال ، اور دوسرے میرے بهائی کی پنسن کی حقیقت ۔ سو یه دونون امر چند روز مین معلوم هو جائینگے ۔ اور جو معلوم هوگا ، وه عرض کیا جایگا ۔ **غالب** ۔ ٢٢ اپریل سنه ١٨٦٠(٢) ۔

## (٢١)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

شکرِ بنده پروری بجا لا کر عرض کرتا هون ، که کل ١٢ جولائی کو نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پهنچا ، اور روپیه معرضِ وصول مین آیا ۔ متوقع هون ، که یه عطیه چوتهی پانچوین انگریزی کو ، جیسا که همیشه

---

(١) ان مقامات پر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بهی لکهی هین ۔

(٢) اس عریضه کے جواب مین ٢٨ رمضان سنه ١٢٧٦ ھ مطابق ٢٠ اپریل سنه ١٨٦٠ع کو نواب صاحب نے تحریر فرمایا : «مشفقا ! جب کوئی مسرت پیش آنیوالی هوتی هے ، تو آغاز هی سے مقدمات سرور پیدا هوتے هین ۔ ایسے سامان نظر آتے هین که بے اختیار دلکو انبساط ، طبیعت کو نشاط هو ۔ حسن اتفاق دیکهیئے ، که ١٩ تاریخ اپریل سال حال پهلے تو ایك لاکھ بیس هزار کی جاگیر پر دخلدهانی کا خریطه آیا ۔ مین اوسی پڑهرها تها ، که آپکا نامهٔ سرور افزا پونچا ۔ اوس سے آپکی پنشن کی بحالی کا مژده پایا ۔ نشهٔ سرور دوبالا هوگیا ۔ اور اسقدر بالیدگی اور خوشی حاصل هوئی که زینهار بیان اوسکا مجال زبان وقلم نهین ۔ بار خدایا مبارك هو ۔ سپاس منعم حقیقی ادا نهین هوسکتا ۔ اسوقت مین بلا نقصان پنشن کا جاری هونا محض شان قدرت باری هے ۔ شکر اوسکے احسانات کا کهانتك ادا کیجئے ۔ عجب قدرت نمائی فرمائی هے ۔ دلکو طرفه مسرت هاتھ آئی هے » ۔ میرزا تفته کے نام کے ٦ مئی سنه ١٨٦٠ع کے خط سے معلوم هوتا هے که ٤ مئی سنه ١٨٦٠ع کو زر پنشن وصول کیا گیا تها (اردوی معلی ، صفحه ٩٠) ۔ وصول شده رقم ، دوهزار دوسو پچاس روپیه کے خرچ کی پوری تفصیل کیلئے اردوی معلی ، صفحه ١٨٢ ، خط بنام میر مهدی ملاحظه هو ۔ آخر مین یه عرض کرنا ضروری هے که میرزا صاحب کے عریضه کی تاریخ ٢٢ اپریل سهو قلم معلوم هوتا هے ۔

پهنچتا تها، پهنچا کرے. دسوین بارهوین نهوا کرے.

تم سلامت رهو قیامت تك

خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ جمعه ۲۳ ذی الحجه سنه ۱۲۷۶ مطابق ۱۳ جولائی سنه ۱۸۶۰.

## (۲۲)

ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت(۱).

بعدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامه کے ورود سے مین نے عزت پائی. سو روپیه کی هنڈوی بابت مصارف مارچ سنه ۱۸۶۱ کے پهنچی. زرِ مندرجه معرضِ وصُول مین آیا. خاطرِ اقدس قرینِ جمعیت رهے. کلیاتِ فارسی کے پهنچنے سے اور اس نذر کے مقبول هونے سے مجکو بہت خوشی حاصل هوئی(۲).

تم سلامت رهو قیامت تك

عنایت کا طالب **غالب**. صبحِ یکشنبه ۷ اپریل سنه ۱۸۶۱ ع.

## (۲۳)

ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم توره اور خلعت کے عطیّه کا آداب بجا لاتا هون. خدا آپ کو سلامت رکھے. اور اپنی اولاد کی اولاد کی شادیان کرنی اور اون

---

(۱) عریضه نمبر ۲۲ تا ۲۵ مین خلاف معمول لفظ «حضرت» ساقط هے.

(۲) میرزا صاحب کا یه نسخهٔ کلیات فارسی حسب تصریح فرمان مورخه ۳۰ مارچ سنه ۶۱ ع ڈاك کی ذریعه حضور مین پیش هوا. نوابصاحب نے اسکو «آئینهٔ جهان نما بل مخزن نکات مسرت افزا» تحریر کیا هے. یه نسخه کتب خانهٔ سرکاری مین محفوظ هے: خط نهایت صاف، کاغذ نیلگون اور جابجا مرزا صاحب کی قلمی تحریر سے مزین هے. اسکی کاتب کی باری مین مرزا صاحب نواب ضیاءالدین خان بهادر کو لکھتے هین: «آپ کو دیوان کی دینے مین تامل کیون هے. روز آپ کی مطالعه مین نهین رهتا. بغیر اوسکی دیکھی آپ کو کهانا نه هضم هوتا هو، یه بهی نهین. پهر آپ کیون نهین دیتے: رها کتاب کی تلف هونیکا اندیشه، یه خفقان هے. کتاب کیون تلف هوگی. احیاناً اگر ایسا هوا، اور دلی لکھنو کی عرض راه مین ڈاك لٹگئی، تو مین فوراً بسبیل ڈاك رامپور جاؤن گا، اور نواب فخرالدین خان مرحوم کی هاتھ کا لکھا هوا دیوان تمکو لادونگا» (اردوی معلی، صفحه ۲۸۹).

شادیون مین توره وخلعت کی تقسیم نصیب هو۔

یه تحریر نهین۔ مکالمه هے۔ گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریقِ انبساط عرض کرتا هون، که یه سوا سو روپیئے، جو توره و خلعت کے نام سے مرحمت هوئے هین، مین کال کا مارا اگر یه سب روپیه کھا جاؤنگا، اور اس مین لباس نه بناؤنگا، تو میرا خلعت حضور پر باقی رهیگا یا نهین؟

تم سلامت رهو هزار برس  هر برسکے هون دن پچاس هزار

داد کا طالب **غالب**۔ دوشنبه۔ بحسابِ تعزیه داران پانچوین، اور از روی دوج ٦ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸(۱)۔

---

(۱) اس عریضه مین نواب فردوس مکان کی منجھلی صاحبزادی سید حیدر علیخان بهادر کی شادی کا حواله هی۔ یه شادی نواب سید احمد علی خان بهادر ابن نواب سید محمد علیخان بهادر ابن نواب سید فیض الله خان بهادر کی نواسی کیساتهه ۱۷ ذی الحجه سنه ۱۲۷۷ ھ مطابق ۲۷ جولائی سنه ۱۸۶۱ ع کو قرار پائی تهی۔ مهینون قبل سی تیاریان هوئی تهین۔ ملازمان ریاست کو خلعت اور عام باشندگان شهر کو کھانا تقسیم هوا تها۔ اور ساری شهر مین جابجا رقص و سرود کی محفلین آراسته کی گئی تهین۔ ریاست کی بیرونی متوسلین اور احباب کی نام دعوتنامی جاری هوئی تهی۔ اس سلسله مین میرزا صاحب کو بهی دعوت شرکت دیگئی تهی۔ لیکن وه ضعف طبع کی سبب سی نآسکی تهی۔ چنانچه نواب علاء الدین خان علائی کو ۲۵ ستمبر سنه ۱۸۶۱ ع کو لکھا هی: «والی رامپور نی بهی تو مرشد زاده کی شادی مین بلایا تها۔ یهی لکھا گیا، که مین معدوم محض هوگیا هون۔ تمهارا اقبال تمهاری کلام کو اصلاح دیتا هی۔ اس سی بڑهکر مجھسی خدمت نه چاهو» (اردوی معلی، صفحه ۳۰٤ و ۳۰۵)۔

میرزا صاحب نی توره و خلعت کا عطیه پاکر ایك تهنیت نامه اور دو قطعات مبارکباد نوابصاحب کی خدمت مین روانه کیئی تهی۔ قطعات مثل مین شامل نهین۔ لیکن حسن اتفاق سی کلیات فارسی (مطبوعه لکھنو، ص ۳۱) مین شایع هوچکی هین۔ مقام کی مناسبت چاهتی هی که انهین یهان نقل کیا جائی۔ فرماتی هین:

(۱)

دید ور یوسف علیخان کز فروغ رای او  مهر تابان برد قسط فیض ومن هم یافتم
از ولیعهدش سخن رانم که چون ماه منیر  طلعتش را دیده روشن ساز عالم یافتم
وان دگر فرزانه فرزند فرهمندش که هست  کوکبی کش در دل افروزی مسلم یافتم
خواست تا سازد بآئین بهینش کدخدا  شاد گشتم چون خبر زین جشن اعظم یافتم
بهره بردم در تصور زان همایون انجمن  بسکه در خود طاقت رنج سفر کم یافتم
بزم طوی فرخ حیدر علیخان را بدهر  خوشتر وخرم تر از بزم کی و جم یافتم (باقی)

## (۲٤)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ آٹھ سات برس سے مصدرِ خدمت اور

---

(بقیه) سال این دولت فزا شادی بامعان نظر     «مشتری» با «زهره» در «طالع» فراهم یافتم
اس قطعه مین مصرع آخر کی الفاظ (زهره، مشتری، اور طالع) سی سال جشن ۱۲۷۷ھ نکلتی هین۔

(۲)

بهار هند که نامند بر شگال آنرا     پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
بباغ وکشت و بیابان و کوه سر تا سر     سحاب و سبزه و آب روان مبارکباد
گزشت عهد سموم و وزید باد خنك     ز جان به تن، دگر از تن بجان مبارکباد
اگرچه رحمت عامست لیك بالتخصیص     برامپور کران تا کران مبارکباد
زبرگ برگ نیستان که گرد آن شهر است     رسد بگوش چنان کز زبان مبارکباد
ز انبساط پراست آنچنان که از رگ ابر     بجای قطره تراود همان مبارکباد
سپس بداد گر آیم که اهل دانش را     شود هرآئنه خاطر نشان مبارکباد
خود ابر و باد بگیتی ز دیر باز نبود     عطیه ایست که بر همگنان مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خویشتن پرسم     برامپور خصوصاً چسان مبارکباد
چو رامپور بود وجه تازه روئی دهر     ز هر چه این همه گل کرد آن مبارکباد
ز فیض همت فرمانروای آن شهرست     که ورد خلق بود هر زمان مبارکباد
ظهور میمنت کدخدائی فرزند     بر آن رئیس سپهر آستان مبارکباد
که میهمان حق ست آن و ما طفیلی او     نزول مائده بر میهمان مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب     متاع خاصۂ دریا و کان مبارکباد
کشایش در گنجینه و آنکه از در گنج     بدر شتافتن پاسبان مبارکباد
بطالبان زر و سیم و زر فرخ     بسائلان تهی کاسه نان مبارکباد
بمن که تشنه‌لب باده‌های پرزورم     ازان میان دو سه رطل گران مبارکباد
مگو ز شادی اهل زمین، که می گویند     فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
بدین ترانه که هان ای امیر شاه نشان     نوید فرخی جاودان مبارکباد
بشهریار و ولیعهد و شاهزادۂ عهد     خوشی و خوبی و امن و امان مبارکباد
ازان جهت که ستایش نگار نوابی     ترا هم ای اسد الله خان مبارکباد

نواب فردوس مکان نی ۱۱ جولائی سنه ۱۸٦۱ ع مطابق غرۂ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸ ھ کو ان قطعات کی متعلق تحریر فرمایا: «۔۔۔۔ قطعات مبارکباد اور تهنیت نامۂ شادی کت خدائی برخوردار کامگار محمد حیدر علی خان بهادر ایام فرحت التیام مین سرور افزای خاطر نیاز هوی۔ اور سرمایه هزاران مسرت اور شادمانی کا ارزانی کیا۔ سبحان الله هریك شعر قطعون اور تهنیت نامه کا مضامین میمنت آگین اور معانی لطافت تضمین سی ایسا مملو تها، که وصول اسکا احاطۂ تحریر وتقریر سی متزاید هی۔ الله تعالی آپکو ابد الدهر سلامت با جمعیت رکهی»۔ (باقی)

شریكِ دولت هون. لازم کرلیا هے، که بیهوده گزارش نکرون. اور کبهی کسی کی سپارش نکرون.

بهائی حسن علیخان کے بیٹون کے باب مین جو علی بخش خانصاحب(١) کو لکها، اس کو مین سپارش نسمجها تها. مخبر بنا، اور آپ کے اهل کارون کو اوس بات کی خبر دی، که جس کا تدارك صاحبانِ ملك و حاکمانِ عهد پر لازم هے. سو بمقتضایِ نصفت و عدالت وه مقدمه فیصل هوگیا. میر سرفراز حسین اور میرنصاحب کو(٢) والله بالله اگر مین نے بهیجا هو. نوکری کی

---

(بقیه) اب صرف تهنیت نامه باقی ره جاتا هی. بظاهر عریضه نمبر ۲۳ تهنیت نامه معلوم هوتا هی، لیکن اس کو مذکورۀ فرمان تهنیت نامه قرار نهین دیسکتی. اس لئی که فرمان سی مترشح هی، که تهنیت نامه بهی منظوم تها. اور یه عریضه منثور هی. علاوه برین اس کو تهنیت نامه قرار دینا اسلئی بهی ناممکن هی، که یه لفافه کی انگریزی تاریخ کی مطابق ١٥ جولائی کو لکها گیا تها. اور تهنیت نامه کا ذکر نواب صاجب کی ١١ جولائی کی فرمان مین آچکا هی.

(١) علی بخش خانصاحب شیخ محبوب بخش بن شیخ امان الله کی لڑکی تهی. یه ١٤ شوال سنه ١٢٢٨ﻫ (١٨١٣ع) کو نجیب‌آباد مین پیدا هوئی. انکی دادا اور نانا اس ریاست کی قدیمی نوکر اور خدمت گزار تهی. انهون نی ایام غدر مین بڑی جانفشانی اور خیرخواهی سی کام کیا. اور اسکی صله مین گورنمنٹ سی پانچ هزار روپیه کا خلعت، تلوار، طلائی گهڑی اور تین هزار چوده روپیه سالانه کی جاگیر ضلع مرادآباد مین انعام پائی. نواب خلد آشیان نی تخت نشینی کی ایك سال بعد انهین چالیس هزار روپی نقد یکمشت عطا کی. اور جب یه بیمار هوئی، تو دو بار بنفس نفیس انکی عیادت کو تشریف لیگئی. انهون نی ٢ محرم سنه ١٢٨٤ ﻫ مطابق سنه ١٨٦٧ع کو رامپور مین انتقال کیا اور مولانا جمال الدین رح کی مزار مین دفن هوئی. انکی اولاد مین مولانا محمد علی مرحوم بین الاسلامی شهرت کی قومی رهنما هوئی هین (اخبار الصنادید، ج ٢، ص ١٤١، وتذکرۀ کاملان رامپور، ص ٤٦٦).

(٢) میر سرفراز حسین میر مهدی مجروح کی بهائی اور میر افضل علی عرف میرن صاحب اونکی دوست تهی. میرزا صاحب سی بهی ان دونونکی خوردانه تعلقات تهی. اردوی معلی اور عود هندی مین انکی نام متعدد خطوط درج هین. میرزا صاحب نی انکی ابتری معاش کا حال دیکهکر خانسامان صاحب کی نام تعارفی خط دیکر رامپور بهیجا تها. لیکن شومی بخت سی اوس وقت یهان ملازمت نه مل سکی. اور یه دونون سو روپیه کی زیرباری کی بعد واپس چلی گئی. اس سلسله مین میرزا صاحب نی میر مهدی کو لکها هی: « سید صاحب کل پهر دن رهی، تمهارا خط پهنچا. یقین هی که اوسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمهاری پاس پهنچ گئی هون. حال سفر کا، جو کچه هی، اونکی زبانی سنلوگی. مین کیا لکهون. مین نی بهی جو کچه سنا هی اونهین سی سنا هی. اونکا اسطرح ناکام پهرنا میری تمنا اور میری مقصود کی خلاف هی. لیکن میری عقیدی (باقی)

جستجو کو نکلے تھے۔ میر سرفراز حسین نوکری پیشه، اور میرن مرثیه خوان اور یہان کے مرثیه خوانون مین ممتاز۔ خانسامانصاحب کو جو مین نے یه لکھا، که یه ایسے هین اور ایسے هین۔ غرض اس سے یه تھی، که محرم مین جہان دس پانچ مرثیه خوان اور مقرر هوتے هین، میرن بھی مقرر هو جائین۔ آخر جا بجا تھانه دار، کوتوال، تحصیلدار نوکر هین۔ میر سرفراز حسین هوشیار اور کارگزار آدمی هین۔ کسی علاقه پر یه بھی مقرر هو جائین۔ یه دونو امر یا ان دونون مین سے ایك هوجاتا بہتر تھا۔ نهوا بہتر۔ درحقیقت سپارش نتھی۔ صرف معرّف هونا تھا۔ سپارش کرتا تو کیا مین آپ کو نه لکھ سکتا تھا۔ میری طرف سے خاطرِ عاطر جمع رهے۔

ز سینه تا بلبم سالها نیابد راه     هر آن نفس که رضایِ تو اندر آن نبود

داد کا طالب غالب۔ دوشنبه ۲۲ جولائی سنه ۱۸۶۱۔

## (۲۵)

ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت۔

بعد تسلیم کے عرض کرتا هون۔ اور طلوعِ ستارهٔ اقبال کی مبارکباد دیتا هون۔ یقین هے که اس سفرِ فیض اثر مین «ریل گاڈی» کی سواری کی بھی سیر دیکھ لی هوگی۔ یه اوس میمنت و شکوه و شوکت سے علاوه ایك تماشا

---

(بقیه) اور میری تصور کی مطابق هی۔ مین جانتا هون که وهان کچھ نهوگا۔ سو روپیه کی ناحق زیرباری هوئی۔ چونکه یه زیرباری میری بھروسی پر هوئی، تو مجھی شرمساری هوئی۔ لیکن مین نی اس چھیاسٹھ برس مین اسطرح کی شرمساریان اور روسیاهیان بہت اوٹھائی هین۔ جہان هزار داغ هین ایك هزار ایك سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیرباری سی دل کڑھتا هی» (اردوی معلی، ص ۱۸۵)۔ بعد ازان ۱۸ اگست سنه ۱۸۶۱ع کو پھر لکھتی هین: «بھائی تم سچ کہتی هو۔ بر سر فرزند آدم هرچه آید بگزرد۔ لیکن مجھی افسوس اس بات کا هی که یه زیرباری میری تحریر کی بھروسه پر هوئی اور خلاف میری مرضی کی هوئی۔ جسطرح سی یه آئی هین، اگرچه میری طبیعت اور میری خواهش کی منافی هی لیکن والله میری عقیده اور تصور اور قیاس کی مطابق هی۔ یعنی مین یهی سمجھا تھا که البته یونهی هوگا (ایضاً، ص ۱۵٤)۔

نیا دیکھا۔ حق تعالی حضرت کو سلامت باکرامت رکھے(۱).

دعا گو ایک مہینا بھر سے بیمار ہے. ابتدا وہی قولنج دورے. بسببِ استعمالِ ادویۂ حارّہ، کہ اس مرض مین اوس سے گزیر نہین، تپ نے آ گھیرا. کئی باریان بھگتین. اب دو باریان ٹلگئی ہین. لیکن طاقت باالکل(۲) سلب ہوگئی ہے. اور ضعفِ دماغ نے قریب بہ ہلاکت پہنچا دیا ہے. باالفعل(۲) آب سیب کا استعمال ہے.

---

(۱) نواب صاحب کی مذکوره سفر کی تفصیل یه هی، که «.... جناب ملکهٔ معظمه وکٹوریه آنجهانی کا ایک فرمان ۲۰ جولائی سنه ۱۸۶۱ ع کو صادر هوا: جسکا خلاصه یه تها. که [مابدولت نی اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارک سی ایک رتبهٔ جدید بهادری جو آج سی دوام کیلئی خطاب 'موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا' سی موسوم هوکر مشهور هوگا، تجویز اور ایجاد کیا هی. اور مابدولت کا ارشاد هوتا هی، که رتبهٔ مذکور مین ایک شخص 'ساورن' (سردار اعلی) ایک 'گرانڈ ماسٹر' (سردار) اور پچیس 'نائٹ' (بهادر) شریک رهین. اور والیان هند اور سرداران هندوستانی اور هماری رعایا مین سی وه اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکهتی هون، اس رتبهٔ عالی سی محروم نه کئی جائین. مابدولت کی تجویز اقدس سی مابدولت کی عزیز مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل هندوستان اس .... رتبه کی اول سردار مقرر هوی. اور یه مقتضای دانشمندی اور مصلحت هی، که رتبهٔ مذکور کا سردار ایسی اشخاص کو، جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سی نامزد هوکر اس رتبه کی بهادر مقرر کئی جائین، عهدهٔ موسومه 'نائٹ بیچلر' عطا کرنیکا مجاز هی ....]. اسکام کیواسطی لارڈ کیننگ صاحب نی ایک دربار الهآباد مین مقرر کرنیکی تجویز کی. اور نواب سید یوسف علیخان بهادر کو بهی بلایا. نوابصاحب مع خدم وحشم الهآباد گئی: یکم نومبر سنه ۱۸۶۱ ع کو ایک شاهانه دربار منعقد هوا .... جب تمام اهالی جلسه اپنی اپنی کرسیون پر بیٹه گئی، تو نوابصاحب بهادر تخت شاهی کی محاذی تشریف لیگئی. اور گورنر جنرل نی اپنی هاته سی اس رتبه کی تمغی عطا فرمائی. اور کهڑی هوکر بیان کیا: '.... چونکه یه رتبه سب سی پهلی آپ صاحبون کو عطا هوا هی، امید هی که آپ هند کی باشندون مین ایسا طریقه اختیار کرینگی که آپ کا طرز عمل دیکهنی سی هند کی سردارون یا باجگزارون کو ملکهٔ معظمه کیساته محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا هو'. بعد اس تقریر کی دربار برخاست هوا. اور نوابصاحب گورنر جنرل سی رخصت هوکر اپنی دارالریاست کو واپس تشریف لائی» (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱۱۳-۱۱۶).

نوابصاحب کی فرمان بنام غالب مورخهٔ ۸ اکتوبر سنه ۶۱ ع مطابق ۲ ربیع الثانی سنه ۷۶ھ سی معلوم هوتا هی، که حضور ۱۳ اکتوبر سنه ۶۱ ع کو الهآباد روانه هوی. تقریباً ایک ماه رامپور سی باهر رهنی کا خیال تها. لیکن جیسا که میرزا صاحب کی خط سی معلوم هوتا هی نومبر کی پهلی هفته مین واپس تشریف لی آئی.

(۲) ان دونون لفظون مین میرزا صاحب نی ایک الف زائد لکهدیا هی. صحیح «بالفعل» اور «بالکل» هی.

طریقهٔ دعاگوئی و ثنا خوانی کی رعایت سے نوبیت بسبیل مثنوی ، که جس مین حصولِ عطیهٔ سلطانی کی هجری وعیسوی تاریخ ھے ، بہر حال لکھ لی هین . کل ورودِ عنایت نامه سے معزز هو کر آج وه اشعار نذر کرتا هون(۱) . زیاده حدِ ادب . تم سلامت رهو قیامت تك . شفقت کا طالب **غالب** .

دو شنبه ۱۱ نومبر سنه ۱۸۶۱ .

## ( ۲٦ )

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کل ایك شعر ظهوری مغفور کا اور ایك شعر غالب مرحوم کا ایك ورق پر لکھکر صبح کو ڈاك مین بھجوا دیا . شام کو توقیعِ وقیع هرکارهٔ ڈاك نے لادیا . اگست سنه ۱۸٦۲ کی پرورش کی هنڈوی پہنچی ، اور سو روپیه وصول هوگئے .

فقیر کا شیوه صدق و سداد کا ھے . چند روز سے تفقد و التفاتِ قدیم مین ، خدا نخواسته باشد ، کچھ کمی پاتا هون . اگر غلط ھے میرا گمان ، تو بشرفِ اطلاع مشرف فرمائیے . اور اگر میرا دلِ دیوانه سچ سمجھا ھے ، تو متوقع هون که عتاب کے سبب سے آگهی پاؤن . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضهٔ صبحِ دو شنبه ۱۵ ستمبر سنه ۱۸٦۲ ع . [مهرِ **غالب** سنه ۱۲۷۸ ھ] .

یه عرضداشت جدا ھے ، البته اس کے جواب کا امیدوار هون ، اور رسیدِ معمولی جدا ھے(۲) .

## ( ۲۷ )

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پہنچا .

---

(۱) اس مثنوی کے متعلق لفافه کی پشت پر نوٹ ھے « تاریخ نزد منشی سیلچند ماند » . سرکار نے اسکی تعریف مین ۱۷ نومبر کو تحریر فرمایا « سبحان‌الله ! هر تاریخ بے بدل اور بطور نادر اور تحفهٔ بے مثل ھے » .

(۲) یه عبارت عریضه کے آخر مین مهر کے بعد تحریر ھے .

اگست سنه ۱۸٦۲ کے مهینے کی پرورش کا روپیه وصول هوا .

تم سلامت رهو هزار برس    هر برس کے هون دن پچاس هزار

[مهرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ه] . دو شنبه ۱۵ ستمبر سنه ۱۸٦۲ .

## (۲۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه مع هنڈوی سو روپیه کے شرفِ ورود لایا . سو روپیه مصارفِ ستمبر سنه ۱۸٦۲ کا معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو هزار برس    هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضۂ دهم(۱) اکتوبر سنه ۱۸٦۲ . خوشنودیِ مزاج کا طالب **غالب** .

## (۲۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامۂ ربوبیت طراز ، مورخۂ ۱۱ مارچ سنه ۱۸٦۳ ، ۱٤ ماهِ مذکور کو مین نے پایا . دوسو روپیه کی هنڈوی کا شکر بجا لایا . کهانتك شکر بجا لاؤنگا . کس کس عنایت کا سپاس ادا کرونگا . «شکرِ نعمتهایِ تو چندانکه نعمتهایِ تو» .

اب سنیئے اپنے دعا گو کی داستان . منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بهادر نے(۲) خلعت عطا کیا . اور فرمایا که هم تمهین مژده دیتے هین ،

---

(۱) لفافه پر یوم جمعه ۱۰ اکتوبر سنه ۱۸٦۲ لکها هے .

(۲) سر رابرٹ منٹگمری صاحب مراد هین . یه فروری سنه ۱۸۵۹ ع سے جنوری سنه ۱۸٦۵ ع تك پنجاب کے لفٹنٹ گورنر رهے تهے . قدر بلگرامی کے نام کے مکتوب سے معلوم هوتا هے ، که مرزا صاحب انکے دربار مین شریك نهین هوے تهے . دربار کے بعد منٹگمری صاحب نے بلاکر اپنی طرف سے خلعت عطا کیا ، اور وهین دربار انباله کے متعلق گفتگو هوئی . فرماتے هین : «.... رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ بهادر قلمرو پنجاب یهان (دلی) آئے . دربار کیا . مین نگیا . دربار کے بعد ایك دن باره بجے چپراسی آکر مجکو بلا لے گیا . بهت عنایت فرمائی . اور اپنی طرف سے خلعت عطا کیا» (اردوی معلی ، ص ٤۰٦ ، لاهور ایڈیشن سنه ۱۹۲٦ ع) . منشی شیونراین کے نام کے خط مین واقعه کی مزید تفصیلات تحریر کی هین . فرماتے هین : «... بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے مین نواب لفٹنٹ گورنر بهادر پنجاب بهی دلی مین آئے . دربار کیا . خیر کرو . مجھ کو کیا . ناگاه دربار کے تیسرے دن باره بجے چپراسی آیا ، اور کها که (باقی)

کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے(۱) اپنے دفتر مین تمھارے دربار اور خلعت کے بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا۔ مین نے عرض کیا کہ مین انبالے جاؤن ؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا۔

بعد جناب نوابصاحب کے جانے کے شہر مین شہرت ہوئی، کہ دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع ہین۔ گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا۔ آپ خط اپنا دے آیا۔ زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا۔ پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا۔ چنانچہ لفافہ بلحاظِ گرانیِ وزن رہنے دیتا ہون، اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون۔

کل سے ایک اور خبر اوڑی ہے، کہ نصیبِ اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے۔ انبالے مین دربار نکرینگے۔ اور شملہ کو چلے جائینگے۔ اب مین دو وجہ سے بین السفر و السکون متردد ہون۔ پہلی وجہ خاص۔ دوسری وجہ عام۔ دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہے، اور سو مہاجن کے ہان ڈاک اور خرچِ راہ کیواسطے رہنے دئے ہین۔ تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا۔ جو حکم آئیگا آپ سے عرض کر کے اوسکی تعمیل کرونگا۔

---

(بقیہ) نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے۔ بھائی یہ آخر فروری ہے۔ اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اوس دائیں ہات کے زخم کے سیدھی ران مین اور بائیں ہات مین ایک ایک پھوڑا جدا ہے۔ حاجتی مین پیشاب کرتا ہون۔ اوٹھنا دشوار ہے۔ بہر حال سوار ہوگیا۔ پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا۔ پھر نوابصاحب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ تصور مین کیا بلکہ تمنا مین بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی۔ یعنی عنایت سے عنایت، اخلاق سے اخلاق۔ وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہم تجھ کو اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہین۔ اور مژدہ دیتے ہین، کہ لارڈ صاحب کے دربار مین بھی تیرا نمبر اور خلعت کھل گیا۔ انبالے جا۔ دربار مین شریک ہو۔ خلعت پہن۔ حال عرض کیا گیا۔ فرمایا: ' خیر اور کبھی کے دربار مین شریک ہونا '۔ اس پھوڑے کا برا ہو انبالے نجا سکا » (اردوی معلی، ص ۳۸۳ و ۳۸۴).

(۱) لارڈ الگن بہادر مراد ہین۔ یہ لارڈ کیننگ کے بعد ہندوستان کے وائسرای ہوے۔ جنوری سنہ ۱۸۶۲ع مین چارج لیا اور ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۳ع کو فوت ہوگئے۔ میرزا صاحب ایک مکتوب کے آخر مین لکھتے ہین: « ۲۱ جمادی الثانی سال ' غفر ' مطابق ۳ دسمبر سال ' کیا غضب ہے ہے ' یہ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ہے » (اردوی معلی، ص ٤٠٥).

تم سلامت رهو هزار برس    هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضۂ ١٦ مارچ سنه ١٨٦٣ ۔ (مہر غالب سنه ١٢٧٨ ه)[1]۔

(میرزا صاحب نے ایك عریضه ٢٨ جولائی سنه ١٨٦٣ع کو لکھا تھا۔ مثل مین اوسکا لفافه موجود ہے۔ میر منشی صاحب دارالانشا نے اوسپر تحریر کیا ہے: «عرضی در حضور ماند»)۔

## (٣٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ جب انبالے میرا جانا نہوا، تو مین نے قصیدۂ

---

[1] میرزا صاحب نے ١٣ رمضان مطابق ٤ فروری (سنه ٦٣ع) کو میرزا تفته کے نام حسب ذیل خط لکھا هی: «... همیشه نواب گورنر جنرل کی سرکار سی دربار مین مجکو ٧ پارچی اور تین رقم جواهر خلعت ملتا تھا۔ لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئی هین۔ ناامید هوکر بیٹھرها۔ اور مدت العمر کو مایوس هو رها۔ اب جو یهان لفٹنٹ گورنر پنجاب آئی۔ مین جانتا تھا، که یه بھی مجھسی نه ملینگی۔ کل اونھون نی مجکو بلا بھیجا۔ بهت سی عنایت فرمائی۔ اور فرمایا که لارڈ صاحب دلی مین دربار نکرینگی۔ میرٹ هوتی هوی اور میرٹ مین اون اضلاع کی علاقه دارون اور مالگزارون کا دربار کرتی هوی انبالی جائینگی۔ دلی کی لوگون کا دربار وهان هوگا۔ تم بھی انبالی جاؤ۔ شریك دربار هوکر خلعت معمولی لی آؤ۔ بھائی کیا کهون که کیا میری دل پر گزری۔ گویا مرده جی اٹھا۔ مگر ساتھ اس مسرت کی یه بھی سناٹا گزرا، که سامان سفر انباله و مصارف بی انتها کهان سی لاؤن۔ اور طره یه که نذر معمولی میری قصیده هی۔ ادھر قصیده کی فکر۔ اودھر روپیه کی تدبیر۔ حواس ٹھکانی نهین۔ شعر کام دل و دماغ کا هی۔ وه روپیه کی فکر مین پریشان۔ میرا خدا یه مشکل بھی آسان کریگا۔ لیکن اندنون مین نه دن کو چین هی۔ نه رات کو نیند هی۔ یه کئی سطرین تھین، اور ایسی هی کئی سطرین جناب نوابصاحب کو، لکھکر بھیجدی هین۔ جیتا رها تو انبالی سی آ کر خط لکھونگا» (اردوی معلی، ص ١١١)۔

اس خط سی معلوم هوتا هی، که میرزا صاحب نی محولۂ بالا «سطرین» چار فروری کو یا اس سی ایك دو دن قبل نوابصاحب کی خدمت مین ارسال کی تھین۔ سوء اتفاق سی ان سطور والا عریضه مثل مین موجود نهین۔ البته نوابصاحب کا جواب شامل هی۔ القاب وآداب کی بعد ارشاد فرمایا هی: «... مشفقا! هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای مصارف تشریف فرمائی سامی برای ملازمت جناب مستطاب معظم الیهم معطوف رقیمة الوداد هذا مرسل خدمت شریف است»۔ یه فرمان ١١ مارچ سنه ٦٣ع کو تحریر کیا گیا تھا۔ میرزا صاحب کی عریضه مین اسیکا حواله هی۔ اصل عریضه کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ١٩ مارچ کو تحریر فرمایا: «... جوکه خط نواب صاحب کمشنر بهادر سی عدم حصول شرف ملازمت جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بهادر دام اقبالهم کا بمقام انبالی مستنبط هی، اسواسطی تشریف لیجانا آپ کا انبالی کو بلا استجازت ضرور نهین معلوم هوتا۔ آینده جو رای زرین آپکی اس خصوص مین مقتضی هو۔ اور خط مسطور بجنسه واپس بھیجا جاتا هی ...»۔

مدح ، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا ، بطریقِ ڈاك جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا ، کہ آپ اسکو جناب نوابِ معلی القاب کی نظر سے گزرانین(۱) . اور یه دستورِ قدیم تھا ، که جب مین قصیدهٔ مدحیه بھیجتا ، تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطهٔ حکامِ ماتحت مجکو آجاتا . اب جو مین نے موافقِ معمول قصیده بھیجا ، یقین ہے که مارچ یا اپریل کے مہینے مین وه لفافه یہان سے لشکر کو گیا ، صدائی برنخاست . ناامید ہوکر بیٹھرها . بلکه یه خیال گزرا که جب رسمِ تحریرِ خطوط نرهی ، تو دربار اور خلعت کہان . ناگاه کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاك مین آیا . وهی افشانی کاغذ . وهی القاب . جی چاهتا تها که اصلِ خط مع سرنامه بهیجدون ، تاکه حضور ملاحظه فرمائین . مگر برسات کا اندیشه مانع آیا . نقل سرنامه اور خط کی بھیجتا هون .

تم سلامت رهو قیامت تك    دولت و عز و جاه روز افزون

حضور کی خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ سه شنبه ٤ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۳(۲) .

---

(۱) قصیدهٔ مذکورکیلئے مثنوی ابر گہربار (ص ۳۵ ، مطبوعه اکمل المطابع ، دهلی ، سنه ۱۲۸۰ھ) ملاحظه هو .

(۲) صاحب سکرتر بہادر کی محولهٔ بالا خط کی نقل حسب ذیل هی :

نقل خط جناب صاحب سکرتر بہادر

سر نامه .

در شهر دهلی .

خانصاحب بسیار مهربان دوستان ، مرزا اسد الله خان غالب سلمه الله تعالی .

خط بر کاغذ افشان .

خانصاحب بسیار مهربان دوستان سلامت .

قصیدهٔ با آب وتاب در مدحت نواب مستطاب معلی القاب ویسرای وگورنر جنرل بہادر دام اقباله وصول گردیده ، بر رخ ارادت آن مهربان آبی ، وبر جبین عقیدت ایشان تابی افزود . واز گرانمایه گوهرهای بحر فکر یکتا سخنور معنی پرور ، که گنج بر گنج نهاده بود ، از نظر قبولی بندگان نوابصاحب ممدوح گزشته ، طرب پیرای خاطر همایون ایشان گشت . زیاده چه نگاشته آید . (دستخط انگریزی)

مرقوم ۳۰ جولائی سنه ۱۸۶۳ع .

یہان یه امر قابل اظہار هی که میرزا صاحب کی اس روحانی سرور کی حصول مین اونکو ایك جسمانی عارضه نی خلل اندازی کی . چنانچه جمعه ۲۷ مارچ سنه ۱۸۶۳ع کو میر سرفراز حسین کو (باقی)

## (۳۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد تسلیم کے معروض هے . نوازشنامه اور اوسکے ساتھ دو بهنگیان دو سو آمون کی پهنچین . «شکرِ نعمتهایِ تو چنـــدانکه نعمتهایِ تو» . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیـامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب **غالب** . سه شنبه پنجم جولائی سنه ٦٤ .

## (۳۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـدِ تسلیم معروض هے . منشورِ عطوفت مع قطعۂ هنـڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیـــه بابت تنخواهِ جولائی سنه ١٨٦٤ کے معرضِ وصول مین آیا .

تم سـلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

ترحُّم کا طالب **غالب** . ١١ اگست سنه ١٨٦٤ .

## (۳۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه مع هنـڈوی عزِ ورود لایا . سو روپیـه بابت تنخواهِ ماهِ اگست سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده

---

(بقیه) لکھتے هین: «رجب کے مهینے مین سیدھے هاتھ پر ایك پهنسی هوئی، پهنسی پهوڑا هوگئی . پهوڑا پهوٹکر زخم بنا . زخم بگڑ کر غار هوگیا . اب بقدر یك کف دست وه گوشت مردار هوگیا . انبالی نجانی کی بهی یهی وجه هوئی» (اردوی معلی ، صفحه ١٥٢) . بعدازان ٣ مئی کو منشی شیونراین کو لکھا هے : «... اس پهوڑی کا برا هو انبالی نجاسکا» (ایضاً ، صفحه ٣٨٤) . میرزا تفته کو ایك غیرمورخه خط مین اطلاع دی هے : «لو صاحب ! هم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکے انبالی کا جانا موقوف کیا . اور بڑے گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا . بیمار هون . هات پر ایك زخم ، زخم کیا ایك غار ، هوگیا هے . دیکھئے انجام کار کیا هوتا هے» (ایضاً ، صفحه ٣٦٨ ، لاهور ایڈیشن سنه ١٩٢٦ ع) .

حدِ ادب ۔

تم سلامت رهو هزار برس     هر برس کے هون دن پچاس هزاز

نجات کا طالب **غالب** ۔ جمعه نهم ستمبر سنه ۱۸٦٤ ۔

## (۳٤)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ صدورِ والا نامه سے مین نے عزت پائی بذریعهٔ هنڈوی سو روپیه بابت تنخواهِ ستمبر سنه ۱۸٦٤ وصول هوئے ۔ زیاد حدِ ادب ۔

تم سلامت رهو هزار برس     هز برس کے هون دن پچاس هزار

ترحم کا مستحق اور تفقّد کا طالب **غالب** ۔ دو شنبه دهم اکتوبر سن ۱۸٦٤ عیسوی ۔

## (۳۵)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم و نیاز معروض هے ۔ جب سے حضرت کی ناسازیِ مزاج مبارك کا حال خارج سے مسموع هوا هے ، عالم الغیب گواه هے که مجهپر اور میری بی‌بی پر اور میرے فرزند حسین علی خان(۱) پر کیا گزر رهی هے ۔ ایکدن رات میرے گهر مین روٹی نهین پکی ۔ هم سب نے فاقه کیا ۔ بارے وه خبر وحشت اثر غلط نکلی ۔ حواس ٹهکانے هوئے ۔ باالکل(۲) اطمینان جب هوگ که آپ کے غسلِ صحت کی نوید سنونگا ، اور قطعهٔ تاریخِ غسلِ صحت لکهکر

---

(۱) حسین علی خان ، مرزا صاحب کے متبنی زین العابدین خان عارف کے لڑکے تهے ۔ باپ کے انتقال کے بعد مرز صاحب نے انهین پوتون کی طرح پالا تها ۔ نواب خلد آشیان کے عهد مین ریاست سے وظیفه پانے لگے تهے ۔ یه نهایت خوشگو شاعر تهے ۔ اردو اور فارسی دونون زبانون مین شعر کهتے تهے ۔ فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص تها ۔ اپنے والد کی طرح انهون نے بهی نوجوانی کے عالم مین سنه ۱۲۹٦ ه (۱۸۸۰ ع) مین انتقال کیا ۔ «شادان فرخ نهاد» مادهٔ تاریخ هے (انتخاب یادگار ، صفحه ۲۷ و ۱۷٦ ، وتاریخ لطیف قلمی ، ص ۱۵۲ ، مصنفه مولوی مهدیعلیخان مرحوم سابق تحویلدار کتب خانه) ۔

(۲) میرزا صاحب نے اس لفظ کا املا دو الفون کے ساتھ لکها هے ۔ صحیح «بالکل» بیك الف هے ۔

بهیجونگا ۔ فی‌الحال اتنا چاهتا هون که اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقتِ مرض سے آگهی حاصل هو(۱) ۔ زیاده حدِ ادب ۔

تم سلامت رهو هزار برس      هر برس کے هون دن پچاس هزار

تمهاری سلامتی کا طالب **غالب** ۔ ۸ نومبر سنه ۱۸٦٤ ۔

## (۳٦)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ ابتدای یکم نومبر سے ۱۱ تك عرض نهین کرسکتا که لیل و نهار مجھ پر کیسے گزرے هین ۔ راه دور، مین رنجور، معهذا بیمقدور ۔ اگر دلی سے رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی هوتی، تو مین یهان ایك دم نه ٹهرتا اور خدمت مین حاضر هوتا ۔ تار برقی بهی نهین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل هو ۔ ناچار از راهِ اضطرار ۸ ماهِ حال یعنی نومبر کو عریضه روانا کیا ۔ خدا کی عنایت اور مرشدِ کامل یعنی حضرت کی هدایت نے اوس خط کے جواب آنے کی مدت سے پهلے مجھے گردابِ اضطراب سے نکالا ۔ کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامه آگیا ۔ گویا میری جان بچ گئی ۔ بلکه ایك اور نئی جان میرے بدن مین آگئی ۔ اب استدعا یه هے که حالِ ناسازیِ مزاجِ اقدس مفصل معلوم هو ۔ زیاده حدِ ادب(۲) ۔

تم سلامت رهو هزار برس      هر برس کے هون دن پچاس هزار

عافیت کا طالب **غالب** ۔ یکشنبه ۱۳ نومبر سنه ۱۸٦٤ ۔

---

(۱) نواب فردوس مکان اس سال عارضهٔ سرطان مین مبتلا هوکر مسلسل ٦ ماه تك علیل رهی ۔ میرزا صاحب سی اونکی تعلقات شاگردانه اور کریمانه تهی ۔ اسلئی جب علالت کی اطلاع ملی تو یه بهت متردد هوی ۔ اور بذریعهٔ عریضهٔ هذا حقیقت مرض سی آگاه کرنیکی درخواست کی ۔ لیکن مثل مین اس کا جواب موجود نهین ۔ اس سی خیال هوتا هی که غالباً شدت مرض کی سبب جواب مین تاخیر هوئی ۔ اور جب اس عرصه مین میرزا صاحب کا آینده خط بهی موصول هوگیا تو دونون کی جواب مین مرض کی حقیقت سی اونهین اطلاع دیگئی ۔

(۲) اس عریضه کی جواب مین ۱۹ نومبر کو نوابصاحب نی تحریر فرمایا « مشفقا ! اب فضل الهی سی پهوڑهٔ لاحقه مین بهت تخفیف اور قریب الاندمال کلی هی » ۔ عریضه نمبر ۳۸ سی معلوم هوتا هی که یه فرمان مرزا صاحب کو ۲٦ نومبر کو موصول هوا ۔

## (٣٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ھے ۔ عنایت نامہ مع ھنڈوی شرفِ ورود لایا ۔ سو روپیہ بابت اکتوبر سنہ ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رهو قیامت تک    دولت و عز و جاہ روز افزون

عافیت کا طالب غالب ۔ ١٣ نومبر سنہ ١٨٦٤ ۔

## (٣٨)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ھے ۔ کس زبان سے کہون، اور کس قلم سے لکھون، کہ یہ ھفتہ عشرہ کس تردد و تشویش سے بسر ھوا ھے ۔ ھر روز شام تک جانبِ در نگران رھتا، کہ ڈاک کا ھرکارہ آئے، اور حضرت کا نوازشنامہ لائے ۔ بارے خدا کی مہربانی ھوئی ۔ از سرِ نو میری زندگانی ھوئی، کہ کل چار گھڑی رات گئے ڈاک کے ھرکارے نے وہ عطوفت نامۂ عالی دیا، جس کو پڑھکر روحِ تازہ رگ و پے مین دوڑ گئی ۔ نیند کس کی ۔ سونا کس کا ۔ روشنی کے سامنے بیٹھا اور اشعارِ تہنیت لکھنے لگا ۔ سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لکھ لئے تب سویا ۔ اب اس وقت وہ مسودہ صاف کرکے ارسال کرتا ھون(١) ۔

---

(١) اشعار مذکور کی متعلق عریضہ کی لفافہ پر نوٹ ھی : «حسب الحکم تاریخ نزد مولوی امیر احمد صاحب فرستادہ شد ۔ یکم دسمبر سنہ ١٨٦٤ ع» ۔ امیر صاحب نی تذکرۂ انتخاب یادگار (ص ٢٥٠) مین، قطعۂ تاریخ غسل صحت کی نام سی یہ ٦ شعر درج کئی ھین :

دانم شنیدۂ کہ در اقصای مغربست    سر چشمۂ کہ خضر شد از وی بقا پزیر
جوی بریدہ اند و روان کردہ اند آب    حمام را بحوض ازان فرخ آب گیر
ھنگام شب کہ زیر زمین باشد آفتاب    از تاب مہر گرم شد آن آب نا گزیر
حمام حوض بنگر و گل جامش آسمان    و آن را سفید کردہ فروغ مہ منیر
آمد برای غسل بگرما بہ اندرون    مانند معنی کہ نہد روی در ضمیر
اینک (فراغ) و (اخترنیک) و (خجستہ روز)    پیداست زین سہ لفظ سہ تاریخ دلپذیر
١٢٨١ھ    ١٢٨١ھ    ١٢٨١ھ

(باقی)

تم سلامت رہو ہزار برس    ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

خیر و عافیت کا طالب **غالب**. ۲۷ نومبر سنہ ۱۸٦٤.

### (۳۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ عزِ ورود لایا. از روی ِ ہنڈوی سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ نومبر سنہ ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس    ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

تمھاری سلامتی کا طالب **غالب**. ۱۳ رجب و دسمبر سنہ ۱۸٦٤.

### (٤۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. حضرت کے قدمون کی قسم چوب چینی کے ارسال کا حکم ڈاك سے مین نے نہین پایا. ۲۲ دسمبر کو ہرکارہ آیا. نوازشنامۂ شرف افزا لایا. دلّی اب شہر نہین، چھاؤنی ہے، کنپ ہے. نہ قلعہ، نہ شہر کے امرا، نہ اطرافِ شہر کے روسا. بہر حال تین چار دن مین ہر یك جگہ سے منگوا کر رنگین وسنگین و بے گرہ یا کم گرہ خود چنکر پانچ سیر قطعاتِ

---

(بقیہ) اس مین چوتھی شعر کی بعد ایك شعر ساقط معلوم ہوتا ھی. نوابصاحب نی اس قطعہ کی تعریف مین حسب ذیل گرامی نامہ ۲٤ شعبان سنہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۵ جنوری سنہ ۱۸٦۵ع کو تحریر فرمایا: «ھماری صحت کی تہنیت مین قطعہ مبارك باد کا، جو آپ نی بھیجا ھی، وہ پونہچا. اوسکی آنی سی سرور صحت دوبالا ہوگیا. ایسی نظم ایسی تاریخین دوسریسی کب ہوسکتی ہین. حقا کہ اللہ تعالی نی آپکو بی مثل اور عدیم النظیر پیدا کیا ھی. جس کمال کو دیکھی اوس مین آپکی ذات فرد کامل ھی. فی الحقیقت ہم نی اس مرض مین بڑی تکلیف اٹھائی. بہت ایذا پائی. اللہ نی بڑا فضل فرمایا. دوستونکی دعا کو قبول کیا. شفا حاصل ہو گئی ھی. اندك زخم اندمال ہونیکو باقی ھی. غالب ھی کہ دس بارہ دن مین مرہم لگانا موقوف ہو جائی. آپ کا ھدیۂ مرسلہ اکثر نقل محفل رہتا ھی. جو سنتا ھی جو دیکھتا ھی وارفتہ ہوجاتا ھی. سچ ھی ایسی لوگ کہان پیدا ہوتی ہین. ہزارون برس فلك چرخ لگاتا ھی تب کہین ایك شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ھی. الہم بصحت وعافیت طول عمر عطا کری. اور تا دیرگاہ اھل جہان آپ کی ذات سی مستفید ہوا کرین. باقی خیریت».

چوب چینی ایك تھلیا مین رکھکر آٹے سے منهه بند کیا . پھر کپڑا لپیٹا . ڈورے سے خوب مضبوط باندھکر دو جگه اپنی مہر کی اور وه تھلیا کہار کو سونپی .

تم سلامت رهو قیامت تك    دولت و عز و جاه روز افزون

روزِ دو شنبه ٢٦ دسمبر سنه ١٨٦٤ء وقتِ صبح حوالهٔ کہارِ سرکار. (مہرِ **غالب**).

## (٤١)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه کے ورود سے عزت اور ادراكِ صحت و عافیتِ مزاجِ اقدس سے مسرت حاصل هوئی . پرچهٔ هنڈوی اوس توقیع مین ملفوف پایا . سو روپیه بابت تنخواهِ دسمبر سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك    دولت و عز و جاه روز افزون

حضور کی سلامتی کا طالب **غالب** . ١٤ جنوری سنه ١٨٦٥ عیسوی .

## (٤٢)

بحضرتِ فلك رفعت ، نوابِ معلی القاب ، انجم گروه ، آفتاب شکوه ، به بخشش و بخشایش بینوایان را تونگر کن ، و ناتوان را توانا ساز ، در عز و جاه با تاجداران همسر ، و در ملك و سپاه با شهریاران انباز ، که بفرزانگی حلقه در گوش افگنندهٔ دانش گستران ، و بمردانگی غاشیه بردوش نهندهٔ دلاوران .

هرچه از نیایش وستایش بتقدیم همیرسد ، حرزِ بازویِ همت است ، تا بدان نیرو در سخن دلیری تواند کرد . همانا از رازِ سپهر و ستاره سخن همیرود . وخجستگی و فرخندگیِ چند گفته می شود .

این نافِ هفته که راستان در باستان این را «بهرام روز» میگفتند ، و اکنون سه شنبه نام دارد ، روزیست فیروز ویژه ، درین سالِ فرخ فال ، که دو یمین روز است از فروردین ، وروزِ بست ویکم از مارچ ، و روز بست

و دوم از شوال. بارے نخست بر آن سرودِ شاه نشان، که امروز بشستنِ اندام آبرویِ گرمابه افزود، مبارك. و سپس بر غالبِ سخندان، که عافیت جوی و دعا گویِ این درگاه ست، همایون.

همانا درین روزگار خسروِ ستارگان، که مهرِ منیرش دانی، در برّه. و از سویِ فراز نخستینِ سیارگان، که زحلش خوانی، در ترازو. سعدِ اکبر به قوس. و سعدِ اصغر به ثور. آن دو نیر به بیت الشرف خوشنود و شاد. و این دو اختر بکاشانه‌هایِ خویشتن آباد. گمان ندارم که از خسروانِ پارس و سلاطینِ عرب هیچکس را چنین طالعے بهرِ جلوس اتفاق افتاده باشد، که حضرت ولیِّ نعمت را برایِ غسلِ صحت دست بهم داده است. خرد تا گفتارِ مرا شنود، چشمك زد، و به پیغاره سرود که: «ای در درخشانیِ انجم وآفتاب چون کودکان در بال افشانیِ کرمکهایِ شب تاب نگران، از حلقهٔ اختر شماران بدر آی. و بدبستان حکمایِ روحانی رمزے از حکمتِ ایمائی بشنو. تا بدانی که بدین امیرِ مسند سریرِ سلطان نظیر عمرِ جاودانی و دوامِ لذتهای روحانی بخشیده اند». گفتم: «تا برهان نباشد کالبدِ سخن را جان نباشد. مرا بیخبر مپندار. و اگر حجتے داری بیار». گفت: «برهانے ازین ارجمند تر، وحجتے ازین خرد پسند تر، چه خواهد بود، که چون آفریدگان را در آن جهان عمر دو باره دهند، دیگر بیمِ مرگ برخیزد. و به بانگِ صور از خوابِ فنا جستگان در آن گیتی جاوید پایند. مگر صحتِ خداوند ازین رنجوریِ هولناك بدان نماند، که پنداری عمر دوباره یافت؟ پس اقتضایِ دوباره زیستن تغیر چرا پزیرد. و چون هستی یافتگانِ آن جهان در آن جهان جاودان زنده مانند، آنکه درین گیتی حیاتِ ثانی پزیرفته باشد، هم درین گیتی همیشه زندگانی چون نکنند. این عمرِ عزیز که بخدایگان داده اند، عمرِ خضر و الیاس نباشد، که یکے را بشمردنِ ریگِ صحرا، و دگرے را به پیمودنِ آبِ دریا

گزرد. انشاء الله العظیم جنابعالی، تا جهانست، پرویز بزم، تهمتن رزم، دشمن گداز، دوست نواز، بلب در سخن اخترفشان، و بکف در کرم گوهرفشان خواهند زیست».

قطعۂ تاریخِ غسلِ صحت، و قصیدۂ تهنیت که پیش ازین فرستاده ام (۱)، نظمے است شاعرانه. و این نگارش نثریست عارفانه. قانونِ حکمت و شریعت

---

(۱) قطعۂ تاریخ غسل عریضه نمبر (۳۸) کی حاشیه مین درج کیا جاچکا هی. قصیدۂ تهنیت مثل مین شامل نهین. لیکن اردو دیوان غالب مع شرح نظامی (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنه ۱۹۲۲ع) کی صفحات ۲۴۴ - ۲۴۷ پر ایك قصیده پایا جاتا هی، جو نواب سعید الدین احمد خان طالب مرحوم جاگیردار ریاست لوهارو سی رسالۂ کمال دهلی کو حاصل هوا، اور اوسکی اشاعت جنوری سنه ۱۹۱۰ ع سی مولانا نظامی نی نقل کیا. مولانا کی خیال مین یه قصیده نواب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی غسل صحت کی تهنیت مین لکها گیا تها. لیکن میری نزدیك یه مرزا غالب کا محولۂ بالا قصیده هی. اسلئی که اسمین جشن کی موقع پر عید، نوروز، اور هولی کا جمع هونا تحریر کیا گیا هی. اور منشی امیر احمد امیر مینائی کی قطعۂ تاریخ (انتخاب یادگار، ص ۵۰) سی معلوم هوتا هی، که تیوهارون کا یه اجتماع نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی وقت هوا تها. ان کی قطعه کا آخری مصرع هی: «مهینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت هی». مرزا صاحب کا قصیدۂ حسب ذیل هی:

مرحبا سال فرخی آئین! عید شوال، و ماه فروردین
شب و روز، افتخار لیل و نهار مه وسال، اشرف شهور و سنین
گرچه هی بعد عید کی نوروز لیك بیش از سه هفته بعد نهین
سو اس اکیس دن مین هولی کی جا بجا مجلسین هوئین رنگین
شهر مین کو بکو عبیر و گلال باغ مین سو بسو گل ونسرین
شهر گویا نمونۂ گلزار باغ گویا نگارخانۂ چین
تین تیوهار، اور ایسی خوب جمع هرگز هوی نهونگی کهین
پهر هوئی هی اسی مهینی مین منعقد محفل نشاط قرین
محفل غسل صحت نواب رونق افزای مسند تمکین
بزمگه مین، امیر شاه نشان رزمگه مین، حریف شیر کمین
پیشگاه حضور، شوکت و جاه خیر خواه جناب، دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشه جن کی خاتم کا آفتاب نگین
جن کی دیوار قصر کی نیچی آسمان هی گدای سایه نشین
دهر مین اس طرح کی بزم سرور نه هوئی هو کبهی بروی زمین
انجم چرخ، گوهر آگین فرش نور پی ماه، ساغر سیمین
راجه اندر کا جو اکهاڑا هی هی وه بالای سطح چرخ برین
وه نظرگاه اهل وهم و خیال یه ضیابخش چشم اهل یقین
وان کهان یه عطا و بذل و کرم که جهان گدیه‌گر کا نام نهین (باقی)

را جامع. هم از رویِ نقل حق، و هم از رویِ عقل راست. بقایِ خداوند بعمرِ تازه جاودانی، و نشاطِ بی اندازه پیشکارِ این حیاتِ ثانی باد! چار شنبه ۲۳ شوال سنه ۱۲۸۱، و ۲۲ مارچ سنه ۱۸٦٥ (مهرِ **غالب**)⁽¹⁾.

---

(بقیه) یان زمین پر نظر جهانتك جائی  ژاله آسا بچهی هین در ثمین
نغمهٔ مطربان زهره نوا  جلوهٔ لولیان ماه جبین
اوس اکهاڑی مین جو که هی مظنون  یان وه دیکها به چشم صورت بین
سرور مهر فر هوا جو سوار  به کمال تجمل و تزئین
سب نی جانا که هی پری توسن  اور بال پری هی دامن زین
نقش سم سمند سی یك سر  بنگیا دشت دامن گل چین
فوج کی گرد راه مشك فشان  ره روون کی مشام عطر آگین
بس که بخشی هی فوج کو عزت  فوج کا هر پیاده هی فرزین
موکب خاص یون زمین پر تها  جس طرح هی سپهر پر پروین
چهوڑ دیتا تها گور کو بهرام  ران پر داغ تازه دیکر وهین
اور داغ آپ کی غلامی کا  خاص بهرام کا هی زیب سرین
بنده پرور! ثنا طرازی سی  مدعا عرض فن شعر نهین
آپ کی مدح اور میرا منهه  گر کهون بهی تو آئی کسکو یقین
اور پهر اب که ضعف پیری سی  هو گیا هون نزار و زار و حزین
پیری و نیستی، خدا کی پناه!  دست خالی و خاطر غمگین
صرف اظهار هی ارادت کا  هی قلم کو جو سجده ریز زمین
مدح گستر نهین، دعا گو هی  **غالب** عاجز نیاز آگین
هی دعا بهی یهی که دنیا مین  تم رهو زنده جاودان، آمین!

(۱) اس نثر کی رسید مین ٥ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ مطابق ۳ اپریل سنه ۱۸٦٥ ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا: «نثر نثره نثار آپ کی آئی. جشن صحت کی مسرت بڑهائی. زبان خامه کو مجال صفت نهین. خامهٔ زبان کو یارای مدحت نهین. سچ یه هی، که آپ کی ذات هر کمال مین فرد کامل هی. هر فقره مین قوت سحبانی حاصل هی. انصاف کی تو یه بات هی، که یه تحریر نهین کرامات هی. اس جشن مین اگرچه بظاهر آپ شریك نهین هوی، مگر میری نزدیك شریك غالب رهی. الله تعالی صحت اور قوت عطا فرمائی. مشتاقون کو لطف مجالست هاتهه آئی. دست دعا بلند هی. نوید صحت کی طبیعت آرزو مند هی. حال اپنا اکثر لکهتی رهی. زیاده شوق هی». اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۲۳) سی معلوم هوتا هی که حسب تجویز صاحبزاده سید کاظم علیخان بهادر عرف چهوٹو صاحب باغ بینظیر مین یه جشن منایا گیا تها.

* * *

# بحضور نوابصاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض وعمانِ احسان، امیر المسلمین نواب کلب علیخان بهادر دام اقباله مقبول باد(۱)

(نواب سید محمد کلب علیخان بهادر خلد آشیان نواب فردوس مکان کی فرزند اکبر تهی . آپ جنابعالیه قیروز النسا بیگم صاحبه ملقب به نواب بهو بیگم دختر سید عبد العلی خان بهادر، خلف نواب سید غلام محمد خان بهادر کی بطن سی ۲۰ ذی الحجه سنه ۱۲۵۰ ﻫ مطابق ۱۹ اپریل سنه ۱۸۳۵ ع کو اتوار کی دن صبح کیوقت متولد هوی . سنه ۱۸٦٤ ع مین گورنر جنرل کی منظوری سی ولیعهد ریاست اور ۲۱ اپریل سنه ۱۸٦۵ ع مطابق ۲٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ﻫ کو جمعه کی دن ۳۰ سال کی عمر مین مسند نشین هوی. ۱۵ محرم سنه ۱۲۸۲ ﻫ مطابق ۱۰ جون سنه ۱۸٦۵ ع کو مسٹر جان انگلس ایجنٹ ریاست وکمشنر روهیلکهنڈ نی رامپور آکر باضابطه رسم مسند نشینی ادا کرائی . ماه رجب سنه ۸۲ ﻫ مطابق دسمبر سنه ٦۵ ع مین ملکۀ معظمه کیجانب سی خلعت آیا . اور اسی مهینی مین جشن جلوس منایا گیا . آپ بڑی حاتم دل، پابند شرع، بامروت، اور خلیق تهی . باقاعده زکوۃ ادا کرتی، اور غیر شرعی آمدنی سی خزانه کی دولت کو پاك رکهتی تهی . خود صاحب علم تهی . فارسی خلیفه غیاث الدین عزت صاحب غیاث اللغات سی حاصل کی، اور علوم حکمیه مولوی فضل حق خیرآبادی اور مولوی عبد الحق خیرآبادی سی پڑهی . انکا دربار اهل فضل وکمال سی بهرا رهتا تها. مشرقی علوم وصنائع کا شاید هی کوئی ایسا ماهر هو، جو انکی خوان جود وکرم کی زله ربائی نکرتا هو. ان مین علما، شعرا، ادبا، خطاط، صحاف، طباخ، اور دیگر تمام هنرون کی ماهرین شامل تهی . علمی مباحثون کا بهت شوق تها . روزانه دربار مین کسی نه کسی علمی یا ادبی مسئله پر اهل دربار طبع آزمائی کیا کرتی تهی . آپ خود برابر کا حصه لیتی، اور اسطرح اپنی معلومات کی دائره کو وسیع سی وسیع تر بناتی رهتی تهی . کتابین جمع کرنی اور اونهین پڑهنی کا بهی بیحد شوق تها . اوس عهد مین جسقدر نایاب اور نادر کتابین مهیا کیگئی هین، وه اپنی اهمیت اور قیمت کی لحاظ سی مستقل کتابخانه کی حیثیت رکهتی هین، چونکه فارسی ادبیات سی زیاده تعلق خاطر تها، اسلئی جب کوئی نئی فارسی کتاب داخل کتابخانه هوتی اوس کی سر ورق پر اپنی قلم سی تاریخ آمد وغیره لکهتی، اور خود مطالعه کر لینی کی بعد کتابخانه کی زینت بننی کی اجازت دیتی تهی . اردو، فارسی دونون زبانون مین شعر کهتی، اور نواب تخلص فرماتی تهی . فارسی کلام مرزا محمد تقی خان سپهر ملقب بلسان الملك مستوفی اول دیوان همایون اعلی سلطنت ایران مولف ناسخ التواریخ کی نظر سی گزرا تها . اردو کلام منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکهنوی دیکها کرتی تهی .. ایك فارسی نثر مرزا غالب کو بهی اصلاح کیواسطی بهیجی تهی . مرزا انکی طرز نگارش کی بیحد مداح تهی . تصنیفات مین چار اردو کی دیوان، دیوان فارسی، تاریخ شاهان سلف، انتخاب بوستان خیال اور متعدد نثرین هین . نوابصاحب کو اخبار بینی کا بهی شوق تها . اخبار دبدبۀ سکندری، جو رامپور کا پهلا اخبار هی، انهی

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکها کرتی تهی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی.

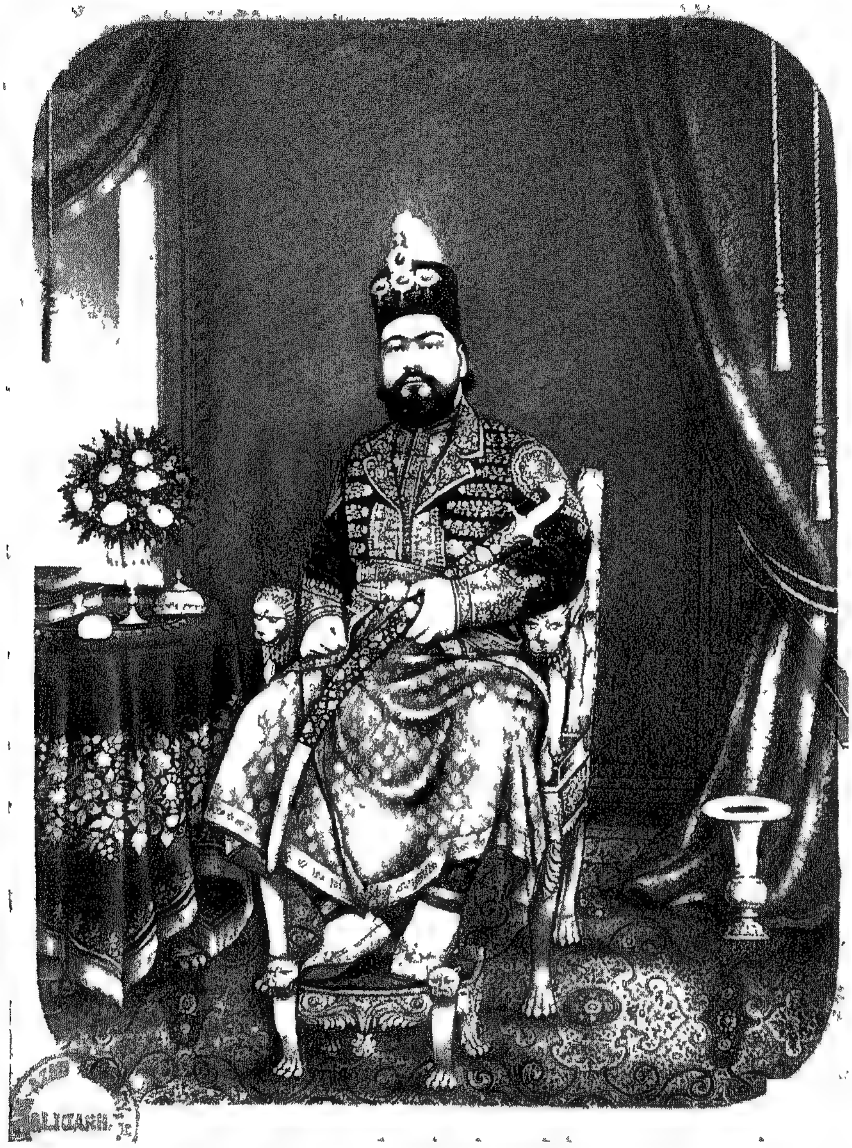

ALIGARH

شبیه مبارك جناب نواب سید محمد کلب علیخان بهادر خلد آشیان طاب ثراه

کی ایما سی ۱۲ جمادی الآخره سنه ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنه ۱۸۶۶ ع سی هفته وار شائع هونا شروع هوا . تعمیر کا بهی شوق تها ، اور سابق جامع مسجد اور متعدد محلات اون کی اس شوق کی رهین منت تهی . آپ نی بائیس سال سات ماه کی حکومت کی بعد ۵۳ سال ۶ ماه ۷ روز کی عمر مین بده کی دن ۳ بجی سه پهر ۲۷ جمادی الآخرة سنه ۱۳۰۴ هجری مطابق ۲۲ مارچ سنه ۱۸۸۷ ع کو انتقال کیا . امیر مینائی نی « خوابگاه حامی اسلام امیر المومنین » سی تاریخ وفات نکالی هی .)

## (۴۳)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض باد . نوازشنامه مع هنڈویِ صد روپیه عزِ ورود لایا . اپریل سنه ۱۸۶۵ کی تنخواه کا روپیه معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس  هر برس کے هون دن پچاس هزار

عنایت کا طالب غالب . ۶ مئی سنه ۱۸۶۵ عیسوی(۱) .

سر تا سرِ دهر عشرتستانِ تو باد  صد رنگ گلِ طرب بدامانِ تو باد
عید است ، و بهار خرمی ها دارد  جانِ من وصد چون من بقربانِ تو باد

عنایت کا طالب غالب . شنبه صبحِ روزِ عیدِ ذی الحجه سنه ۱۲۸۱ هجری نبویؑ(۲) .

---

(۱) ۲۴ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ هجری مطابق ۲۱ اپریل سنه ۱۸۶۵ ع کو جمعه کی دن نصف النهار کی وقت نواب فردوس مکان نی انتقال کیا . یه خبر وحشت اثر دلی پهنچی ، تو میرزا صاحب نی نواب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی نام ۲۷ ماه اپریل کو ایك عریضه لکها . اصل تحریر مثل مین موجود نهین . میرزا تفته کی نام کی مکتوب سی ، جو ۱۴ مئی سنه ۱۸۶۵ ع کو لکها گیا تها ، معلوم هوتا هی که وه عریضه تعزیت وفات اور تهنیت جلوس پر مشتمل تها . فرماتی هین : « رامپور سی اپریل کی مهینی کا روپیه ، اور تعزیت و تهنیت کی خط کا جواب آگیا . آینده جو خدا چاهی » (اردوی معلی لاهور ایڈیشن ، سنه ۱۹۲۶ ع ، صفحه ۳۵۹) . نواب خلد آشیان نی یکم مئی کو اس عریضه کی جواب مین تحریر فرمایا : « ..... صحیفهٔ شریفهٔ مورخهٔ ۲۷ ماه گذشته اسمی مخلص وصول الطاف آورده بما فیها مطلع نمود . مشفقا ! آنچه مشاهرهٔ آن کرمفرما از عهد نواب صاحب و قبله فردوس مکان مقرر است انشاء الله تعالی بدستور جاری مانده ، حسب ضابطه بسامی خدمت رسیده خواهد ماند » . اسکی بعد سرکار نی ماه اپریل کی تنخواه کی هنڈوی کا ذکر کیا هی . میرزا صاحب کا عریضه اسی فرمان کی رسید هی .

(۲) یه رباعی ایك علحده ورق پر لکهی هوئی مکتوب نمبر ۴۳ کیساتهه منسلك هی . لیکن از روی تاریخ اسکو دو تین دن بعد دلی سی روانه هونا چاهیے . اسلئی که ۶ مئی کو ذی الحجه کی ۸ تاریخ هوگی اور یه ۱۰ ذی الحجه کی صبح کو لکهی گئی هی ، جو ۸ مئی کی مطابق هوگی ، بنا برین ۶ تاریخ کی خط کیساتهه روانه نهین هوسکتی .

## (٤٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ تہنیت نامہ ارسال کرچکا ہون۔ جواب پا چکا ہون۔ قصیدہ کا لفافہ ارسال کیا ہے۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا(۱)۔

حضرت فردوس مکانِ سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین

---

(۱) قصیدۂ تہنیت مثل مین موجود نہین۔ لیکن میرزا صاحب نے اسکی ایك نقل خواجہ غلام غوث خان بیخبر کو بھیجدی تھی، جو عود ہندی (صفحہ ۱۷۱) مین، خواجہ صاحب کے نام کے مکتوب کیساتھ درج ہے۔ فرماتے ہین: «...... والیء رامپور کو خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے۔ آج جمعہ ۷ جولائی ہے۔ معمول یہ ہے کہ دسوین بارھوین کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ مین نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا۔ اوسکا جواب آگیا۔ اب مین نظم و نثر کا مسودہ نہین رکھتا۔ دل اس فن سے نفور ہے۔ دو ایك دوستون کے پاس اوسکی نقل ہے۔ اونکو اسوقت کہلا بھیجا ہے۔ اگر آج وہ آگیا کل، اور اگر کل آیا پرسون بھیجدونگا»۔ اسکے بعد قصیدہ شروع ہوتا ہے۔ چونکہ اسکے ساتھ کوئی نیا خط نہین ہے اسلئے قیاس چاہتا ہے کہ خط کی روانگی کے قبل ہی قصیدہ کی نقل موصول ہوگئی ہوگی۔ اور خط اور قصیدہ دونون ساتھ بھیجے گئے ہونگے۔ قصیدہ یہ ہے:

تجلی کہ ز موسی ربود ہوش بطور    به شکل کلب علی خان دگر نمود ظهور
خجسته سرور سلطان شکوه را نازم    که رشك بر کلہاش دارد افسر فغفور
هوای لطف وی از جان خور برد سوزش    نگاه قهر وی از روی مه رباید نور
دم نگارش وصف کلام شیرینش    چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فضای رزمگہش شاهراه قهر و غضب    بساط بزمگہش کارگاه سور و سرور
بخوان شرع بہین همنوالۂ شبلی    به بزم عشق مہین هم پیالۂ منصور
ز روی رابطۂ حسن ماهتاب جمال    بحسب ضابطۂ جاه آفتاب ظهور
بحکم مرتبه، او حاکم و فلك محکوم    ز راه قاعده، شرع امرست او مامور
چو آب سیل روانی که ایستد بمغاك    بود همیشه به حنجان وی شراب طهور
زهی وزیر و خهی شهریار دانادل    تو شاه کشور حسن و خرد ترا دستور
بنای منظر جاه ترا زحل معمار    ثوابت کرۂ چرخ هشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر به بارجای جلال    قفا خور تو ارسطو بدرسگاه شعور
برای بزم نشاط تو شمع چون ریزند  ق  نه پیه گاؤ بکار آورند و نے کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا    بجای موم بر آید ز خانۂ زنبور
بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتار  ق  ز بهر فاتحه آئی اگر تو سوی قبور
جهان جانی وجان جهان، عجب نبود    که از ورود تو هر مرده رقصد اندر گور
به پیشگاه تو زانوی همی زند انصاف    که ای برحم وکرم در جهانیان مشهور! (باقی)

مهینے پهلے سلام پانچ ساتھ(۱) لکهتے تهے ، اور فرداً فرداً میرے پاس بهیجا کرتے تهے . جب وه فراهم هوچکتے ، تو محرم سے دو چار دن پهلے مین اصلاح دیکر بهیجدیا کرتا تها . ابکی برس ایك هی سلام بهیجنے پائے . بس آج وه سلام اس مراد سے حضور مین بهیجتا هون که حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان مین شامل هوجائے . زیاده حدِ ادب .

---

(بقیه) در انتقام کشی شیوهٔ کرم مگزار    بر آر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندهٔ عروج علوم    تونی بعلم کشایندهٔ عقود صدور
صریر خامهٔ من بین که میرباید دل    چنانکه از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحهٔ من بین و تابش معنی    عیان چو شمع فروزنده در شب دیجور
امیر زنده دل ، آن والی ولایت نظم    به گنج خانهٔ گنجه نظامیش گنجور
غروب مهر و طلوع مه دو هفته بود    رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او بزیر زمین رفت و آن ولایت یافت    تو باش والی روی زمین قرون و دهور
به انجمن نرسیدم ز ناتوانائی    ولی بعرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاك پای تو گر دستگاه داشتمی    نبودمی بغم دوری در تو صبور
من آن کسم که از افراط ورزش اخلاص    بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم‌دل و من سقیم ، دوری به    مباد رنجه شوی از نظارهٔ رنجور
نظر بخستگی و پیری و تهیدستی    قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شعار غالب آزاده جز دعا نبود    که باد سعی دعاگوی در دعا مشکور
به دهر تا بود آئین که در نوا آرند    رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
به بزم عیش تو ناهید باد زمزمه سنج    نسیم عطرفروش از شمیم طرهٔ حور
محب ز لطف تو بالنده چون نوا از ساز    عدو ز بیم تو نالنده چون خر طنبور

نواب خلد آشیان نی ۱٦ محرم الحرام سنه ۱۲۸۲ هجری مطابق ۱۱ جون سنه ۱۸٦۵ع کو اس قصیده کی متعلق تحریر فرمایا : « ..... دو قطعهٔ سامی صحیفهٔ لطف آگین ، اول مع قصیدهٔ تهنیت مسند نشینی راقم بر ریاست موروثی ملك رامپور ، وثانی مع سلام من تصانیف جناب مغفرت مآب نواب صاحب وقبله فردوس مکان ، در اسعد ازمنه یاسمین ریز دامن وصول فرحت شمول گشته .... حبذا قصیده که لآلی مدحت مضامین برجسته و معانی دل‌نشسته‌اش را برشتهٔ ترقیم کشیدن آب دریا بکیل پیمودن است . و شمهٔ از توصیف فصاحت وبلاغت آن بحیطهٔ تحریر در آوردن ثوابت وسیاره را به پنج انگشت شمردن . .... درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته ، موجب کمال مسرتهاست . چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است . او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند » .

یه خط میرزا صاحب کو ۱۷ جون کو موصول هوا . ۱۸ جون کو اونهون نی اسکا جواب تحریر کیا . یه جواب نمبر (٤۷) پر درج هوگا .

(۱) یه مرزا صاحب کی املا کی مطابق هی . صحیح رسم خط « سات » هی .

تم سلامت رهو هزار برس  دولت و عز و جاه روز افزون
عنایت کا طالب **غالب**. شنبه یکم محرم الحرام سنه ۱۲۸۲(۱).

## (۴۵)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت:

بعدِ تسلیم معروض هے. حق تعالی جلّ جلاله و عمّ نواله جس گروه پر مهربان هوتا هے، وهان حاکمِ عادلِ رحیم بهیجتا هے، که بقوتِ عادله کفر و بدعت کی جڑ اوکهاڑ ڈالے، اور بصفتِ رحم رعایا کو پالے. مصداق اسکا ذاتِ قدسی صفاتِ جنابِ عالی هے. که قمار خانے کی بنا مٹا ڈالی هے. زهے قانونِ سیاست! غله کا محصول معاف کردیا هے. روپیه رعیت پر نثار کیا هے. زهے آئینِ ریاست!

رباعی

نواب که شد ز شوکتِ اقبالش  بخشیدنِ باجِ غله از اقبالش
فارغ شد هر کسیّ و روداد(۲) فراغ  هم فارغ و هم فراغ باشد سالش(۳)
۱۲۸۱ ھ

پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تها، که جب مین قصیده بهیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین وآفرین کا، شرم آتی هے کهتے

---

(۱) لفافه پر ۲۷ مئی سنه ۱۸۶۵ درج هے.

(۲) اصل خط مین (رواد) بحذف دال هے.

(۳) میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کے جود وکرم کے تذکره مین اس واقعه کو متعدد مقامات پر نقل کیا هے. حکیم غلام رضاخان کو لکهتے هین: «...... نواب صاحب حال بمقتضای « الولد سر لابیه » حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کے برابر، بلکه بعض شیوۂ و روش مین اون سے بهتر هین. بمجرد مسند نشینی کے غله کا محصول یکقلم معاف کیا. علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبۂ سرکای بخش دیا. ...» (اردوی معلی، ص ۴۵۲). میرزا تفته کے نام کے خط مین قدرے تفصیل کی هے. فرماتے هین: «...... نوابصاحب از روی صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین. خزانۂ فیض کے تحویلدار هین. جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکهوا لایا هے، اوسکو پٹنے مین دیر نهین لگتی. ایک لاکه کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا. ایک اهل کار پر ساٹهه هزار کا محاسبه معاف کیا اور بیس هزار روپیه نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش هوئی. خلاصه عرضی کا سن لیا. واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هو رها هے. مقدار مجهپر نهین کهلی» (ایضاً، ص ۹۸-۹۹). تخریب قمارخانه اور بخشش محصول غله کا ذکر اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۷۹) مین بهی کیا گیا هے.

ہوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس[1] کی ہنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی. دو قصیدۂ مدحیہ میرے دیوانِ فارسی مین مرقوم، اور وہ دیوان حضرت کے کتابخانے مین موجود ہے. خطون کی تصدیق از رویِ دفتر ہوسکتی ہے. یہ رسم بری نہین ہے. اگر جاری رہے تو بہتر ہے. زیادہ حدِ ادب. التفات کا طالب **غالب**. پنجشنبہ ١٩ محرم سنہ ١٢٨٢.

## (٤٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. مئی سنہ ١٨٦٥ کا مشاہرہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس    ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

التفات کا طالب **غالب**. ١٥ جون سنہ ١٨٦٥ عیسوی.

## (٤٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. روز پنجشنبہ ١٥ جون کو ایک عرضداشت روانہ کرچکا ہون. یقین ہے کہ وہ آج پہنچے گی. کل ١٧ جون کو فرح بخش و روح افزا نوازشنامہ پہنچا[2]. قصیدہ کا پہنچنا اور اوسکا مقبول و منظور ہونا دریافت کرکے، اپنے بخت و قسمت پر مین نازان ہوا[3]. اب عرض یہ ہے کہ حسب الحکم حضور کے یہ قصیدہ میرے دیوان فارسی مین، جو کتابخانے مین موجود ہے، درج کیا جائے. اور سلام حضرت فردوس مکان کا اونکے دیوانِ اردو مین لکھدیا جائے[4].

---

(١) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقوم لکھی ہین.

(٢) محولۂ بالا فرمان کا اقتباس عریضۂ نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین دیا جا چکا ہے.

(٣) یہ قصیدہ خط نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین درج ہوچکا ہے.

(٤) میرزا صاحب کی مذکورہ خواہش تشنۂ تکمیل رہی. اگر خواجہ غلام غوث خان بیخبر اسکی ایک نقل نہ منگا لیتے تو دیگر گم شدہ قصائد و قطعات کی طرح اسکا بھی صرف ذکر باقی ہوتا.

حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وه آگ برس رهی هے، که طیور کے پر جل رهے هین. بعد آگ کے پانی برسے گا. سفر خصوصاً بوڈھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامهٔ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرامِ بیت المعمورِ رامپور باندھا. انشاء الله العلی العظیم(١).

پیر و مرشد! از راهِ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. محمد علیخان ابن وزیر محمد خان(٢) رئیسِ ٹونك نے بعدِ مسند نشینی گورمنٹ کو «یمین الدوله» اور «دو جزو ملك اور جنگ» لکھکر دیئے، اور وهان سے وه اونکو عطا هوئے. حضور کے اجدادِ امجاد نے سلاطینِ بابریه کا خطاب نه قبول کیا. مگر حضرت کے جدِ امجد کو احمد شاهِ درانی(٣) نے مخاطب به «مخلص الدوله» فرمایا(٤). حضرت اگر مناسب جانین، تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمش الملك و بهرام جنگ» جناب ملکهٔ معظمه سے بذریعهٔ گورمنٹ

---

(١) سفر کی تفصیل کیلئے دیباچه ملاحظه هو. یہان اسقدر لکھ دینا کافی هوگا، که میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦٥ع کو دلی سے عازم رامپور هوے. اور ۸ جنوری سنه ۱۸٦٦ع کو واپس دلی پہنچے (اردوی معلی، ص ۲٤۳، مکتوب بنام حکیم سید احمد حسن مودودی، مورخه ۱۷ جنوری ۱۸٦٦ ع).

(٢) نواب محمد علی خان ریاست ٹونك کے نواب تھے: سنه ۱۸۳٤ع مین گدی پر بیٹھے. سنه ۱۸٦۷ع مین لاوا مین قتل عام کرانے کے الزام مین حکومت هند نے انهین معزول کردیا، سنه ۷۰ع مین ریاست پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے زیر انتظام آگئی. اور اونکے صاحبزاده نواب سر حافظ ابراهیم علی خان بهادر نواب بنا دئے گئے.

(٣) احمد شاه درانی ضلع هرات کا باشنده اور ابدال نامی قبیله کا ایك فرد تھا. ابھی یه بچه هی تھا که نادر شاه اسکو ایران پکڑ لیگیا، اور اپنی خدمت گرز برداری پر مقرر کیا. لیکن اس نے رفته رفته فوج کے بڑے عهده تك ترقی کرلی. نادر شاه نے ۱۲ مئی سنه ۱۷٤۷ع کو وفات پائی تو اس نے بغاوت کردی، اور تھوڑے عرصه مین افغانستان، سنده اور لاهور کا بادشاه بن بیٹھا. اسنے هندوستان پر متعدد حملے کئے هین. لیکن اسکی شاندار ترین جنگ سنه ۱۷٦۱ع مین پانی پت کے میدان مین مرهٹون کے عظیم الشان لشکر سے واقع هوئی، جس مین یه کامیاب هوا. اور بعد فتح شاه عالم کو تخت وتاج هند سونپ کر افغانستان چلا گیا. احمد شاه نے ۲٦ سال حکومت کرکے سنه ۱۱۸۲ھ مطابق سنه ۱۷۷۲ع کو ٥۰ سال کی عمر مین وفات پائی.

(٤) احمد شاه کے عطا کرده خطابات کے سلسله مین اخبار الصنادید، ج ۱، صفحه ٦٦۷ ملاحظه هو.

اپنے واسطے این(١) .

تم سلامت رهو قیامت تك     دولت و عز و جاه روز افزون

ترقیِ دولت کا طالب **غالب** . یکشنبه ١٨ جون سنه ١٨٦٥ ع .

## ( ٤٨ )

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . منشورِ عطوفت کے ورود نے معزز فرمایا . جون سنه ١٨٦٥ کی تنخواه کا سو روپیه از رویِ هنڈوی معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك     دولت و عز و جاه روز افزون

عنایت کا طالب **غالب** . معروضۂ دهم جولائی سنه ١٨٦٥ .

## ( ٤٩ )

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . میری عرضداشت کا جواب آچکا هے . بنده هنڈوی کی رسید بهجوا چکا هے . یهان خلق کو مینهه درکار هے ، اور هوا شراره بار هے . دهوپ کی تیزی سے آدمی کے تیور ، اور پهاڑ کے پتهر جلے جاتے هین . پانی جگر گداز . هوا جانستان . امراضِ مختلفه کا هجوم جهان تهان . جز اعضایِ انسان ، که وه پسینے مین تر هین ، طراوت و رطوبت کا کهین پتا نهین . یا لو چلتی هے ، یا مطلق هوا نهین . ان سطور کی تحریر سے مدعا یه هے ، که مجهے هر وقت یهی خیال رهتا هے ، که حضرت کا مزاج کیسا هے . اس خط کا جواب جس قدر جلد عطا هوگا ، دعا گو پر احسان آپ کا هوگا . زیاده حدِ ادب .

---

(١) میرزا صاحب کی اس خیرخواهانه عریضه کی جواب مین نوابصاحب نی تحریر فرمایا : « .... استحصال الفاظ خطاب دستور این ریاست نبوده است . وحسب الترقیم قصیده وسلام مذکور در دیوانها مندرج کنانیده خواهد شد . ٢٠ صفر سنه ١٢٨٢ هجری مطابق ١٥ جولائی سنه ١٨٦٥ع » .

تم سلامت رہو ہزار برس      ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

آپ کی سلامتِ ذات اور اپنی نجات کا طالب **غالب**۔ ۲۳ جولائی سنه ۱۸٦۵ .

### (۵۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض آنکه منشورِ عطوفت عزِ ورود لایا . تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦۵ حال کا روپیه ازروی ہنڈویِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا .

اگرچه یہان مینہ اسیقدر برسا ہے که جس کے پانی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے ہاتھ دھو لین . مگر چونکه بفرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر ہے ، اور آپ کے ملك مین بارش خوب ہوئی ہے ، ابرِ رحمت کے شکریه مین ایك قطعه ملفوف اس عرضی کے بھیجتا ہون . بنظرِ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظه ہو . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس      ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب**. جمعه ۱۱ ماهِ اگست سنه ۱۸٦۵ (۱) .

### (قطعه)

✡ مقامِ شکر ہے اے ساکنانِ خطۂ خاك ! ✡
✡ رہا ہے زور سے ، ابرِ ستاره بار ، برس ✡
✡ کہان ہے ساقیِ مہوش ؟ کہان ہے ابرِ مطیر ؟ ✡
✡ بیار ، لامیِ گلنار گون ، بیار ، برس ✡

---

(۱) اس عریضه کے جواب مین نواب خلد آشیان نے ۱٦ اگست سنه ۱۸٦۵ع مطابق ۲۳ ربیع الاول سنه ۱۲۸۲ ھ کو تحریر فرمایا : « ... صحیفۂ لطف آگین بخلاصۂ کمی بارش باران رحمت دران نواح واستدراك خیریت مزاج راقم مع قطعۂ دعائیه غازه آرای چہرۂ وصول نشاط شمول گردیده بما فیها مطلع نمود . وترسیل قطعۂ مذکور از مزید الطاف فرمائیہا متصور شد . مشفقا ! سابق ازین فی الحقیقه طبیعت راقم بعارضه تبخیر ... کسلمند شده بود . لیکن حالا بعنایت الہی مزاج مخلص خوش وخرم است . ہنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای آن مشفق ، که بتقریب صحت از عارضۂ لاحقه بدیگر صاحبان مستحقین نیز ازین سرکار عنایت شده بودند ، معظوف رقیمۂ الوداد هذا بطریق عنایات سمت تبلیغ یافته ... » . میرزا صاحب کا یه قطعۂ دعائیه ہنوز شائع نہین ہوا ہے .

خدا نے تجکو عطا کی ھے گوھر افشانی
درِ حضور پر، اے ابر! بار بار برس
ھر ایک قطرہ کے ساتھ آئے جو ملک وہ کہے
امیرِ کلبِ علی خان جئین ھزار برس
فقط ھزار برس پر کچھ انحصار نہین
کئی ھزار برس بلکہ بیشمار برس
جنابِ قبلۂ حاجات اس بلاکش نے
بڑے عذاب سے کاٹے ھین پانچ چار برس
شفا ھو آپ کو **غالب** کو بندِ غم سے نجات
خدا کرے کہ یہ ایسا ھو سازگار برس

## (٥١)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ کل برخوردار نواب مرزا خان داغ کی تحریر سے معلوم ھوا کہ حضرت کا مزاجِ اقدس ناساز ھوگیا تھا۔ اب خدا کے فضل وکرم سے افاقت ھے۔ نواب مرزا نے مجھپر ستم کیا، کہ پہلے سے یہ حال نہ رقم کیا۔ جو دعا جب کرتا اب بھی وردِ شب و روز ھے۔ مگر یہ خیال، کہ حضور کو یہ خیال گزریگا کہ غالب رسمِ عیادت بجا نہ لایا، سخت جگر سوز ھے۔ اب اس خط کے جواب مین نویدِ عافیت کا امیدوار، اور یہ سونچکر کہ آج کے آٹھوین دن جواب آئیگا، بیقرار ھون۔

ایک عبارت کا ایک جزو بطریقِ خط ایک انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھے۔ پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھے۔ پانچ رسالے وہ میریطرف سے نذر گزرانین گے۔ حضرت قبولِ نذر کو میرا عز و شرف

جانین گے(۱) .

تم سلامت رهو هزار برس    دولت و عز و جاه روز افزون

دعا گو غالب . ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۵ .

## (۵۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . داستانِ حمزه قصۂ موضوعی هے . شاه عباسِ ثانی(۲) کے عهد مین ایران کے صاحب طبعون نے اسکو تالیف کیا هے . هندستان مین «امیر حمزه کی داستان» اسکو کهتے هین . اور ایران مین «رُموزِ حمزه» اسکا نام هے . دو سو کئی برس اسکی تالیف کو هوئے . ابتك مشهور هے ، اور همیشه مشهور رهیگا .

آپ کے اس تکیه دارِ روزینه خوار فقیر نے آپ کی مدح مین ایك قصیده لکھا هے . مشتمل اس الزام پر که تشبیب کے ابیات اور مدح کے اشعار

---

(۱) اس سی « نامۂ غالب » مراد هی . میرزا صاحب نی برهان قاطع کی بعض اغلاط پر ایك رساله مسمی بقاطع برهان سنه ۱۸۶۰ع مین تصنیف کیا تها ، جو نواب فردوس مکان کی امداد سی طبع هوکر شائع هوا . تقلید آبا کی حامیون نی اسکی تردید مین متعدد کتابین لکهین . ان مین سی ایك کا نام ساطع برهان تها . اس کی مصنف کی متعلق مرزا صاحب سیاح کو لکهتی هین : « وه جو ایك اور کتاب کا تمنی ذکر لکها هی ، وه ایك لڑکی پڑهانیوالی ملائی مکتب دار کا خبط هی ... رحیم بیگ اس کا نام ، میرٹھ کا رهنی والا . کئی برس سی اندها هوگیا هی . باوجود نابینائی کی احمق بهی هی » (اردوی معلی ، صفحه ۲۷ و ۳۱) . مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکها هی : « رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رهنی والا هی . دس برس سی اندها هوگیا هی . کتاب پڑها نهین سکتا . سن لیتا هی . عبارت لکھ نهین سکتا . لکهوا دیتا هی . بلکه اس کی هموطن ایسا کهتی هین که وه قوت علمی بهی نهین رکهتا . اوروں سی مدد لیتا هی . اهل دهلی کهتی هین که مولوی امام بخش صهبائی سی اوسکو تلمذ نهین هی . اپنا اعتبار بڑهانی کو اپنی کو اون کا شاگرد بتاتا هی . مین کهتا هون که وائی اوس هیچ پوچ پر جسکو صهبائی کا تلمذ موجب عز و وقار هو » (عود هندی ، صفحه ۱۶۱) : اس کتاب کی جواب مین مرزا صاحب نی نامۂ غالب لکها ، اور اوسکو ۱۳ اگست سنه ۱۸۶۵ع سی قبل طبع کراکی نواب خلد آشیان کی خدمت مین بطریق ارمغان پیش کیا . یه رساله عود هندی ، صفحه ۱٤۱ تا صفحه ۱۵۵ مین بهی شائع هوچکا هی .

(۲) شاه عباس ثانی صفوی خاندان کا آٹهوان بادشاه تها . اسنی سنه ۱۰۵۲ ﻫ (۱۶٤۲ع) سی سنه ۱۰۷۷ ﻫ (۱۶۶۶ع) تك ایران پر حکومت کی .

مین حمزه و اولادِ حمزه و زمردشاه وغیره یا انکے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے . سو وه قصیده آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا هون . امید هے که حضرت اسکو پڑهکر محظوظ هون. خدا آپکو قیامت تك سلامت رکھے. مگر جب تك امیر حمزه کا قصه مشهور رهیگا ، یه قصیده بهی شهرت پزیر رهیگا(۱).

تم سلامت رهو هزار برس    هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب** . ۲۱ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۵ .

### یا وهاب

زهے دوچشمِ تو در معرضِ سیه کاری    چو بختیارك و بختك بمردم آزاری
زهے بزورِ بدیع الزمانِ کُشتی گیر    که کوهسار چون نارنجِ تر بیفشاری
زهے خیالِ تو آدم ربا چو تندك دیو    دماغِ اهل نظر قافِ اوست پنداری
زغمزۀ تو چگویم که آن بود زعَمَرْ(۲)    دلیر و چست و هنرمند تر بعیاری
اگر تو نیستی از ساحرانِ انتریا    چرا بلهو همی آتش از هوا باری
بدین جمال که داری عجب مدار اگر    کند چکیدۀ قدرت ترا پرستاری
بمهرِ رویِ تو گردیدم آفتاب پرست    نه ایرجم که عبث تن دهم بدین خواری
سپس بمذهبِ تورج که بوده ماه پرست    ترا پرستم ازین رو که ماه رخساری
توئی بمعنیِ اصلی ، و بود نورالدهر    همین بنام ، که معنی نداشت ، پنداری
چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بدا نگونه    که ریزد از لبِ زنگی درآدمی خواری
فغان ز بارِ غمِ دهر ، کان بسنجیدن    عمودِ خسروِ هند است در گرانباری
به پیشِ چرخِ مُشَعبِد چه هوشیار و چه مست    که این بعربده همچون عَمَرْ ز طراری
ز روی ، ریش تراشد همی به بیهوشی    ز فرق ، تاج رباید همی بهشیاری
خصومتے بمن افتاده زالِ دنیا را    که «دُم خبیثه» بود در فنونِ مکاری

---

(۱) اس قصیده کی صرف چند اشعار تذکرۀ انتخاب یادگار مین بذیل ذکر غالب شائع هوی هین .

(۲) میرزا صاحب نی اس نام کا املا اور تلفظ دونون غلط لکھی هین . یه نام «عمرو» بسکون میم وزیادة واو بعد را هی .

بجیشِ عشق منم سر برهنهٔ تپشی    که موی سر بسرم کرده است دستاری
نهیبِ فتنه به الچوبِ شش گزی ماند    که بود هر لگدش را جراحتِ کاری
شدست لاغریِ من گلیمِ غیبیِ من    که باشم، وتوام از حاضران نه انگاری
منم که فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن  ق  همیگزشت ز اشقر به تیز رفتاری
چه اوفتاده که یارب کنون چو ارنائیس    بخاك وخون تپدم تن همی به ناچاری
چنان بخوردنِ غم عادیم که چون عادی    نبوده هیچگهے سیریم ز پُر خواری
نهاده همنفسان نامِ من ملك قاسم    زخونِ دیده بود بسکه جامه گلناری
رسیده بخل بفکرِ من از عَمَرْ میراث  ق  که هیچگه ندهد در سخن مرا یاری
دروغ گفته ام آن فکر نیز زنبیل است    که گم شود ز عَمَرْ در دمِ گرفتاری
چو حمزه را بجهان بعدِ مرگِ مهر نگار    ز تیغ و تاج و نگین روی داد بیزاری
نماند در نظرِ دزدِ کهنه اسلوبے    جز آن که باز کشاید دکانِ عطاری
دل است حمزهٔ ولب در فسونگری عمر است    بدا(١) لبے که ز دل نبودش مددگاری!
شد آن که بود کلامم طلسم گوهر بار    هماره(٢) نهر ز آبِ گهر دران جاری
چو حمزه، کِش بعقابین درکشید فلك،    به دامِ وام، نفس میکشم بدشواری
بقاست قرض و منم حمزهٔ و زبهر منند    چهل خلیفه تقاضائیانِ بازاری
چو ساحران همه را شغلِ آتش افشانی    چو اژدها همه را ذوقِ آدم اوباری(٣)
ز زهر مهره نشد زهرِ حمزه به، آن به    که نوشداروی نوشیروان بچنگ آری
مگر بفضلِ وی آیم برون ز بندِ بلا    چنانکه حمزه به نیروی پیرِ فرخاری
امیرِ کلبِ علیخان بهادر آن که بود    عدیلِ حمزه در اِسپَهبُدی و سالاری
درش نوازشِ طبلِ سکندری دارد    خهے بلندیِ آوازهٔ جهانداری!
بود پلارکِ افراسیابیش در کف    که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

---

(١) بدا مثل خوشا، بسیار بد. منه

(٢) هماره مخفف همواره. منه

(٣) آدم اوباری، اوباریدن بمعنی ناخائیده فرو بردن. اوبار صیغهٔ امر و در آخر تحتانی، مردم آزاری مثله. منه

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر    که در شمار نیاید همی ز بسیاری
همـہ مقابلِ مقبل به ناوك اندازی    همه مساهمِ خسرو به طاقت اظهـاری
بیا به بین که در اردوی این امیرِ کبیر    سپرده اند علمشاه را علمداری
چو قندرآن که جلودارِ حمزه بود اینك    رسیده است بخاقانِ چین جلوداری
سزد که فخر بر اقبالِ خود کند لَنْدور    ازین که یافته توقیعِ گرز برداری
مپرس بر درش از هستیِ زمرد شاه    مگر یکے بود از کافرانِ زنہـاری
شنیدۂ که خداوندِ باختر چون بود    کنون به بندگیِ خواجه گشت اقراری
گزشت آن که «چه تقدیر کرده‌ام» می گفت    بمقتضایِ غلط فہمی و غلط کاری
کنون بعجز «چه تقصیر کرده ام » گوید    ز بندگانِ خدا چون بوی رسد خواری
رموزِ حمزه فروهل⁽¹⁾ خمش نشین **غالب**    چرا مرا بسخنهایِ هرزه آزاری
ز تست رونقِ گیتی به دانش آرائی    ز تست زینتِ معنی به نغز گفتاری
قصیدۂ تو و لے کاسۂ گدائیِ تست    ستوه آمـده باشی ز رنجِ ناداری
غمین مبـاش که از گنج خانۂ نواب    خود آن قدر که بدل داشتی بدست آری
بوقتِ گدیه گدا را دعاست دست آویز    بر آر دست بدرگاهِ حضرتِ باری
چراغِ دودۂ سرور علی محمد خان    گزین همالِ تِـمُر⁽²⁾ در فنِ سپہداری
ز رویِ کلبِ علی خان همیشه روشن باد    چنانکه تابشِ مہر از سپہرِ زنگاری

## (۵۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم عرض یہ ہے۔ فقیرِ تکیه دار، روزینه خوار، غالبِ خاکسار حیران ہے که شکر بجا لائے آپکی عنـایت کا، یا ذکر کرے آپکی کرامت اور ولایت کا۔ آپ بے شبہـه رونقِ مسـندِ علم و یقین ہیں۔ تکلف بر طرف

---

(۱) فروهل بمعنی بگزار ۔ ازینجا التزام موقوف است ۔ منه

(۲) گزین بجـای گزیده مستعمل اهل زبان ۔ تمر به تحتانی مکسور و میم مضموم در ترکی فولاد را گویند ۔ واسم شاهی است از اولاد النقوا ۔ واینکه تیمور نویسند طرز املاست اعراب بالحروف ۔ منه

امیرالمسلمین هین . یه نه فقط از رویِ ارادت هے . بلکه یهان مشاهدۂ خرقِ عادت هے . ان دنون مین متفرقات کے قرضدار[1] سرگرمِ تقاضا بلکه آمادۂ شور و غوغا تھے . دو سو روپیه کی هنڈوی صراحیِ آبِ حیات هوگئی . دامِ مرگ سے نجات هوگئی . لطف یه که آج بروزِ دو شنبه ۲۱ اگست کو نو بجے اولِ روز ایك قصیده کا لفافه بھیجا گیا . اوسی دن باره پر تین بجے یه کرشمۂ کرامت دیکھا گیا . قصیده کے لفافه مین ایك عرضداشت هے . اوس سے قصیده کی حقیقت ، اور خود اوس نظم سے طرزِ نگارش کی جدت ظاهر هو جائیگی . حضرت کے انبساطِ خاطر کیواسطے یه ایجاد هے . مجھے هر طرح کی نظم و نثر سے آپکی خوشی اور خوشنودی مراد هے . انجامِ قصیده مین جو قرض کے گلے پائے جائین ، اوس مجموع مین سے اهلِ بازار منهائی کئے جائین . کوٹھی والے ساهوکار « چهل خلیفه » گنے جائین .

تم سلامت رهو هزار برس    هر برسکے هون دن پچاس هزار

ترقیِ عمر و دولتِ خداوند کا طالب **غالب** . نگاشتۂ دو شنبه ۲۱ ، اور روان داشتۂ سه شنبه ۲۲ اگست سنه ۱۸٦۵ .

## (۵٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . مین طبیب نهین ، مگر تجربه کار هون . ستر برس کا آدمی هوشیار هون . اور سے یه کها نهین جاتا . حضرت پر بغیر ظاهر کئے رها نهین جاتا . خدا جانے اور طبیب کیا سمجھے هونگے که کیا تھا . میرے نزدیك به اشتراكِ معده و قلب یه مرض طاری هوا تھا . اب آپ کو حفظِ صحت کیواسطے گاه گاه نارجیلِ دریائی و جدوار کا استعمال ضرور هے .

---

(۱) میرزا صاحب نے یهان لفظ قرضدار بجای قرضخواه استعمال کیا هے . یه استعمال عامیانه هے . اسلئے اسے اونکی پریشانی اور ضعف دماغ پر محمول کرنا چاهئے . سند بنانا درست نهین هوگا .

اور معجونِ طلائی عنبری تقویتِ قلب مین مجوزۂ حکیم بہر علیخان مغفور ہے. ورقِ طلا ، عنبرِ اشہب ، عرقِ کیوڑہ ، قند . کثرتِ اجزا اس ترکیبِ خاص مین ناپسند . کثیر الاجزا اور معجونین ہین . مفرحِ بوعلی سینا ، خمیرۂ مروارید ، خمیرۂ گاؤزبانِ عنبری ، ماء اللحمِ غیر مُنَشّی ، جس مین طیور کے گوشت اور ادویۂ مفرح و مقوی حرارت و برودت مین معتدل(۱) . گاہ گاہ سکنجبین و گلاب پی لیا کیجیے . غذا مین گوشتِ طیور اکثر . بیضۂ نیم برشت اکثر . لیکن یہ خیال رہے ، کہ بیضۂ مرغ و لحمِ طیور ایک جلسہ مین تناول نفرمائیے . بکری کے گوشت کیساتھ بیضۂ مرغ جائز اور لذیذ اور مرغوب . پودینہ کا عرق ، چھوٹی الایچی کا عرق ہمیشہ دواخانے مین موجود رہے . عطریات کے استعمال مین مبالغہ . بعدِ غذا مباشرت سے پرہیز . شوربای پاچۂ گوسفند مائدۂ خاص پر موجود رہے . بحسبِ رغبتِ طبیعت نوشجان فرماتے رہئیے .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

سلامت وصحت کا طالب غالب . نگاشتۂ سہ شنبہ ، و روان داشتۂ سہ شنبہ(۲) .

## (۵۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . شرف افزا عطوفت نامہ عزِ ورود لایا . اگست ۱۸۶۵ کی تنخواہ کا سو روپیہ از روی ہنڈویِ ملفوفہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب . دو شنبہ ۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ ·

---

(۱) یہان کوئی ایک لفظ ساقط معلوم ہوتا ہی .

(۲) اس عریضہ کی جواب مین ۶ ربیع‌الثانی سنہ ۸۲ ھ مطابق ۲۹ اگست سنہ ۶۵ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : « سہ قطعۂ مفاوضۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ نادرہ کہ مضامینش مملو بہزاران در غرر معانی بود ، و ثانی مشعر رسید ہنڈوی مبلغ دو صد روپیہ ، و ثالث محتوی بر نسخہ ہای معجون وغیرہ براہ محبت معنوی متواتر یاسمین ریز گریبان وصول نشاط شمول گشتہ . . . . . حالا مزاج راقم بوجوہ خوش وخورم است » .

## (٥٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. چاہتا ہون کہ کچھ لکھون. مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون. لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبانِ فارسی و عبارتِ بلیغ لکھون. آپکے قدمون کی قسم دل نے قبول نکیا. آرائشِ گفتار نظماً او نثراً واسطے تہنیت کے ہے. کہ دل کثرتِ نشاط سے گل کی طرح کھل رہا ہے. طبیعت راہ دیتی ہے. الفاظ ڈھونڈھے جاتے ہین. معنی پیدا کئے جاتے ہین. اب مین نیم مردہ، دل پژمردہ، خاطر افسردہ، جس باب مین لفظ و معنی فراہم کیا چاہون، وہ سراسر طبع کے خلاف. جس بات کا تصور ناگوار ہو، اوسکے تذکّر سے جی کیون نہ بیقرار ہو . یہ میری قسمت کی خوبی ہے، کہ ہنوز تہنیت اور مدح کا حق ادا نہوا تھا کہ مرثیہ لکھنا پڑا. اگر ایك بات میرے خیال مین نہ آئی ہوتی، تو مجھے زندگی دشوار تھی. یعنی حضور کو ابتدای جلوس مین وہ رنج پہنچا، کہ اوس سے زیادہ تصور مین نہین آتا . پس وسادہ نشینی کی بدایت اور غمگینی کی نہایت یہ چاہتی ہے کہ اب مدة العمر ابداً موبداً حضرت کو کوئی غم نہو . ہمیشہ جہاندار و جہانستان و شاد و شادمان رہین(۱) .

تم سلامت رہو ہزار برس     ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

آپ کے قدمبوس کا طالب **غالب** . ١٨ ستمبر سنہ ١٨٦٥ .

(قطعۂ تاریخِ رحلتِ سکندر زمانی بیگم)

دریغا کہ ماند تہی قصرِ دولت     ز خاتونِ نامی سکندر زمانی
«چو سیّارِ روضہ» بود سالِ فوتش     سپس اسمِ وے باد جنت مکانی
١٢٨٢

---

(۱) سکندر زمانی بیگم نواب خلد آشیان کی بیوی تھین . انکی والد صاحبزادہ سید امداد اللہ خان ولد صاحبزادہ سید کفایت اللہ خان ولد نواب سید نصر اللہ خان بہادر ، اور والدہ آفتاب بیگم بنت صاحبزادہ سید کریم اللہ خان خلف نواب سید فیض اللہ خان بہادر تھین . سنہ ١٢٦٢ ہجری مین انکو ساتھ نواب خلد آشیان کی شادی ہوئی . نواب سید مشتاق علی خان بہادر عرش آشیان انھین کی بطن سی تھی (انتخاب یادگار، ص ٢٢٥ ، و اخبار الصنادید، ج ٢ ، ص ٢٣٠) .

## (٥٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ ہر چند آبدار خانے کے ساتھ ہونے سے پانی کی طرف سے خاطر جمع ہے، کہ حضور جو پانی ہمیشہ پیتے تھے وہی پیتے ہونگے۔ مگر ہرجِ سفر اور اختلافِ ہوا کا خیال ہے۔ توقع رکھتا ہون کہ نویدِ صحت و اعتدالِ مزاجِ اقدس سے عزِ اطلاع پاؤن۔ بُعد اگرچہ بہت نہین، لیکن طبع پر گران ہے۔ چشمِ شوق ورودِ موکبِ عالی کی نگران ہے۔ بقولِ استاد بہ تغیرِ لفظ « جو تم پھر آؤ تو حضرت پھرین ہمارے دن » ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو ہزار برس    ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دوامِ بقایِ حضور کا طالب فقیر **غالب**۔ چہار شنبہ ۸ نومبر سنہ ۱۸٦٥(۱) ۔

## (٥٨)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ مرادآباد پہنچا، بعد پالکی کے اوتر آنے کے پل کا ٹوٹ جانا، گاڑیِ اسباب یہانتک کہ رختِ خواب کا مع آدمیون کے

---

(۱) یہ خط میرزا صاحب نی رامپور سی لکھا ھی ۔ اس زمانہ مین نواب خلد آشیان دورہ پر تشریف لی گئی تھی ۔ میرزا صاحب نی شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھا ھی : « آج شنبہ ٤ نومبر کی ھی ۔ پرسون نواب صاحب دورہ کو گئی ھین ۔ فرما گئی ھین کہ دو ھفتہ مین آؤنگا ۔ آکر چار روز یہان رھین گی ۔ پھر نمایشگاہ بریلی کی سیر کو جائین گی » (اردوی معلی، ص ٣٢٠) ۔ حکیم غلام نجف خان کی نام کی مکتوب سی معلوم ھوتا ھی کہ ١٢ نومبر کی صبح تك واپس تشریف نہین لائی تھی ۔ فرماتی ھین : « نوابصاحب دوری سی یا آج شام کو یا کل آجائینگی ۔ جشن جمشیدی کی تیاریان ھو رھی ھین » (ایضاً، ص ٣٣١) ۔
مولانا حالی مرحوم نی یادگار غالب (ص ٤٢، نامی پریس) مین لکھا ھی : « چند روز بعد نواب کلب علیخان مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سی ملنی کو بریلی جانا ھوا ۔ انکی روانگی کی وقت مرزا بھی موجود تھی ۔ چلتی وقت نوابصاحب نی معمولی طور پر مرزا صاحب سی کہا 'خدا کی سپرد' ۔ مرزا نی کہا 'حضرت خدا نی تو مجھی آپ کی سپرد کیا ھی ۔ آپ پھر الٹا مجھکو خدا کی سپرد کرتی ھین' » ۔ صاحب اخبار الصنادید (ج ٢، ص ١٣٧) نی بھی اس لطیفہ کو نقل کیا ھی ۔ اور بہ تتبع حالی لطیفہ کا زمانۂ وقوع روانگی بریلی بتایا ھی ۔ لیکن میری ناقصِ رای مین دورۂ مذکور پر جاتی وقت یہ لطیفہ کہا گیا ھوگا ۔ واللہ اعلم ۔

اوسی زمہریر کے میدان مین رہنا ، بغیر جاڑے کے کچھ نہ کھانا ، خیر جو اونپر گزری وہ جانین . مین مرادآباد کی سرا مین ایک چھوٹی سی حویلی مین ٹھہرا . بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑرہا . یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

✡ گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے ✡
✡ تب امان ہجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے ✡

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا . صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر(۱) کے بھیجے ہوئے دو فرشتے آئے ، اوٹھاکر سعیدالدین خانصاحب(۲) کے ہان لیگئے . صاحبزادہ صاحب نے وہ تعظیم و تکریم اور سعیدالدین خانصاحب نے وہ تکریم و تعظیم کی کہ میری ارزش سے زیادہ تھی . ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدرالصدور(۳) آئے ، اور مجھے اپنے گھر لیگئے . پانچ دن وہان رہا . بھائی نواب مصطفی خان بہادر(٤) وہین مجھسے آکر ملے . دوسرے دن وہ رہگرای ِ

---

(۱) صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر کی متعلق صاحب انتخاب یادگار (ص ۳۹۰) کہتی ہین : « نیر ، صاحبزادہ محمد ممتاز علیخان ولد صاحبزادہ محمد اعجاز علیخان ولد صاحبزادہ نیاز علیخان ولد صاحبزادہ حسن علیخان ولد جناب مستطاب نواب محمد فیض اللہ خانصاحب بہادر عرش منزل طاب ثراہم . ستائیس برس کا سن ہی . میر احمد علی رسا کی شاگرد ہین . یہ صاحبزادی نہایت اہلیت شعار ہین . خوش خلق وخوش اطوار ہین . یہ اونکا کلام ہی :

شوق ہر چند یہ کہتا تھا کہ بوسی لیجی پر ترا نقش قدم مجھسی مٹایا نگیا »

صاحبزادہ صاحب کو نواب سعید الدین احمد خانصاحب فاروقی کی صاحبزادی منسوب تھین . اس تقریب سی مرادآباد مین سکونت پزیر ہوگئی تھی . اور وہین انتقال کیا .

(۲) نواب محمد سعید الدین احمد خانصاحب نواب محمد الدین احمد خانصاحب کی بیٹی اور نواب مجید الدین احمد خانصاحب عرف نواب مجو خان مرادآبادی کی چھوٹی بھائی تھی . ان کی آباء واجداد مین سی ایک بزرگ قاضی عصمت اللہ فاروقی تھی . یہ نواب عصمت اللہ خان بہادر کی لقب سی مفتخر اور عہد عالمگیری مین مختلف صوبون کی گورنر رہ چکی تھی . خود نواب مجو خان بھی بہت بڑی جاگیر کی وارث تھی . لیکن غدر سنہ ۵۷ ع مین بجرم بغاوت انہین پھانسی دیدیگئی ، اور اوسوقت سی اس خاندان پر زوال آگیا . مراد آباد مین اس خاندان کی اخلاف أب بھی موجود ہین . نواب سعید الدین خانصاحب کی ایک تصنیف « لب لباب رمل » کتابخانۂ ریاست مین محفوظ ہی . یہ نسخہ بڑی اہتمام سی لکھا گیا ہی . اسلئی خیال ہوتا ہی کہ خود مصنف نی تیار کرایا ہوگا . اس کی دیباچہ مین اونھون نی اپنی خاندان کی ابتدائی تاریخ اور بعد ازان سنہ ۵۷ ع مین اسکی بربادی پر ایک مختصر نوٹ لکھا ہی .

(۳) محمد حسن خانصاحب صدرالصدور مرادآباد کی متعلق کچھ معلوم نہوسکا .

(٤) نواب مصطفی خان بہادر فرزند عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب مرتضی خان بہادر ، جہانگیرآباد کی (باقی)

دارالسرورِ رامپور، اور مین جاده نوردِ ستم آبادِ دهلی هوا. دو شنبه ٢٠ شعبان ١٢٨٢ ، ٨ جنوری ١٨٦٦ درِ غمکده پر پهنچا. حضور کے اقبال کی تائید تهی. ورنه مین اور جیتا دلّی پهنچتا(١).

مغلوبِ غلبهٔ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود
از رامپور زنده بدهلی رسیده است
ما را بدین گیاهِ ضعیف این گمان نبود(٢)

---

(بقیه) جاگیر دار اور بڑی صاحب علم وخوش گفتار شاعر تهی. اردو مین شیفته اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتی تهی (اردوی معلی، ص ١٠١). ابتداءً حکیم مومن خان سی مشورهٔ سخن رها. ان کی انتقال کی بعد میرزا صاحب سی اصلاح لینی لگی تهی. انهون نی اردو شعرا کا ایك قابل استناد تذکره «گلشن بیخار» فارسی زبان مین تصنیف کرکی خود شایع کیا هی. آشوب غدر مین شیفته بهی مشتبه قرار دئی گئی تهی. لیکن آخر کار بری هوگئی. میرزا صاحب سی ان کی بهت مخلصانه روابط تهی. چنانچه جب میرزا صاحب قماربازی کی الزام مین قید کیی گئی تهی تو انهون نی بڑی همدردی کا اظهار کیا تها. حبسیه مین میرزا صاحب نی اس خلوص کا اس طرح اعتراف کیا هی:

خود چرا خون خورم از غم که به غمخواری من    رحمت حق به لباس بشر آمد گوئی
خواجهٔ هست درین شهر که از پرسش وی    پایهٔ خویشتنم در نظر آمد گوئی
مصطفی خان که درین واقعه غمخوار منست    گر بمیرم، چه غم از مرگ، عزادار منست

شیفته نی ٦٣ سال کی عمر مین سنه ١٢٨٦ ﻫ (١٨٦٩ ع) کو وفات پائی.

(١) میرزا صاحب کو یه مصیبت رامپور سی واپسی کیوقت برداشت کرنی پڑی تهی. وه سنیچر کی دن ٧ اکتوبر سنه ١٨٦٥ ع کو دلی سی روانا هوی. اور بعد قطع منازل سته پنجشنبه ١٢ اکتوبر کو رامپور پهنچی. باقر علیخان اور حسین علیخان اس مرتبه بهی ساتهه تهی. نواب خلد آشیان نی اپنا مهمان خاص بنایا. جرنیلی کی کوٹهی اقامت کیلئی عطا فرمائی اور تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نکی. آخر مین کهانی کی، اور گهوڑون اور بیلون کی گهاس دانی کی نقدی مقرر کر دی تهی. جشن تخت نشینی کی بعد میرزا صاحب نی دونون لڑکون کو روانا کردیا. سرکار نی وقت رخصت ایك ایك دوشالا مرحمت کیا. میرزا صاحب خود جمعرات کی دن ٢٢ دسمبر کو رامپور سی روانا هوئی. لیکن سوء اتفاق سی عرض راه مین بیمار هوکر مرادآباد مین ٥ دن ٹهرنا پڑا. اسلئی ٨ جنوری سنه١٨٦٦ ع کو دن کی گیارا بجی دلی پهنچی. اس سفر مین اونکی دلی سی باهر رهنی کی کل مدت تین ماه هوتی هی. مزید تفصیل دیباچه مین ملاحظه هو.

(٢) میرزا صاحب نی یه قطعه سفر کلکته کی سلسه مین لکها تها. رای چهج مل کهتری کو سفر مذکور کی واقعات پر مشتمل ایك خط لکها هی، جو پنج آهنگ کی ص ١٠٠ پر درج هی. اوس خط مین یه قطعه موجود هی. لیکن وهان بجای «غلبهٔ غم» (سطوت غم) اور بجای مصرع ثالث (گویند زنده تا به بنارس رسیده است) تحریر هی.

تم سلامت رهو قیامت تک   دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب. چار شنبه ۲۲ شعبان و ۱۰ جنوری سالِ جشنِ حضور(۱).

### (۵۹)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامهٔ والا کے مشاهده نے مجکو میری حیات پر یقین عنایت کیا. اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سے رامپور تک ذوقِ قدمبوس مین جوانانه گیا. اختلافاتِ آب و هوا و تفرقهٔ اوقاتِ غذا کو هرگز نمانا. اور رنجِ راه کو هرگز خیال مین نه لایا. وقتِ معاودت اندوهِ فراق نے وه فشار دیا، که جوهرِ روح گداز پاکر هر بنِ موسے ٹپک گیا. اگر آپ کے اقبال کی تائید نهوتی، تو دلی تک میرا زنده پهنچنا محال تها. جاڑا، مینهه، قبض و انقباض، فقدانِ جوع، فاقههایِ متواتر، منزلهایِ نامانوس، هاپوڑ تک آفتاب کا نظر نه آنا، شب و روز هوایِ زمهریر کا جانگزا رهنا. بارے هاپوڑ سے چلکر نیر اعظم کی صورت دکهائی دی. دهوپ کهاتا هوا دلی پهنچا. ایک هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا که اس سفر سے پهلے تها. خدا وه دن کرے که پهر اوس در پر پهنچون(۲).

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار
نجات کا طالب غالب. ۲۱ جنوری سنه ۱۸۶۶.

---

(۱) لفافه پر ۱۰ جنوری سنه ۱۸۶۶ تحریر هی.

(۲) نواب خلد آشیان کو میرزا صاحب کی مصائب سفر کی روداد نواب مصطفی خان بهادر کی زبانی معلوم هوئی، تو اونهون نی ۱۷ شعبان سنه ۸۲ ه مطابق ۵ جنوری سنه ۶۶ ع کو مرادآباد کی پته پر میرزا صاحب کو تحریر فرمایا: «زبانی نواب مصطفی خان بهادر کی دریافت هوا، که مرادآباد مین کچه طبیعت آپکی علیل هوگئی هی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا هوا. اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی که خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر هنوز طبیعت مائل باعتدال نهو، اور آپکا اراده قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت هو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے. یهان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا».

لیکن فرمان کی اصل مثل مین موجود هی، اور اوس کی لفافه پر تحریر هی که «خط هذا هرکارهٔ برنده از مرادآباد بجهت تشریف فرما شدن مرزا نوشه صاحب به دهلی واپس آورد. مرقوم ۲۱ شعبان (باق)

## (٦٠)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . اپنا حال اس سے زیاده کیا لکهون که آگے ناتوان تها ، اور اب نیمجان هون . برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاهده کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وه مسموع و مقبول هو(١) .

حضور اس مطلع کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاهتا هون .

هم در قیام زنده نیم کز برای خویش  آنوقت لای نافیه ام از دوپای خویش

ایك غزل نئی طرز کی نئی بحر مین عرض کرتا هون(٢) . یه جشنِ حال کی نذر هے . خدا کرے مقبول هو . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس  هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب** . ٢٩ مارچ سنه ١٨٦٦ .

بحر هزج مثمن سالم
فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

✡ ای خداوندِ خردمند و جهان داورِ دانا ✡
✡ وی به نیروی خرد بر همه کردار توانا ✡

---

(بقیه) سنه ١٢٨٢ ه» . اس سے معلوم هوتا هے که مرزا صاحب کو فرمان موصول نهوا . مگر اس عرصه مین اونکا عریضه نمبر (٥٨) رامپور پهنچ گیا . اس کے جواب مین سرکار نے ١٥ جنوری کو تحریر فرمایا : «جو که وقت اطلاع انحراف طبیعت آپکی مرکز اعتدال سے بمقام مرادآباد رقیمة الوداد اس مضمون سے که اگر اراده قیام مرادآباد کا واسطے معالجه کے هو ، تو رامپور کو معاودت کیجے ، یهان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا ، همدست هرکاره کو بهیجا گیا تها . لیکن آپ وهان سے روانا دهلی کو هو گئے تهے . هرکاره خط واپس لایا اوسروز سے کمال انتظار وصول مفاوضه خیریت کا تها . الحمد لله که وصول نمیقهٔ لطف آگین باعث اطمینان هوا » . میرزا صاحب کا عریضه نمبر (٥٩) اسی فرمان کا جواب هے .

(١) میرزا صاحب نے ١٢ مئی سنه ٦٦ ع کو منشی حبیب الله خان ذکا کے نام ایك خط مین اس سے ملتے جلتے الفاظ مین اپنی حالت بیان کی هے . فرماتے هین : «آگے ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگے بهرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کے سفر کا ره آورد هے رعشه و ضعف بصر . جهان چار سطرین لکهین . اونگلیان ٹیڑهی هو گئین . حرف سوجهنے سے رهگئے» (اردوی معلی ، ص ٣٨) .

(٢) یه غزل کلیات نظم فارسی مین موجود نهین هے .

ای برفتار و بدیدار، بزیبائی و خوبی
سروِ نوخاستہ آسا، مہِ ناکاستہ مانا
بہ ادا پایہ فزایا، بنظر عقدہ کشایا
بکرم ابرِ عطایا، بغضب برق سنانا
بہ نگہ خستہ نوازا، بسخن بذلہ طرازا
بہ قلم غالیہ سایا، بہ نفس عطر فشانا
شہ نشان کلبِ علیخان کہ توئی یوسفِ ثانی
نبود ثانی و ہمتایِ تو در دہر ہمانا
دانم از حال و مآلم خبرے داشتہ باشی
سر نوشتِ ازلی گرچہ ندارد خطِ خوانا
دشمنم چرخ و تو بینی و نسوزی بعتابش
بہ عدو صاعقہ ریزا، بہ محب فیضرسانا
جانشینِ تو کند نامِ ترا زندہ بگیتی
باد فردوسِ برین جایِ تو فردوس مکانا
غالب از غم چہ خروشی، بتو زیباست خموشی
یا کریمِ ہمہ دان ہیچ مگو ہیچ مدانا

## (۶۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ منشورِ مکرمت ظہور مع ہنڈوی عزِ ورود لایا ۔ سو روپیہ تنخواہِ اپریل سنہ ۱۸۶۶ کا معرضِ وصول مین آیا ۔ زیادہ، حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب ۔ ۱۴ مئی سنہ ۱۸۶۶ عیسوی(۱) ۔

---

(۱) اس عریضہ کے لفافہ پر ۱۵ مئی سنہ ۱۸۶۶ تحریر ہین ۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا ۔

## (۶۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . کل ایک عرضداشت مع ایک غزل کے ڈاک مین بھیجی گئی(۱) . شام کو منشورِ عطوفت مع ہنڈویِ تنخواہِ مئی سنہ ۱۸۶۶ عزِ ورود لایا . سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا . آج صبحدم وقتِ تحریر اس عرضی کے حضرت فردوس مکان کا دیوان پیشِ نظر تھا . اوس مین یہ شعر نظر پڑا . اوسکے مضمونِ حکیمانہ و عارفانہ نے بڑا مزہ دیا . یقین ہے کہ اوسکو پڑھکر حضرت بھی حظ اٹھائینگے .

☆ وہ جسطرح سے جسے چاہے اوسطرح پالے ☆
☆ کسیکا کچھ نہین پروردگار پر لینا ☆

تم سلامت رھو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عرضۂ اسد اللہِ ترقی خواہ . معروضۂ دہم جون سنہ ۱۸۶۶ .

## (۶۳)

(قطعہ در گزارشِ سپاسِ یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جہانگیر نگری

☆ مولوی احمد علی احمد(۲) تخلص نسخۂ ☆
☆ در خصوصِ گفتگویِ پارس انشا کردہ است ☆

---

(۱) میرزا صاحب کا محولۂ بالا خط اور غزل مثل مین موجود نہین ہین .

(۲) مولوی احمد علی احمد تخلص جہانگیر نگر (بنگال) کی باشندی اور مدرسۂ کلکتہ کی مدرس تھی . انھون نی میرزا صاحب کی قاطع برہان کی جواب مین « موید برہان » نامی رسالہ تصنیف کیا تھا . مذکورۂ بالا قطعہ اوسکا جواب ھی (اردوی معلی ، ص ۴۴) . میرزا صاحب نی موید برہان اور چند دیگر رسائل کی جواب مین تیغ تیز نامی رسالہ بھی لکھا ھی . اوس مین آغا احمد علی کی باری مین لکھتی ہین : « عربیت مین امین الدین سی بڑھکر ، فارسیت مین برابر ، فحش و ناسزا گوئی مین کمتر . جتنی الفاظ تذلیل کی ہین ، وہ چن چنکر میری واسطی استعمال کئی ، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہین ، شاعر نہین ، آخر (باقی)

✡ کیچ و مکران راکه در سند است وازایران جدا ✡
✡ شاملِ اقلیمِ ایران بے محابا کرده است ✡
✡ قومِ براُچ را بایرانی نژادان داده خلط ✡
✡ ترکِ ترکانِ سمرقند و بخارا کرده است ✡
✡ در جهان توام بود رویِ وی و پشتِ قتیل ✡
✡ پیشوایِ خویش هندوزادۂ را کرده است ✡
✡ هندیان را در زباندانی مسلم داشته ✡
✡ تاچه اندر خاطرِ والایِ او جا کرده است ✡
✡ خوش برآمد باهمه هندوستان زایان چه خوش ! ✡
✡ تکیه آرے بر ولادتگاهِ آبا کرده است ✡
✡ هرکه بینی با زبانِ مولدِ خود آشناست ✡
✡ سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کرده است ✡
✡ خواجه را از اصفهانی بودنِ آبا چه سود؟ ✡
✡ خالقش در کشورِ بنگاله پیدا کرده است ✡

---

(بقیه) شرافت و امارت مین ایك پایه رکهتا هی۔ صاحب عز و شان هی۔ عالی خاندان هی۔ امرای هند، روسای هند، مهاراجگان هند سب اسکو جانتے هین۔ رئیس زادگان سرکار انگریزی مین گنا جاتا هی۔ بادشاه کی سرکار سی نجم الدوله خطاب هی۔ گورمنٹ کی دفتر مین 'خانصاحب بسیار مهربان دوستان' القاب هی۔ جس کو گورمنٹ خانصاحب لکهتی هی۔ اس کو سڑی اور کتا اور گدها کیونکر لکهون۔ فی الحقیقت یه تذلیل بفحوای 'ضرب الغلام اهانة المولی' گورمنٹ بهادر کی توهین اور وضیع و شریف هند کی مخالفت هی۔ میرا کیا بگڑا۔ مولوی نی اپنا پاجی پن ظاهر کیا۔ مین نی امین بیدین کو شیطان کی حواله کیا۔ اور احمد علی کی الفاظ مذموم سی قطع نظر کیا۔ اور ان کی مطالب علمی کا جواب اپنی ذمه لیا» (تیغ تیز، بحوالۂ غالب، ص ۳٤۷). مرزا صاحب کی اس قطعه کی جواب مین آغا احمد علی کی ایك شاگرد فدا سلهٹی نی اسی زمین مین قطعه لکها، جس کا جواب غالب کی دو شاگردون باقر علی خان باقر اور فخرالدین حسین خان سخن نی اسی بحر وقافیه مین دیا۔ فدا نی ان کی دونون قطعون کا جواب الجواب لکها۔ اور ان سب کو بالترتیب «تیغ تیز تر» مین شایع کیا۔ کتابخانه مین یه کتاب موجود هی۔ اور اپنی دلچسپی کی بنا پر قابل مطالعه هی۔ مولوی احمد علی نی سنه ۱۲۸۰ ف مین انتقال کیا (تاریخ لطیف مصنفه مهدیعلیخان تحویلدار کتب خانه، ص ۱۵)۔ یه سال فصلی سنه ۱۲۹۰ ه اور سنه ۱۸۷۳ ع کی مطابق هوگا (تشریح السنین قلمی، ص ۱۷۹، فن هیئت اردو نمبر ۱)۔

با قتیل و جامعِ برهان و لاله ٹیك چند
لابۂ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است
داوریگاہے بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلی کرده است
گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرّا کرده است
کرده است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر
ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کرده است
میلِ او با هر کسے از هند و حیفش خاصِ من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است
مطلب از بد گفتنِ من چیست؟ گوئی، نیکمرد
مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کرده است
ور چنین نبود چنان باشد که در عرضِ کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است
صاحبِ علم و ادب، وانگه ز افراطِ غضب
چون سفیهان دفترِ نفرین و ذم وا کرده است
در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد، بلے
ننگ دارد علم از کاریکه آغا کرده است
انتقامِ جامعِ «برهانِ قاطع» می کشد
آنچه ما کردیم با وی، خواجه با ما کرده است
من سپاهی زاده ام، گفتارِ من باید درشت
واے بر وے گر به تقلیدِ من اینها کرده است
زشت گفتم، لیك دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعے که دارم این تقاضا کرده است

میکند تائیدِ «برهان»، لیك برهان ناپدید
نیست جز تسلیمِ قولش هرچه انشا کرده است
سستیِ طرزِ خرامِ خامهٔ «برهان» نگار
یا نمیدانست، یا دانسته اخفا کرده است
بهرِ من توهین و بهرِ خویش تحسین جا بجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است
آید و بیند همان اندر کتابِ مولوی
هرچه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است
لغو و حشو و ادعایِ محض و اطنابِ ممل
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است
بگزر از معنی، همین الفاظِ برهم بسته بین
باده نبود، شیشه و ساغر مهیا کرده است
یافتم از دیدنِ تاریخهایِ آن کتاب
خود بدم گفت و باحبابِ خود ایما کرده است
غازیان همراهِ خویش آورده از بهرِ جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است
جوش زد از غایتِ قهر و غضب خون در دلش
تا زبانش را بدین کَلْپَتَره(۱) گویا کرده است
آتشِ خشمی که سوزد صاحبِ خود را نخست
در دلش، همچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشك و حسد
یاد غالب خسته تر گر خسته پروا کرده است

---

(۱) کلپتره بفتح کاف و سکون لام و فتح بای فارسی احمقانه کلام.

از جانبِ آمرزشخواهِ جرمِ بیراهه روی **اسد الله خانِ غالب** دهلوی ] (١) .

## ( ٦٤ )

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج شنبه ١٠ ماهِ اگست سنه ١٨٦٦ کی هے . فقیر چشم براه تها ، که اب ڈاك کا هرکاره آتا هے ، اور هنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامه لاتا هے . ناگاه اسوقت ڈاك کا آدمی ایك خط برخوردار منشی سیلچند (٢) کا لایا . اوس مین مندرج تها که تو نے جون سنه حال کی تنخواه کی رسید کیون نه بهیجی . اور بعد اسکے یه لکها تها که جولائی کی تنخواه کی چٹهیان هوتی جاتی هین . اب دو ایکدن مین تیری تنخواه بهی بهیجی جائیگی . متحیر که یا رب مین حسبِ معمول تنخواهِ جون کی رسید ارسال کرچکا هون . اب دوباره رسید کیون مانگی جاتی هے . پهر یه تو گویا پیامِ مرگ تها که جولائی کی تنخواه اب روانا هوگی . یا رب ١٠ کو وعده ، ١٣ ، ١٤ کو چلے گی . بیسوین تك مجهے پهنچیگی . اور میرا حال یه که انگریزی تنخواه گهر مین اور کچه قرض کی قسط مین جاتی هے . حضور کے عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا هے . عالم‌الغیب جانتا هے جسطرح گزرتی هے . چار سو ساڑهے چار سو کا قرض باقی هے . اب کوئی قرض بهی نهین دیتا . خلاصه دو عرضین هین . ایك تو یه که مین جون کی تنخواه کی رسید بهیج چکا هون . اگر ڈاك مین تلف هوگئی هو تو اور لکه بهیجون . دوسری یه که اس مهینے کی ، یعنی جولائی کی ، تو تنخواه خیر ٢٠ ماهِ اگست تك پهنچ جائیگی . آینده کو حکم هو جائے که هر مهینے کی پهلی دوسری کو فقیر کی تنخواه ، که وه محض صیغۂ خیرات هے ، بهیجی جایا کرے .

---

(١) دارالانشاء کی فائل مین یه قطعه منسلك اور اسکی لفافه پر ٣١ جولائی سنه ١٨٦٦ع تاریخ درج هی . مرزا صاحب نی اسکو اکمل المطابع مین یکرخه طبع کراکی اپنی احباب کو تحفة بهیجا تها . چونکه یه بغیر عریضه کی نوابصاحب کو ارسال کیا گیا تها ، اسلئی میتو متن مین شامل کرنا مناسب خیال کیا .

(٢) منشی سیلچند کیلئی خط نمبر ١٠٩ کا ذیل ملاحظه هو .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب **غالب** .

## (٦٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے. پهلے اپنا حال عرض کر لون ، تب کچھ اور مدعا لکھون . غم نے بشمول بڑهاپے کے پست و مضمحل کر دیا هے . حضرت کے قدمون کی قسم ! نه حواس درست ، نه رای صحیح . برسون سے مکروهات مین مبتلا رهتے رهتے اب طاقت تحمل کی نرهی . خدا جانے کیا هوتا هے ، کیا سمجهتا هون . کیا کرنا چاهئے ، کیا کرتا هون . کل آخرِ روز میر منشیِ حضور کا خط آیا . جون کی تنخواه کی رسید کے نه پهنچنے کی اطلاع پائی . تهیدستی و قرض کے رنج مین خستهٔ و آزرده بیٹها تها . اوسی وقت عرضی لکهی . اگرچه ڈاك کا وقت نتها ، مگر بهیجدی . آج آخرِ روز توقیعِ وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا . هنڈوی مختار کار کو دی ، اور یه عرضی لکهنے بیٹها . لکهکر لفافه کر رکهتا هون . کل صبحدم ڈاك مین بهیجدونگا . اگر عرضیِ سابق مین کوئی بات گستاخی و دیوانگی و بدحواسی کی هو ، تو فقیر کی خطا معاف هو . میر منشی صاحب کے اگر مخالفِ طبع کوئی لفظ هو تو وه بهی در گزر کرین . جون کی تنخواه کی رسید کا لفافه ڈاك مین گم هوگیا هوگا . اگر مین بهی بهول گیا هون تو بعید نهین . بلکه اغلب هے که غالب کو سهو هوا هو . ملازمانِ درِ دولت پر ظاهر هو که جون کی تنخواه جولائی مین ، اور جولائی کی اگست مین مین نے پائی . آینده هر انگریزی مهینے کی دوسری تیسری کو روانگیِ هنڈوی کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب(١) .

---

(١) نواب خلد آشیان نی ١٣ ربیع الثانی سنه ٨٣ ه مطابق ٢٥ اگست سنه ٦٦ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «رسید ثانی ضرور نهین هی . اور حسب الایما واسطی بهیجی جانی هنڈوی مشاهره آپکی اسطور پر که تاریخ پهلی یا دوسری تك آپکی پاس پهونچ جایا کری ، حکم بنام اهالی سرشته کی صادر هوگیا هی» .

تم سلامت رهو هزار برس        هر برس کے هون دن پچاس هزار

١٣ اگست سنه ١٨٦٦ . عفو و رحم کا طالب **غالب** .

## (٦٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت مد ظله العالی .

بعدِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ وقیع مع دیباچۂ شرحِ اشعارِ بدرِ چاچی(١) عزِ ورود لایا . کیا عرض کرون که کیا عالم نظر آیا . واقعی افتتاحِ کلام بطرزِ میرزا طاهر وحید(٢) ، اور پھر نگارشِ مطالب بشیوۂ میرزا جلالایِ طباطبائی(٣) ہے . لیکن دونون صورتون مین دیباچۂ اعجازِ خسروی(٤) کا رنگ جلوه گر ہے . پس ناقدِ بصیر کے نزدیك یه نگارش ، طاهرِ وحید اور جلالا کی عبارت سے بہتر ہے . یه عرضداشت جلد بھیجتا هون ، تا که حضرت پر پہنچنا اوس دیباچه یا تقریظ کا ظاهر هوجائے .

برسات ایسی هوئی ہے که مین باون ترپن برس سے یہان رهتا هون .

---

(١) بدرالدین محمد چاچی ، چاچ (تاشقند) کی رهنی والی تهی ، سلطان محمد بن تغلق (سنه ٧٢٥ ھ - ٧٥٢ ھ) کی عهد مین هندوستان آئی . اور اوسکی مدح سرائی مین اپنی عمر کا بڑا حصه گزارا . سلطان محمد بڑا علم دوست بادشاه تها ، اوسنی انکی کافی قدر و منزلت کی ، اور « فخرالزمان » خطاب دیا . بدر نی سنه ٧٥٤ ھ (١٣٥٣ ع) مین انتقال کیا . انکی قصائد شهرت عام کی مالك هین . لیکن تلمیحات وکنایات کی افراط کی سبب سی شیرینی غائب هوگئی هی .

(٢) میرزا طاهر وحید بن میرزا حسین خان قزوینی مشهور شاعر اور نثار هی . یه قزوین مین پیدا هوا . سنه ١٠٥٥ ھ (١٦٤٥ ع) مین شاه عباس صفوی نی اپنا مجلس نویس مقرر کیا ، سنه ١١٠١ ھ (١٦٨٩ ع) مین وزیر بنایا گیا ، اور ١٨ سال تك اسی عهده پر رها . یه فن انشاء مین خاص طرز کا مالك هی . لیکن اشعار کی شهرت صرف عهدۂ وزارت کی بدولت هوئی . طاهر کی تاریخ وفات مین اختلاف هی . بعض سنه ١١٠٥ ھ اور بعض سنه ١١٠٨ ھ لکهتی هین . لیکن ریو نی لکها هی که تقریباً سنه ١١٢٠ ھ (١٧٠٨ ع) مین انتقال کیا .

(٣) میرزا جلالائی طباطبائی اصفهان مین پیدا هوا . سنه ١٠٤٤ ھ (١٦٣٤ ع) مین هندوستان آیا ، اور شاه جهان کی دربار کا مورخ مقرر هوا . مگر ابهی ٥ سال کی تاریخ لکهنی پایا تها که حساد نی سازش کی ، اور کام رك گیا . یه بهی انشاء مین ایك خاص طرز کا مالك هی .

(٤) اعجاز خسروی امیر خسرو دهلوی متوفی سنه ٧٢٥ ھ (١٣٢٥ ع) کی تصنیف هی . یه نثر کی ممتاز کتابون مین شمار هوتی هی ، اور نولکشور پریس لکهنو مین طبع هوچکی هی .

عرش آرامگاہ اکبر شاہ(۱) کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی ، یا امسال نظر آئی ہے ۔ اوراقِ مرسلۂ حضور مومین جامہ مین لپیٹ کر بسبیل پارسل ارسال کرونگا ، یا پرسون دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو ۔

تم سلامت رہو ہزار برس    ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

روزِ شنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ۔ نجات کا طالب غالب(۲) ۔

## (۶۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا ۔ سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۶ معرضِ وصول مین آیا ۔

نثرِ نثرہ نثار(۳) کے اوراق ۳ ستمبر ماہِ حال کو ارسال ہوئے ہین ۔ نظرِ انور سے گزرے ہونگے ۔

---

(۱) اکبر شاہ، شاہ عالم کا لڑکا اور دہلی کی آخری بادشاہ ظفر کا باپ تھا ۔ ۲۳ اپریل سنہ ۱۷۶۰ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۱۷۳ ھ کو پیدا ہوا ۔ اور ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۰۶ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۲۴۸ ھ کو ۴۸ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا ۔ اسنی ۳۱ سال سلطنت کی ، اور ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ ع مطابق ۲۸ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۵۳ ھ کو جمعہ کی دن فوت ہوا ۔ اکبر شاہ شاعر بھی تھا ، اور شعاع تخلص کرتا تھا ۔

(۲) میرزا صاحب کا یہ عریضہ نواب خلد آشیان کی فرمان مورخۂ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۷ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کا جواب ہی ۔ القاب وآداب کی بعد نوابصاحب نی تحریر فرمایا ہی : «...... درین ولا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی از نوك قلم جلوہ خیز گردیدہ ۔ اولا بر دیباچۂ صور عبد الرحمن وحید وما بقی بر طرز جلالای طباطبائی نگاشتہ ام ۔ چون زیور اصلاح در گنج خانۂ عالی طبیعت آن استاد زمان مخزونست ، بہمین نظر آن نقش باطل را مرسل ساختہ ، مرقوم کہ آنچہ فطرت کمالت سرشار نہ پسندد ، خامۂ اعجاز نگار را بر پرچۂ ثانیہ علاوہ ازین مجموعۂ پریشانی بہ تلافیش تکلیف تحریر دہند ۔ وباسرع ازمنہ دیدۂ سفیدان این دیار را از سرمۂ جواہر آگین جواب باصواب مسرور وشادمان سازند» ۔ شرح قصائد بدر چاچی ، جسکا فرمان مین ذکر ہی ، مولوی محمد عثمان خان بہادر مدار المہام کی تصنیف ہی ۔ خان موصوف نواب خلد آشیان کی خدمت مین عہد ولیعہدی سی آمد ورفت رکھتی تھی ۔ زبان فارسی اور حساب وغیرہ سی بخوبی واقف ، اور قدری عربی آشنا تھی ۔ جب نواب صاحب تخت نشین ہوی ، تو ان کا تقرب اور رسوخ یہانتك بڑھا ، کہ ریاست کی مدار المہام بنادئی گئی ۔ مزاج مین قدری درشتی اور جبر تھا ۔ اسوجہ سی ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو ایك پٹھان کی ہاتھ سی زخمی ہوکر ۱۲ ماہ مذکور کو انتقال کرگئی (اخبار الصنادید ، ج ۲ ، صفحہ ۱۵۲-۱۵۶) ۔

(۳) اس نثر سی مذکورۂ بالا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی مراد ہی ۔

اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا هے. فارسی دیوان کا شیرازه کهولکر چند شخصون کے حوالے کیا هے. بعدِ اتمامِ تحریر نذر کیا جائیگا(١). بهائی ضیاء الدین خان(٢) کا مجموعۀ نثر و نظمِ فارسی و اردو، سراسر دیکها هوا میرا، جو اونکے کتابخانه مین تها، غدر مین لٹ گیا. بعدِ غدر ذوقِ شعر باطل اور دل افسرده هو گیا. دو تین غزلین، فارسی، هندی، جو لکهی هین، اوسکا انتخاب بهی پهنچیگا.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

---

(١) نواب صاحب نے ١٣ ربیع الثانی سنه ١٢٨٣ ه مطابق ٢٥ اگست سنه ١٨٦٦ ع کو میرزا صاحب کو تحریر فرمایا تها: «... مطلب دگر، جو که راقم کو ترتیب بیاض اشعار منتخبۀ اساتذۀ پارسی و اردو کی منظور هے، اسواسطے حواله خامۀ محبت نگار کے هوتا هے که آپ انتخاب دیوان فارسی اور اردو اپنی کا فرما کر مع انتخاب کلام ضیاء الدین خانصاحب لطف کرین، تا شامل انتخاب کے، جو اس سرکار مین عمل مین آیا هے، هو جاے». میرزا صاحب نے حسب الحکم اردو دیوان کا انتخاب ٧ ستمبر کو اور فارسی کلیات کا انتخاب ٢٤ ستمبر کو ارسال کیا. یه دونون انتخابات جو حسب تصریح فرمان مورخه ١٩ جمادی الاولی سنه ١٢٨٣ ه مطابق ٣٠ ستمبر سنه ١٨٦٦ ع اس تاریخ سے قبل موصول هو چکے تهے، کتب خانه سرکاری مین محفوظ هین، اور ضروری حواشی و مقدمات کے ساتهه انشاء الله عنقریب شائع کئے جائین گے.

(٢) نوابْ ضیاء الدین احمد خان بهادر نواب احمد بخش خان والئی فیروزپور جهرکه و جاگیردار لوهارو کے خلف اصغر تهے. انکی چچازاد بهن غالب سے منسوب تهین. لیکن اس نسبتی رشته کے علاوه اهم رابطه یه تها که نوابصاحب فن شعر مین غالب کے شاگرد تهے. یه فارسی مین نیر اور اردو مین رخشان تخلص کرتے تهے (اردوی معلی، صفحه ١٠٠). انکی سلامتی ذوق وحسن طبیعت مسلم هے. خود میرزا صاحب بهی اسکے معترف تهے، اور انهین اپنا نمونه کهتے تهے. کلیات فارسی مین انکی مدح مین ایك قصیده هے. اوس مین میرزا صاحب فرماتے هین:

بنکته شیوۀ شاگرد من بمن باناست   صنم بصورت خود می تراشد آذر من
اگر چه اوست ارسطوی و من فلاطونم   بود بپایه ارسطوی من سکندر من

ضیاء الدین خان کے پاس کتابون کا بڑا نایاب ذخیره تها. الیٹ صاحب نے تاریخ هند کی ترتیب مین اوس سے استفاده کیا هے. اس کتب خانه کے متعلق مرزا صاحب لکهتے هین: «میرا ایك نسبتی بهائی هے نواب ضیاء الدین خان سلمه الله تعالی. وه میری نظم و نثر کو فراهم کرتا رهتا تها. چنانچه مجمع نثرین، اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اوسکے کتب خانه مین تهے. وه کتابخانه که، ڈر کر عرض کرتا هون، ٢٠ هزار روپیه کی مالیت کا هوگا، لٹ گیا. ایك ورق نهین رها» (عود هندی، صفحه ٢٩). نواب ضیاء الدین خان بهادر نے سنه ١٣٠٢ ه مطابق سنه ١٨٨٣ ع مین وفات پائی. میر مهدی مجروح نے مصرع «اب نه باقی رهی وه رونق شهر دهلی» سے هجری سال نکالا هے (تاریخ لطیف، ص ٢٤١).

اسد اللہِ بیدستگاہ۔ دو شنبہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶۔

## (۶۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ خاطرِ اقدس مین نگزرے کہ غالب تعمیلِ احکام مین کاہل ہے۔ بصارت مین فتور۔ ہاتھ مین رعشہ۔ حواس مختل۔ ناچار کاتب کی تلاش کی۔ شہر سراسر ویران ہے۔ کاتب کہان؟ بارے ایک دوست نے کاتب نشان دیا۔ اردو کا دیوان، اشعار پر صاد کر کے، اوسکو حوالہ کیا۔ کل وہ اجزای منقولہ آئے۔ آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کئے۔ خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا۔ اغلاط اتنے تھے کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی۔ فارسی کے کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردئیے ہین۔ جابجا اشعار پر صاد کردئیے ہین۔ وہ بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ہو رہے ہین۔ بعدِ اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس  ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحم کا طالب **غالب**۔ سہ شنبہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۶۔

(میرزا صاحب نے اصلاحِ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی کے سلسلہ مین ۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع کو ایک عریضہ روانا کیا تھا۔ مثل مین اوسکا لفافہ موجود ہے۔ میر منشی صاحب لکھتے ہین: «اصلِ خط کہ بمقدمۂ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی بود در حضورِ پرنور ماند»)(۱)۔

---

(۱) یہ عریضہ نواب صاحب کی اس تحریر کا جواب تھا: «... نامۂ محبت آئین مع تقریظ بدر چاچی ومضامین اصلاح آگین سرمہ‌کش چشم وصول گشتہ روشنی بخش عیون دیدہ سفیدان انتظار گردید۔ چنانچہ نظیر ہمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بامعان نظر ملاحظہ نشدہ مرسل داشتہ ام۔ چشم کہ اگر اقوال این ہمہ اساتذہ قابل اعتبار باشد فبہا۔ والا بعد مشاہدہ از چگونگی آن مطلع سازند۔ المرقوم ۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع»۔ اس فرمان کے ساتھ فرہنگ جہانگیری و رشیدی وغیرہ سے تلاش کرکے نظائر روانا کیے گئے تھے۔ اونکا یہان نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔

## (٦٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہون ۔ یقین ہے کہ حضرت کی نظرِ انور سے گزر گیا ہو ۔ آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ہون ۔ اور بھائی ضیاء الدینخان بہادر نے جو اوراق میرے پاس بھیجے ہین ، وہ بھی اسی پارسل مین رکھدئے ہین ۔ حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا ۔ بعدِ غدر جو کچھ کہا ہے ، وہ یہی ہے جو پہنچتا ہے ۔ اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ہے۔ قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا ۔ اگر حکم ہو تو وہ بھی بھیجون ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب **غالب** ۔ ٢٤ ستمبر سنہ ١٨٦٦ ۔

## (٧٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا ۔ سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ ستمبر سنہ ١٨٦٦ معرضِ وصول مین آیا ۔ اشعارِ فارسی و اردو پہنچے ۔ خدا کرے پسند آئین ۔ افسوس کہ برخوردار نواب مرزا خان نے میرا حال سامعۂ اقدس پر عرض نکیا ۔ حضور ملک و مال جسکو جسقدر چاہین عطا کر سکتے ہین ۔ مین آپ سے صرف راحت مانگتا ہون ۔ اور راحت منحصر اس مین ہے کہ قرضِ باقیماندہ ادا ہوجائے ، اور آیندہ قرض لینے کی حاجت نہ پڑے ۔

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

**اسد اللہ** بیدستگاہ ۔ ششم اکتوبر سنہ ١٨٦٦ ۔

## ( ٧١ )

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ اس عنایت نامے مین ایک فقره نظر پڑا که جس سے مین کانپ اوٹھا ۔ « مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بوده است »(١) ۔ یه ذلیل کو عزت دینی اور دکانِ بے رونق کی خریداری کرنی هے ۔ مین تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا هون ۔

بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایک لگاؤ تها ۔ چاهتا تها که فرهنگون سے بڑهکر کوئی ماخذ مجکو ملے ۔ بارے مراد برآئی ۔ اور اکابر پارس مین سے ایک بزرگ یهان وارد هوا ۔ اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رها ۔ اور مین نے اوس سے حقائق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کئے ۔ اب مجھسے اس امرِ خاص مین نفسِ مطمئنه حاصل هے ۔ مگر دعویِ اجتهاد نهین هے ۔ بحث کا طریق یاد نهین(٢) ۔

میان اِنجو جامعِ فرهنگِ جهانگیری(٣) ، شیخ رشید راقمِ فرهنگِ

---

(١) مرزا صاحب کی ١٩ ستمبر کی عریضه کی جواب مین نواب خلد آشیان نی جو فرمان لکها تها اوسکا اهم فقره مرزا صاحب نی نقل کیا هی ۔ نواب صاحب فرماتی هین : « ...... نیسان خامه که در تحریر معانی شعر عرفی و هم بتحقیق لفظ ارتنگ وارژنگ گوهر بار گردیده بر خاطر اخلاص فروش هر آئینه مخفی ومحتجب میماند که اکثر مالك رقابان علم لغت ارتنگ وارژنگ را بمعنی واحد پنداشته اند. وعامۂ مفسران کلام شیرازی مشار « آشیان چیدن » را مرادف آشیان بستن نگاشته . چنانچه نظیر هر یکی ملفوف عنبرین نامۂ هذاست بمطالعه خواهد رسید . معهذا اگر طبع آن اوستاد زمان به ترقیم الفاظ بالا فی الجمله نفوری داشته باشد همچنان حوالۂ قلم نمایند که مبحوث عنه را از تقریظ اصلاح شده چون نفسانیت خود محو سازم، زیرا که مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بوده است . نه از عرفی و دیگران . اما نظیریکه به نظرم گذشته است ، صرف برای اطلاع به نمیقۂ هذا مندرج گردیده . المرقوم ٢١ جمادی الاول سنه ١٢٨٣ ھ مطابق ٢ اکتوبر سنه ١٨٦٦ ع» ۔

(٢) ملا عبد الصمد کی شاگردی کی متعلق اردوی معلی مین متعدد جگه اور قاطع برهان مین ص ٧ پر میرزا صاحب نی تصریح کی هی ۔

(٣) میان انجو کا نام جمال الدین حسین بن شاه حسن انجوی شیرازی اور لقب عضد الدوله هی ۔ انکی آبا واجداد فارس کی شهرۂ آفاق شهر شیراز کی باشندی تهی ۔ یه وهین پیدا هوی ۔ بعد ازان بتلاش روزگار هندوستان آئی ، اور بقول محمد حارثی بدخشی سنه ١٠٣٥ هجری (١٦٢٦ع) مین آگره مین انتقال کیا ۔ فرهنگ جهانگیری هندوستان کی مغل بادشاه نورالدین جهانگیر بن جلال الدین اکبر کی نام معنون هی ۔

رشیدی(۱) عظمای عجم مین سے نہین. هند انکا مولد. ماخذ انکا اشعارِ قدما. هادی انکا ان کا قیاس. ٹیك چند(۲) اور سیالکوٹی مل(۳) انکے پیرو. سبحان الله هندی بهی، اور هندو بهی! نورٌ علی نور!!

فقیر اشعارِ قدما کا معتقد. اون لوگون کے کلام کا عاشق. مگر جو لغات اونکے کلام مین هین، اوسکے معنی تو اهلِ هند نے اپنے قیاس سے نکالے هین. مین انکے قیاس پر کیونکر تکیه کرون. اب جو پیر و مرشد نے لکھا که «ارتنگ و ارژنگ متحد المعنی اور آشیان ساختن و بستن و چیدن گھونسلا بنانے کے معنی پر هے»، تو مین نے بے تکلف مان لیا. لیکن نه اون صاحبون کے قیاس کے بموجب، بلکه اپنے خداوندِ نعمت (کے)(٤) حکم کے مطابق.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

انصاف کا طالب غالب. ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦٦(٥).

---

(۱) شیخ رشید کا نام عبد الرشید الحسنی هے. انکے آبا واجداد مدینهٔ منوره کے رهنے والے تھے. یه خود شهر ٹھٹه مین پیدا هوئے. منتخب اللغات اور فرهنگ رشیدی انکی تصنیف هین. خزانهٔ عامره (ص ٤٢٤، نولکشور پریس) مین انکا سال وفات ۱۰۷۷ هجری (۱٦٦٦ع) لکھا هے.

(۲) لاله ٹیکچند بهار تخلص بهار عجم کے مولف هین. یه خان آرزو متوفی سنه ۱۱٦۹ هجری (۱۷٥٥ع) کے شاگرد اور اردو، فارسی کے شاعر تھے.

(۳) سیالکوٹی مل وارسته تخلص مصطلحات شعرا کے مصنف هین. یه میر محمد علی رائج سیالکوٹی متوفی سنه ۱۱٤۹ھ (۱۷۳٦ع) کے شاگرد تھے.

(٤) یهان لفظ «کے» ساقط هوگیا هے. آینده عریضه مین مرزا صاحب نے اس عبارت کو دوهرایا هے. وهان یه لفظ موجود هے. اسلئے مین نے بریکٹ مین بڑھا دیا.

(٥) اصل خط مین سهواً ۱۷ تاریخ درج هوگئی هے. صحیح سات هے. اسلئے که اولا تو خود میرزا صاحب هی نے اس خط کے لفافه پر ۸ اکتوبر تاریخ لکھی هے. جسکے یه معنی هین که تاریخ کتابت کے دوسری دن یه خط پوسٹ کیا گیا تھا. ثانیاً نواب خلد آشیان نے اس خط کا جواب، جو آگے آرها هے، تیره اکتوبر کو دیا هے. اور ظاهر هے که جس خط کا جواب تیره کو لکھا جائے وه خود ستره کا مکتوب نہین هو سکتا. میرزا صاحب کے عریضه کے بعض کنایات سے ناخوش هوکر نوابصاحب نے جواباً تحریر فرمایا: «... مکتوب حیرت اسلوب مشعر اختراع معنی غلط نسبت هندی نژادان پیشین ودیگر اعتراضها، واین که راقم را طریقهٔ بحث یاد نیست، موصول مطالعه گشته، باعث استعجاب عظیم گردید. از آنجا که تا حال ورای تحقیق وتنقیح امور علمیه، که معاذ الله از مناظره ومناقشه بچشم حق بین دور می نماید، امری دیگر بظهور نیامده. وآنچه حالی خاطرم بود بی ریب و ریب حوالهٔ قلم دقائق سنج گردیده. لیکن می نازم بر ذهن موشگاف آن فرید زمان که (باقی)

## (٧٢)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج سه شنبه ١٦ ماه اکتوبر کے دن کو باره بجے کھانا کھاکر بیٹھا تھا ، که توقیعِ وقیع آیا . پڑھتے ھی کانپ اوٹھا ، اور عالم نظر مین تیره و تار ھوگیا . اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا ھو ، تو مجھے جنابِ الٰھی اور حضرتِ رسالت پناھی کی قسم ! اگرچه فاسق و فاجر ھون ، مگر وحدانیّتِ خدا اور نبوتِ خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون . خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا . انکارِ بحث سے مراد یه تھی ، که شعرایِ ھند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین ، یا ھندی فرھنگ لکھنے والون کے بیان مین جو نادرستی ، اور باھم جو اونکے عقول مین اختلاف ھین ، اوس مین مین کلام نهین کرتا . اپنی تحقیق کو مانے ھوئے ھون . اورون سے مجھے بحث نهین . با ھمه ضعفِ حافظه یاد ھے که آخر مین یه بھی لکھدیا تھا که « ان دونون باتون کو مین نے مانا . لیکن نه فرھنگ لکھنے والون کی رای کے بموجب . بلکه اپنے خداوند کے حکم کے

---

(بقیه) نوشته‌ام را بر بحث واجتهاد محمول نموده . امثال این کنایه های تو ، مثل نسبت استادی بجانب راقم ، ولفظ بحث ، که هر دو خلاف واقع ومورث رنج وعنا است ، نگاشتند . پس اگر آن مشفق را همچنین منظور باشد ، اشارتی سازند که واسطۂ ترسیل رسائل از فیمابین برداشته شود . ورنه بنان خامه را بامور خارج المبحث تکلیف نداده باشند ، که نتیجه اش سوای صداع الراس امری بخیال نمی رسد . وراقم پایۂ اعتبار محققان که صاحب تصانیف مقبول انام بوده اند ، از خود زیاده دانسته بحوالۂ کلام شان پرداخته . اگر نزد آن صمیم چاوید آنها قابل قبول نبود ، بایستی که بمهران نمط تحریر میساختند . مصلحت اینقدر اطناب سخن از فهم همچو منی بیرون . زیاده ازین نوشتن حکمت بلقمان آموختن است . المرقوم ٣ جمادی الثانیه سنه ١٢٨٣ هجری مطابق ١٣ اکتوبر سنه ١٨٦٦ع » . چونکه نوابصاحب کی اس فرمان سے اظهار ناخوشی وناراضگی هوتا تها . میرزا صاحب نے فوراً معذرت نامه مورخه ١٦ ماه اکتوبر لکهکر طلب عفو کیا . نوابصاحب نے معذرت قبول کرتی هوئی تحریر فرمایا : « ..... حالا که آن مهربان بتاویلش پرداختند از آن دفع شکوک لاحقه گردید . خاطر لطف مظاهر مقرون جمعیت باشد . المرقوم ٢١ جمادی الثانیه سنه ١٢٨٣ هجری مطابق ٣١ اکتوبر سنه ١٨٦٦ع » . لیکن اس کی بعد نوابصاحب نے پهر کوئی نثر اصلاح کیلئے نهین بهیجی . جسکی یه معنی هین که ان کی طبیعت کا تکدر کلیة دور نهین هوا .

مطابق » . یہ کلمہ موجبِ عتاب نہین ہوسکتا . اور اگر اسکو گناہ سمجھا جائے . « آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین » . گناہ معاف کیجیے اور نویدِ عفو سے مجکو تقویت دیجیے .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عفو کا طالب غالبؔ .

## (۷۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضور کے لشکرِ نصرت اثر کا بسپہ سالاریِ نوابِ معلی القاب جناب مہدی علیخان بہادر(۱) اکبرآباد پہنچنا، اور خیامِ فلک احتشام کا وہان نصب ہونا، اور رامپور سے اکبرآباد تك گھوڑون کی ڈاك کا بیٹھنا، اور حضرت کا سنبھل تك بسبیلِ ڈاك تشریف لیجانا، اور وہان مزاجِ اقدس کا ناساز ہونا، اور دار السلطنت کو معاودت فرمانا، یوماً فیوماً مسموع ہوا . غرض اس عرضداشت کی تحریر سے یہ ہے، کہ حصولِ جواب سے آبرو، اور خیریت و عافیتِ مزاجِ مبارك سے عز و اطلاع پاؤن .

اخبار مین مسطور، اور شہر مین مشہور ہے، کہ حضرت اجلاسِ کونسل کیواسطے حسب الحکمِ گورمنٹ کلکتہ کو تشریف لیجائین گے . نمکخوار دعا گوئی و مدح گستری مین بہانہ طلب رہتا ہے . اس تقریب کا ایك قطعۂ تاریخِ سنہ ۱۸۶۶ عیسوی رقم کیا ہے . عرض کرتا ہون . اگر پسند آئے تو اجازت ملجائے کہ اسکو کسی اخبار مین چھپوا دون(۲) :

---

(۱) صاحبزادہ سید مہدی علیخان بہادر، نواب سید غلام محمد خان بہادر کے پوتے، صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان بہادر کے بیٹے، اور نواب خلد آشیان کے چچا تھے . شعر وسخن کا شوق تھا اور نحیف تخلص کرتے تھے . ابتدا مین نواب فردوس مکان سے تلمذ تھا . آخر مین میر احمد علی رسا کے شاگرد ہوئے . ۴۷ برس کی عمر پائی . ستائیسوین ماہ رمضان کو سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ع) کو رحلت فرمائی » (انتخاب یادگار، صفحہ ۳۸۴، وتاریخ لطیف » صفحہ ۲۲۹) .

(۲) نواب خلد آشیان بہادر کے کلکتہ تشریف لیجانیکے متعلق صاحب اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۴۰) نے لکھا ہے کہ : » مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نے نواب سید کلب علی خان سے (باقی)

### قطعه

چو نواب از بهرِ اجلاسِ کونسل　　به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را　　بجو سالِ اجلاس از «بختِ فرخ»
چو گویند کز کُشتنِ وی چه خواهی　　بگو حذفِ اعدادِ «وی» اینت پاسخ

اینت لغتِ پارسی هے، مرادف خهے و زهے. اور قتل کا مشارالیه لفظ (وی) هے جس کے ١٦ عدد هین. اور (وی) کا مشار (عدو) هے. «بختِ فرخ» کے ١٨٨٢. جب اس مین سے ١٦ کم کئے تو ١٨٦٦ رهے. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس　　هر برس کے هون دن پچاس هزار

(١٨ نومبر سنه ١٨٦٦)(١).

---

(بقیه) هونهاری و بلند اقبالی کی آثار دیکهکر بهت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحده کی حضور مین رپورٹ کی. اور انهون نی لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خدمت مین نواب سید کلب علیخان کی لیاقت خدا داد کی اطلاع کی. گورنر جنرل نی باظهار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کی نواب سید کلبعلیخان کو بهی ایجسلیٹیو کونسل مین ممبر تجویز کیا. نوابصاحب نی هنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت و ضعف باقتضای عزم بلند ممبری قبول کی. ٢٠ شعبان سنه ١٢٨٣ هجری مطابق ٢٨ دسمبر سنه ١٨٦٦ ع کو رامپور سی علیگڑه تک گاڑی کی ڈاک مین اور علیگڑه سی کلکته تک تخمیناً پانسو همراهیون کیساته ریل کی ذریعه سی گئی. اثنای راه مین کانپور، الهآباد، اور بنارس وغیره هر مقام پر حکام نی استقبال کیا اور سلامی سر هوئی. مهراجه ایسری پرشاد نرائن سنگه صاحب جی، سی، ایس، آئی والی کاشی نریس نی بنارس مین بنظر اتحاد قدیمی دهوم سی دعوت کی. کلکتی مین گورنر جنرل کی طرف سی بطرز مرغوب استقبال هوا. سلامی سر هوئی. آب و هوای کلکته نی انکی مزاج سی بهی مخالفت کی. اور طبیعت جادهٔ اعتدال سی منحرف رهی. پهر بهی کونسل مین کئی اجلاس کئی. جب ناسازی زیاده بڑهی تو حسب اصرار گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سی علاج شروع هوا. ڈاکٹر کی رای هوئی که آب و هوا یهانکی انکو مخالف هی. بلکه قیام کلکته سی امراض شدید لاحق هونیکا اندیشه هی. مگر نوابصاحب نی اسی قبول نکیا. جب گورنر جنرل کو اسکا علم آیا، تو بمقتضای محبت خاص بکمال اصرار واپس کیا. ٢٧ رمضان سنه ١٢٨٣ ھ مطابق ٣ فروری سنه ١٨٦٧ ع کو کلکتی سی رامپور واپس هوئی. میرزا صاحب کی عریضه نمبر (٧٥) کی لفافه سی معلوم هوتا هی که نواب صاحب محلهٔ کاشی پور کی مکان نمبر ٥ اور ٧ مین قیام فرما هوی تهی. مرزا صاحب کا قطعهٔ تاریخ حسب‌الحکم حضور اخبار دبدبهٔ سکندری مین طبع هوا اور ٣٠ نومبر کو اسکی اطلاع ان الفاظ مین میرزا صاحب کو دیگئی: «تاریخ مذکوره که بر طرز نو و عدیم‌المثال است در اخبار دبدبهٔ سکندری رامپور طبع گردیده شد».

(١) خط مین کاتب کا نام اور تاریخ درج نهین. مین نی قوسین مین لفافه کی تاریخ اضافه کردی هی.

## (۷٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. ایك عرضداشت بھیج چکا ہون. اوسکا جواب نہین پایا(۱). امیدوار ہون کہ اس عرضداشت کے جواب سے محروم نرہون. کل دن کو دس بجے سنا کہ عالیجناب نواب مہدیعلیخان بہادر بسواریِ ریل آئے، اور املی کے محلے مین ٹھرے ہین. کھانا کھاکر فوراً سوار ہوا. وہان جاکے سنا کہ نوابصاحب ریل کے اسٹیشن پر گئے ہین. گھنٹا بھر بیٹھا رہا کہ حضرت آئے. آگے غازیآباد کے اسٹیشن پر سے سواری ہوتی تھی. اب ولی محمد سوداگر کی کوٹھی کے پاس سے(۲)، جو بیگم کے باغ کے عقب ہے، نیا اسٹیشن قرار پایا ہے. سو صاحبزادہ صاحب نے آپ کے حضور مین اطلاع کی ہے. دیکھئے حضرت غازیآباد سے سوار ہوتے ہین یا شہر مین سے. واسطے خدا کے مجکو اپنے روزِ ورود و وقتِ ورود سے اطلاع بخشین. اور اس عرضی کا جواب ایسا جلد عنایت ہو کہ فقیر بیسر و سامان اپنا سامان درست کر رکھے(۳).

حضرت کی توجہِ باطنی، جو ہمیشه میری مصلحِ حال اور افزایشِ عز و وقار کی کفیل ہے، بعد ادایِ شکرِ الٰہی اوسکا سپاس بجا لاتا ہون. پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے، اور جیغه، سرپیچ، مالایِ

---

(۱) میرزا صاحب نی جس عرضداشت کا حواله دیا ہی وہ اور اوسکا جواب دونون مثل مین موجود نہین. غالباً نوابصاحب کی حضور تك نه پہنچی.

(۲) یہان لفظ (سی) زیاده معلوم ہوتا ہی.

(۳) اس عریضه کی جواب مین ۲۲ دسمبر سنه ۱۸٦٦ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا: «... چون راقم عنقریب روانۂ کلکته می شود. چنانچه برای انتظام گاڈیہای ریل رفعت و عوالی مرتبت محمد اصغر علی خان رسالدار را روانۂ آنجا نموده شد. و ہنوز تاریخ رسیدن بمقام اسٹیشن ریل دہلی مقرر نگشته، لہذا حوالۂ خامۂ مودت نگار می شود، که حال تقرر تاریخ رسیدن آنجا از خان معزی الیه دریافت نموده شود». بہت ممکن ہی که مرزا صاحب نی اصغر علی خان صاحب رسالدار سی تاریخ دریافت کی ہو. لیکن مجھی اسکا کوئی ثبوت نہین مل سکا.

مروارید ، تین رقمین جواهر کی مجکو ملتی تهین . بعدِ غدر اگرچه پنسن اور دربار بحال رها ، لیکن خلعت موقوف هوگیا . نواب لفٹنٹ گورنر بهادر پنجاب(۱) کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تها . حکم سب درباردارون کو پهنچ گیا تها . مین نواب مهدی علیخان صاحب کو رخصت کرکے گهر آیا . دو گهنٹے کے بعد دربار مین گیا . خیال یهی که ملاقات هوگی . ایک رباعی کاغذِ مذهّب پر لکهی هوئی نذر کرونگا . کلماتِ عنایت سنکر چلا آؤنگا . نه مجهے کچه احتمال . نه صاحب کمشنر بهادر شهر کو علم . بارے بروقتِ ملاقات تعظیمِ معمولی اور مصافحه کرکے لاڑڈ صاحب نے کهڑے کهڑے جیغه ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندها . اور فرمایا «یه هم نے آپ کے واسطے رکها تها» . مالای مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی . یه پارچے سات مرحمت هوئے . دوشاله ، ۱ . کمخواب کا تهان ، ۱ . بنارسی تهان سنهری بوٹے ، ۱ . بنارسی سیلا ، ۱ . الوان کی چادر کناره کلابتون ، ۱ . کناویز کا تهان ، ۱ . الوان کی چادر بے کناره ، ۱ . مین اس عطیه کو آپ کی بخششِ معنوی سمجها هون . اور دوسری بخشش ، یعنی اس خط کے جواب کے جلد حاصل هونے ، کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس    هر برس کے هون دن پچاس هزار

عرضداشت کے جواب کا طالب **غالب** . روزِ سه شنبه ۱۸ دسمبر سنه ۱۸۶۶ .

---

(۱) سر ڈانل میکلوڈ صاحب مراد هین . یه لفٹنٹ جنرل ڈنکن میکلوڈ کی هان فورٹ ولیم ، کلکته ، مین ۶ جون سنه ۱۸۱۰ ع کو پیدا هوی . ولایت جاکر تعلیم پائی . سنه ۱۸۲۸ ع مین هندوستان واپس هوی ، اور صوبۂ بنگال مین ملازمت اختیار کی . ۱۸۳۱ ع سی ۱۸۴۹ ع تك اضلاع ساگر و نربدا ، اور بنارس مین رهی . ۱۸۵۴ ع مین پنجاب کی جوڈیشل کمشنر هوی . غدر سنه ۵۷ ع مین لاهور مین تهی . ۱۸۶۵ ع سی ۱۸۷۰ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رهی . اور ۲۸ نومبر سنه ۱۸۷۲ ع کو لندن کی زمین‌دوز ریل کی ایك حادثه سی انتقال کر گئی . یه مشرقی علوم و فنون کی بڑی حامی تهی ، اور چاهتی تهی که دیسی زبانون مین مغربی علوم کی تعلیم دیجای . پنجاب یونیورسٹی انهی نی قائم کی هی .

## (۷۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ حضرت کا رونق افزایِ کلکتہ ہونا از رویِ شمارِ رفتارِ ریل یقینی ہے ۔ مگر وہان کی آب و ہوا کا موافق آنا ، اور جناب لاڑد صاحب بہادر(۱) سے ملاقات کا ہونا ، اور اجلاسِ کونسل کا وقوع مین آنا ، یہ امور جب تک حضرت رقم نفرمائینگے ، دعا گو کے خیال مین کیون کر آئینگے ۔ ناچار جرات بہم پہنچاکر اس عرضداشت کے جواب مین ان حالات کے انکشاف کا امیدوار ہون(۲) ۔

پیر و مرشد ! حضرت کے تصدق سے قرض ادا ہو گیا ۔ تنخواہ نے قسط سے ، اور مین نے رنج سے رہائی پائی ۔ ہم بدل و ہم بزبان ثناخوانِ جود و نوال ، و دعا گویِ دوامِ دولت و اقبال ہون ۔ آدھا قرض عطیۂ سابق مین ، اور آدھا قرض عطیۂ حال مین ادا ہوگیا ۔ کہ نہین سکتا ، اور بن کہے بنتی نہین ۔ اگر دونون لڑکون کا پچاس روپئے مہینا جنوری سنہ ۱۸۶۷ یعنی ماہِ حال و سالِ حال سے جاری ہوجایگا اور ماہ بماہ فقیر کے روزینہ کے ساتھ پہنچا کریگا تو آپ کا نمکخوار پھر کبھی قرضدار نہوگا ۔ زیادہ حدِ ادب(۳) ۔

---

(۱) لارڈ لارنس مراد ہین ، جو ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۶٤ع سے ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۶۹ع تک ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل رہے تھے ۔

(۲) اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان نے ۲۱ جنوری سنہ ۱۸۶۷ع کو تحریر فرمایا : « مشفقا ! مخلص بخیریت تمام بتاریخ ٦ جنوری سنہ حال فائز مقام کلکتہ گردید ۔ و ملاقات جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام شوکتہم و دیگر صاحبان عالیشان و نیز اجلاس کونسل بعنوان شایستہ و طرز بایستہ بپایۂ حصول رسید » ۔

(۳) دونون لڑکون سے باقر علی خان اور حسین علی خان مراد ہین ۔ یہ دونون زین العابدین خان عارف ، مرزا غالب کے متبنی بیٹے کے لڑکے تھے ۔ میرزا صاحب چاہتے تھے کہ ان دونون کو ریاست رامپور کا باقاعدہ وظیفہ خوار بنا دین ۔ لیکن اون کی زندگی مین یہ خواہش پوری نہوئی ۔ البتہ میرزا صاحب کے انتقال کے بعد حسین علیخان بزمرۂ شعرا ملازم ہوگئے تھے ۔

تم سلامت رہو ہزار برس  ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

فیض کا طالب **غالب**۔ معروضۂ ۸ جنوری سنہ ۱۸۶۷ (۱)۔

## (۷۶)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ بہت دن تک متردد رہا، کہ حضرت کلکتے ہیں یا رامپور۔ چنانچہ ایک عرضداشت اوسی تردد میں بھیجی گئی ہے۔ ہنوز جواب کے آنے کی مدت منقضی نہیں ہوئی۔ خیر اوسکے جواب پر کیا موقوف ہے۔ یہ تو جان لیا کہ حضرت رونق افزایِ رامپور ہیں۔ مگر یہ کیونکر جانوں (۲) کہ اب بہ خجستگی و فرخندگی یہیں رونق افزا رہینگے، یا پھر کلکتے تشریف لیجائینگے۔ خیر اس بیعلمی کو سہل سمجھ لیا کہ جو کچھ ہوگا معلوم ہو جایگا۔ مگر یہ کیونکر جانوں کہ مزاجِ اقدس کیسا ہے۔ اور جب تک یہ نجانوں تو آرام کیونکر آئے۔ یہاں سے رامپور تک برابر تار برقی بھی نہیں جو خبر منگواؤں۔ آج ۱۴ فروری کی ہے۔ یہ خط بھیجتا ہوں۔ اگر جواب آئے تو ۹ دن میں۔ مجکو اتنے دن صبر کیونکر آیگا۔ الہی آج یا کل کوئی نوازشنامہ خداوند کا آجائے! زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس  ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

خیر کا طالب **غالب**۔ ۱۴ فروری سنہ ۱۸۶۷ (۳)۔

## (۷۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ توقیعِ عطوفت عزِ ورود لایا۔ (سو روپیہ

---

(۱) میرزا صاحب نے یہ عریضہ کلکتہ کے پتہ سے لکھا تھا۔ چنانچہ لفافہ پر « کلکتہ۔ محلہ کاشی پور۔ خانہ نمبر ۷ اور نمبر ۵ » ایڈریس تحریر ہے۔

(۲) اصل خط میں سہواً (جاؤں) رقم ہو گیا ہے۔

(۳) لفافہ پر ۱۵ فروری درج ہے۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا۔

تنخواہِ)(۱) فروری سنہ ۱۸۶۷ حال کا معرضِ وصول مین آیا. اس درویش کا حال اب قابلِ گزارش نہین. امراضِ قدیم بڑھگئے. دورانِ سر، اور رعشہ، اور ضعفِ بصر، تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین. قلم نہین بنا سکتا، لڑکون سے بنوا لیتا ہون. برسون کی بات نہین رہی. ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے.

تم سلامت رہو قیامت تك     دولت و عز و جاہ روز افزون

زیادہ حدِ ادب. نجات کا طالب **غالب**. ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۶۷.

## (۷۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل صبح کو دو گھڑی دن چڑھے نوروز ہے. آج یہ قطعہ ہات تہام کر لکھکر حضور کی نذر بھیجتا ہون.

نوروز و دو عید از دو جانب امسال     خوب ست ز روی وضع و نیك ست بفال
امید کہ این سہ عید نذرِ نواب     آرند دوامِ عمر، و عز، و اقبال

✡ تم سلامت رہو قیامت تك ✡
✡ دولت و عز و جاہ روز افزون ✡

نجات کا طالب **غالب**. چہار شنبہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۸۶۷.

## (۷۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم و تعظیم معروض ہے. ہنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامہ کے ذریعہ سے سو روپیئے مارچ کی تنخواہ کے وصول ہوئے.

---

(۱) بریکٹ کی عبارت میرزا صاحب سی سہواً چھوٹ گئی تھی. مین نی دیگر عرایض سی ایزاد کردی ھی، تاکہ کلام تمام ہوجائی.

ایک رباعی بھیجتا ہون ، اور یہ چاہتا ہون ، کہ دبدبۂ سکندری کے آغاز مین اسکے چھاپنے کا التزام رہے ۔

آن کیست کہ جسمِ ملك را جان باشد   آن کیست کہ ہمسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد   کس نیست مگر کلبِ علی خان باشد

✲ تم سلامت رہو ہزار برس ✲
✲ ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار ✲

نجات کا طالب غالب ۔ ٦ اپریل سنہ ١٨٦٧ ۔

## (۸۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ نمایشگاہِ سراسر سورِ رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون ، اور خونِ جگر کھاتا ہون ، کہ ہائے مین وہان نہین ! بالاخانے پر رہتا ہون ۔ اوتر نہین سکتا ۔ مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا ۔ کہار چلے ۔ راہ مین نہ مرا ، اور رامپور پہنچ گیا ۔ کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی ۔ پالکی قفس ، اور مین طائرِ اسیر ۔ وہ بھی بے پر و بال ۔ نہ چل سکون ۔ نہ پھر سکون ۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون ، یہ سب بطریقِ فرضِ محال ہے ۔ ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ہے ۔ بارے تین بیت کا قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون ۔ اگر پسند آئے ، تو مین خوشنودیِ مزاجِ مبارک سے اطلاع پاؤن(١) ۔

---

(١) انتخاب یادگار (ص ۹۰) اور اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱۳۹) سی معلوم ہوتا ہی ، کہ نواب خلد آشیان نی سنہ ۱۲۸۲ ہجری مطابق سنہ ۱۸٦۵ ع مین باغ بینظیر کی نمایش کا آغاز کیا ۔ موخرالذکر لکھتی دین : « سنہ ۱۲۸۲ ہجری مطابق سنہ ۱۸٦۵ ع سی باغ بینظیر مین ایک میلہ جاری کیا ۔ آٹھ روز بڑی رونق سی یہ میلہ رہتا تھا ۔ مال بکثرت آتا تھا ۔ باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روہیلکھنڈ کی اکثر معزز روسا اس میلی مین شریک ہوا کرتی تھی ۔ نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وہین مقیم رہتی ۔ اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجا کر اسباب خریدتی ۔ قسم قسم کی جلسی ، طرح طرح کی تماشی ہوا کرتی تھی ۔ بائیس میلی نوابصاحب نی کئی ۔ تیئیسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی » ۔

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش    برآراست نوابِ عالی جناب
به بین چون طرب را نہایت نماند    بود سالِ آن «بخششِ بیحساب»
خدایا! پسندد خداوندگار    که از طبعِ **غالب** رود پیچ و تاب

«بخششِ بیحساب» کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہین۔ «طرب» کی نہایت بای موحدہ ہے۔ جب وہ نرہی، تو دو عدد گھٹے، اور ۱۲۸۳ رہ گئے۔ فہو المقصود۔ اگر حضرت کی مرضی ہو، تو دبدبۂ سکندری مین یہ تاریخ چھاپی جائے۔

تم سلامت رہو ہزار برس    ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب **غالب**۔ ١٤ ماہِ اپریل سنہ ١٨٦٧ عیسوی۔

## (۸۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ توقیعِ وقیع عزِّ ورود لایا۔ اپریل سنہ ١٨٦٧ کی تنخواہ کا سو روپیہ(۱) معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو قیامت تک    دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب **غالب**۔ (١٤ مئی سنہ ١٨٦٧)(۲)۔

## (۸۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ ادای مدارجِ تسلیم سونچتا ہون، کہ کیا لکھون۔ ہے ہے مین کیون جیتا رہا، جو صاحبزادہ محمد حسن خان کے مرنے کی خبر سنون، اور خداوندِ نعمت کو تعزیت کے کلمات لکھون۔ مین نیم جان نمرون، اور وہ نوجوان مرجائے(۳)۔

---

(۱) میرزا صاحب نے لفظ (روپیہ) کے اوپر حسابی رقوم مین سو روپیہ کی تعداد لکھی ہے۔

(۲) خط مین تاریخ درج نہین تھی۔ مین نے لفافہ سے یہ تاریخ اضافہ کردی ہے۔

(۳) صاحبزادہ محمد حسن خان بہادر نواب سید غلام محمد خان بہادر کے پرپوتے اور نواب خلد آشیان کی صاحبزادی حیات النسا بیگم ملقب بہ عالیہ سلطان بیگم کے شوہر تھے۔ انہون نے عین عالم جوانی مین انتقال کیا۔ نواب خلد آشیان کیلئے یہ واقعہ بہت روح فرسا تھا۔ اسیلئے میرزا صاحب نے اسقدر پراثر تعزیت نامہ ارسال کیا (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰)۔

سروِ چمنِ سروری افتاد ز پاهای ! !

حضرت کے رنج و اندوہ کا تصور اور مارے ڈالتا ھے۔ دوسری محرم کو علی بخش خان خانسامان مرے(١)۔ تیسری کو یہ واقعۂ ھوشربا پیش آیا۔ یہ تو آپ کا فرزندِ دلبند تھا۔ جو اسکا غم ھو وہ بجا ھے۔ پر فقیر جانتا ھے کہ علی بخش خان کے مرنے کا بھی حضرت کو بڑا رنج ھوا ھوگا۔ ایسے کار گزار، دیانتدار، ھوشمند، مزاجدان کہان پیدا ھوتے ھین۔ بہرحال «رَضِینَا بِرِضَاءِ اللهِ»۔ حضرت کے سامنے صبر، و ثبات، و تسلیم، و رضا مین کلام کرنا ادریس کو حکمت پڑھانی، اور خضر کو راہ بتانی ھے۔

تم سلامت رھو ھزار برس　ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

غالب۔ ١٤ مئی سنہ ١٨٦٧۔

## (٨٣)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ ورودِ توقیعِ وقیع سے فیض پایا۔ سو روپیے(٢) مئی سنہ ١٨٦٧ کی تنخواہ کا معرضِ وصول مین آیا۔

تم سلامت رھو ھزار برس　ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

اسد اللهِ بیدستگاہ۔ ١١ جون سنہ ١٨٦٧۔

## (٨٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے، کہ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا۔ اوسکی ملفوفہ ھنڈوی سے تنخواہِ جون سنہ ١٨٦٧ کا سو روپیہ مین نے پایا۔

---

(١) علی بخش خان خانسامان کی سلسلہ مین عریضہ نمبر ٢٤ کا حاشیہ ملاحظہ ھو۔

(٢) میرزا صاحب نی یہان لفظ (روپے) کیساتھ، جو جمع ھی، فعل (آیا) استعمال کیا ھی۔ چونکہ یہ قواعد زبان کی بہت ابتدائی غلطی ھی، اسلئی اسی سہو تصور کرنا چاھئی۔

تم سلامت رهو هزار برس    هر برس کے هون دن پچاس هزار

هوا خواه **اسد الله** ۔ ۱۵ جولائی سنه ۱۸٦۷ ۔

## (۸۵)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ بموجب تحریرِ میرزا رحیم الدین بهادر حیا(۱) کے ، فاضل شطرنج باز کو خرچ دیگر روانه کیا ۔

تم سلامت رهو قیامت تک    دولت و عز و جاه روز افزون

**اسد الله** بیدستگاه ۔ ۲۲ جولائی سنه ۱۸٦۷ ۔

## (۸٦)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ آپ کے غلامِ زر خرید ، یعنی حسین علیخان ، کی منگنی هوگئی ۔ اور اپنے کنبے مین هوئی ۔ یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بهائی کی پوتی سے ۔ اور رجب کا مهینا قرار پایا ۔ اب میرے بڑهاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے هات هے ۔

نکهون آپ سے تو کس سے کهون    مدعایِ ضروری الاظهار
تم سلامت رهو هزار برس    هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب** ۔ ۱۹ اگست سنه ۱۸٦۷ ع(۲) ۔

---

(۱) صاحبعالم میرزا رحیم الدین بهادر حیا بن مرزا کریم‌الدین رسا دلی کی شاهزاده اور شاه نصیر کی شاگرد تهی ۔ سنه ۱۲۱۲ ھ مین پیدا هوی ۔ غدر سنه ۵۷ ع سی قبل نواب فردوس مکان کی طلب پر رامپور تشریف لائی ، اور یهین سنه ۱۳۰٤ ھ مین نواب خلد آشیان کی وفات کی آٹھ دن بعد ۹٤ سال کی عمر مین فوت هوی ۔ انهین شعر و شطرنج کا بهت شوق تها ۔ اردوی معلی (صفحه ۸۲) سی معلوم هوتا هی که مرزا صاحب نی حیا کی دیوان کا دیباچه لکها تها ۔

(۲) اس عریضه کی لفافه پر سهواً ۲۹ اگست درج هوگیا هی ۔ نواب خلد آشیان نی ۲٦ ربیع الثانی سنه ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۸ اگست سنه ۱۸٦۷ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «.... چونکه مفاوضهٔ بهجت طراز سی منشای خاص آپ کا بخوبی منکشف نهوا ۔ اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی ، که آپ خلاصهٔ مکنون خاطر محبت مظاهر سی مطلع کیجی ۔ که بمقتضای انضباط روابط موانست قدیمه جو بات که ممکن هوگی ، وه ظهور مین آئیگی ۔ خاطر جمع رکهئی » ۔

## (٨٧)

آن کیست که همسرِ سلیمان باشد    آن کیست که جسمِ ملك را جان باشد
آن کیست که انجمش بفرمان باشد    کس نیست ، مگر کلبِ علیخان باشد

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ عنایت نامہ عزّ ورود لایا ۔ اوس مین یہ حکم مندرج پایا ، کہ حسین علیخان کی شادی کے باب مین « خلاصۂ مکنونِ خاطر » عرض کرون ۔ حکم بجا لاتا ہون ، اور عرض کرتا ہون ۔

مجملاً یہ کہ مین درِ دولت کا گدایِ خاك نشین ، اور وہ آپ کا غلام ۔ تفصیل یہ کہ میرے پاس نقد ، جنس ، اسباب ، املاك ، اور میرے گھر مین زیورِ زرینہ و سیمینہ کا نام و نشان نہین ۔ ہت اودھار قرض کوئی دیتا نہین ۔ آپ روپیہ عنایت فرمائین ، تا یہ کام سر انجام پائے ، اور بوڑھے فقیر کی برادری مین شرم رہ جائے ۔

دوسری بات یہ کہ سو روپئے آپ کی سرکار سے بطریقِ خیرات اور باسٹھ روپئے آٹھ آنے(١) مہینا انگریزی سرکار سے بعوضِ جاگیر پاتا ہون ۔ عالم الغیب جانتا ہے ، کہ اس مین میرا بڑی مشکل سے گزارا ہوتا ہے ۔ بہو کو کہان سے کھلاؤنگا ۔ حسین علیخان کی کچھ تنخواہ مقرر ہوجائے ۔ لیکن توقیعِ تنخواہ اوس کے نام جاری نہو ۔ بلکہ اوس کی زوجہ حُسن جہان بیگم بنتِ اکبر علیخان کے نام وہ تنخواہ مقرر ہو ، اور اوس کی مُہری رسید سے ملا کرے ۔ زرِ مصرفِ شادی کی مقدار اور تنخواہ کی مقدار جو خداوند کی ہمت اور اس کنگال اپاہج کی قسمت ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو ہزار برس    ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

---

(١) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقم لکھی ہے ۔ مین نے سہولت طباعت کے خیال سے رقم کو الفاظ مین تبدیل کردیا ہے ۔

نجات کا طالب غالب . ٥ ستمبر سنه ١٨٦٧(١) .

## (٨٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . عنایت نامه عزّ ورود لایا . الله اکبر ! حضرت نے غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پهنچایا ، که شاهانِ عجم مین سلطان سنجر(٢) نے اور شاهانِ هند مین شاهجهان(٣) نے ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی . باقر علیخان(٤) کی شادی نواب

---

(١) اس عریضه کے جواب مین نواب خلد آشیان نے تحریر فرمایا تها : « ...... چونکه آن مشفق تعداد مصارف شادی بجوزهٔ خود تحریر ننموده اند ، لهذا حوالهٔ خامهٔ محبت نگار میشود ، که اول از تعداد مصارف شادی مطلع نمایند . بعد دریافت آن درین خصوص تجویز مناسب بعمل خواهد آمد ؛ چراکه بمقتضای موانست و اتحاد قدیمه راقم را خوشنودی آن مهربان دراموز مناسبه مد نظر است .... المرقوم ١٨ جمادی الاول سنه ١٢٨٤ هجری مطابق ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٧ع » .

(٢) سلطان سنجر بن ملك شاه سلجوقی سنه ٥١١ ﻫ (١١١٧ ع) مین بادشاه هوا ، یه بڑا اولوالعزم اور صاحب جود وکرم بادشاه تها . اگرچه آخر مین معرکون مین ناکام رها ، لیکن اسکی ابتدائی حکومت فتوحات کی وسعت کی بدولت تاریخ کا روشن باب هے . یه علم وهنر اورشعر و سخن کا بهی بڑا قدردان اور مربی تها . رشید وطواط ، اور انوری وغیره اسکے درباری شعرا مین شمار هوتے هین . اسنے انوری کے کاشانه کو اپنی قدوم میمنت لزوم سے دو بار شرف بخشا . آخر مین ترکمانون کے هاتهه مین گرفتار هوگیا تها . وهان سے بدقت آزاد هوا ، تو ١١ ربیع الثانی سنه ٥٥٢ ﻫ (١١٥٧ ع ) کو دست قضا نے پکڑ لیا .

(٣) شاهجهان هندوستان کے مغل خاندان سلاطین کا پانچوان حکمران تها . ٢٩ ربیع الاول سنه ١٠٠٢ ﻫ (١٥٩٣ع) مین رانی بالمتی دختر راجه اودیسنگه والی جودهپور کے بطن سے پیدا هوا . ٣٥سال کی عمر مین سنه ١٠٣٧ ﻫ (١٦٢٧ ع) کو اپنے والد جهانگیر کے انتقال کے بعد مسند حکومت پر قدم رکها . اور سنه ١٠٦٨ ﻫ (١٦٥٧ ع) مین اپنے لڑکے عالمگیر اورنگ زیب کے حق مین تاج وتخت هند سے دست بردار هوکر آگره کے قلعه مین جا بسا . موجوده دلی اسی کی آباد کی هوئی هے . یه بڑا سخی داتا اور شهرهٔ آفاق قدردان علم و هنر بادشاه گزرا هے . دلی کی مسجد جامع اور لال قلعه ، اور آگره کے عدیم النظیر روضه تاج محل کا بانی هے . اسکی قدردانی اور قدر افزائی کا یه عالم تها ، که مختلف موقعون پر شاعرون کو روپیه اور اشرفیون مین تلوادیا اورکئی سخن گسترون کے منه هیرے اورموتیون سے بهر دئے . اس نے آگره مین سنه ١٠٧٦ ﻫ (١٦٦٥ع) کو وفات پائی ، اور تاج محل مین اپنی بیوی کے برابر مدفون هوا .

(٤) باقر علی خان میرزا صاحب کی بی‌بی کے حقیقی بهانجے نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے تهے . میرزا صاحب کے اپنے بچے نه جئے ، تو اونکی بی‌بی نے عارف کو بیٹا بنا لیا . وه بڑے لایق اور خوشگو شاعر هوے . مرزا صاحب کو اون سے دو چند محبت تهی ، کیونکه وه سعادت مند بیٹے هی نه تهے ، (باقی)

ضیاء الدینخان کے ہان ہوئی۔ اونہون نے کھانے جوڑے کے دو ہزار روپیہ دیئے۔ اور میری زوجہ نے پانسو روپئے کا زیور لگا کر پچیس سو روپیے صرف کئے۔ حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنے خاندان کا ہے۔ لیکن امیر نہین۔ نوکری پیشہ ہے۔ اب یہ مین کیونکر عرض کرون کہ مجھے کیا دو۔ سائل ہون۔ یہ رسم نہین کہ سائل مقدارِ سوال عرض کرے۔ حالِ مصارفِ شادیِ خاندان لکھدیا ہے۔ دو ڈھائی ہزار مین شادی اچھی ہو جائےگی۔ لیکن یہ بھی ساتھ عرض کرتا ہے، کہ میرا حقِ خدمت اتنا نہین کہ اسقدر مانگ سکون۔ جو کچھ دوگے، اوس مین شادی کر دونگا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو قیامت تک    دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب۔ معروضۂ ۲۴ جمادی الاول سنہ ۱۲۳۸ مطابق ۲۳ سنہ ۱۸۷۶ فردایِ ورودِ ہمایون منشور(۱)۔

## (۸۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ فرمانِ والا مع ہنڈویِ تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۷ عزِّ ورود لایا۔ سو روپیہ(۲) معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

---

(بقیہ) قابل فخر شاگرد بھی تھی۔ لیکن میرزا صاحب اور اونکی بی‌بی کی بدقسمتی کہ وہ عین جوانی مین فوت ہوگئی۔ مرزا صاحب نی اونکو دو بچون کو پوتون کی طرح پالا۔ باقر علی خان جو بڑی تھی، جوان ہوکر اپنی والد کی خلف الرشید ثابت ہوی۔ یہ شعر کہتی تھی، اور کامل تخلص تھا۔ مرزا صاحب کی ساتھ دونون مرتبہ رامپور آئی۔ جوان ہوکر الور مین ملازم ہوگئی تھی۔ اردوی معلی (صفحہ ۳۲۱-۳۲۳) سی معلوم ہوتا ہی کہ انکی ایک لڑکی بھی تھی۔ انہون نی جوانی مین سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ع) کو انتقال کیا (تاریخ لطیف، ص ۱۹۱)۔

(۱) اس عریضہ کی تاریخون مین میرزا صاحب سی سہو ہوا ہی۔ در اصل اونہین سنہ ۱۲۸۴ ھ اور ۱۸۶۷ ع لکھنا چاہئی تھا۔ اسیطرح انگریزی مہینی کا نام بھی بھول گئی ہین۔ البتہ لفافہ کی تاریخ مین ماہ و سنہ انگریزی یون لکھا ہی (۲۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۷)۔ لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہی «پیش نمودہ شد۔ ہنوز حکم تحریر جواب صادر نشدہ۔ ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۷ ع»۔

(۲) اسکی اوپر حسابی رقم بھی تحریر ہی۔

تم سلامت رہو قیامت تک  دولت و عز و جاہ روز افزون

ترحم کا طالب غالب ۔ ١٠ اکتوبر سنہ ١٨٦٧ ۔

## (٩٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ دبدبۂ سکندری مین حضرت کے مزاج کی ناسازی کا ذکر دیکھکر جو مجھ پر گزری ، میرا خدا جانتا ہے ۔ مگر یہ بڑی بات ہے کہ اوسی ذکر کیساتھ افاقت و رفعِ مرض کی بھی نوید مندرج تھی ۔ توقع ہے کہ حضرت ا مفصل حال مرض کے پیدا ہونے کا اور پھر رفع ہونے کا اور فی الحال مزاجِ اقدس کیسا ہے ، میر منشی کو حکم ہوجائے ، کہ حضور کی زبانی خط مین مجھے لکھ بھیجین ۔

تم سلامت رہو ہزار برس  ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

غالب ۔ ١٨ اکتوبر سنہ ١٨٦٧(١) ۔

## (٩١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ ایک قطعہ ١٥ شعر کا بھیجتا ہون ۔ حضور ملاحظہ فرمائین ۔ مضامین کی طرز نئی ۔ مدح کا انداز نیا ۔ دعا کا اسلوب نیا ۔ زیادہ حدِ ادب(٢) ۔

تم سلامت رہو ہزار برس  ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

---

(١) اس عریضہ کے جواب مین لکھا گیا تھا : « مشفقا ! فی الحقیقت مزاج راقم از مرکز اعتدال منحرف شدہ بود ۔ وحالا ہم طبیعت خوب صاف نیست و تجویز استعمال مسہلات در پیش ۔ ٢٩ اکتوبر سنہ ١٨٦٧ ع » ۔

(٢) یہ قطعہ مثل مین موجود نہین ہے ۔ لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا ایک نوٹ ہے ۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوابصاحب نے قطعہ منشی امیر احمد امیر مینائی کو دیدیا تھا ۔ میر منشی صاحب کے الفاظ یہ ہین : « پیش نمودہ شد ۔ حضور پر نور بعد ملاحظہ قصیدہ حوالۂ منشی امیر احمد صاحب فرمودند ۔ ٩ نومبر سنہ ١٨٦٧ ع » ۔ نوابصاحب نے ١٨ نومبر سنہ مذکور کو قطعہ کی رسید مین تحریر فرمایا : « ... مفاوضہ عدیم المعاوضہ مع یک قطعہ بمضامین نو وطرز نادر رنگ افروز چہرۂ وصول گردید ۔ و از ملاحظہ مضامین نوش انشراح دل بحصول انجامید » ۔

نجات کا طالب **غالب** . ٥ رجب سنه ١٢٨٤ هجری(١) .

## (٩٢)

حضرت آیهٔ رحمت ولیِ نعمت سلامت(٢) .

بعدِ تسلیم معروض هے . کل ١٦ دسمبر کو نومبر کی تنخواه کی هنڈوی پهنچی . وه بهی سعادت منشی سیلچند کے خط مین ملفوف . دیر مین هنڈوی کا پهنچنا یک طرف . حضرت کے توقیعِ وقیع کے مشاهده سے آنکهون کا روشن نهونا میری سیاه بختی کی دلیل هے . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس    هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب** . ١٧ دسمبر سنه ١٨٦٧ .

## (٩٣)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج روزِ شنبه یکم ماهِ رمضان المبارک سنه ١٢٨٤ هے، به اتفاقِ حسابِ دوج و نگارشِ جنتری .

روزِ روزه است و روز ناپیداست    غلظتِ ابر و شدتِ سرماست

چونکه دهوپ تو نظر هی نهین آتی، ناچار دن رات آگ تاپتا هون، اور هر وقت کانپتا هون .

ماهِ صیام مین سلاطین و اُمرا خیرات کرتے هین . اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغے مین هوجائے، اور اس بوڑهے اپاهج فقیر کو روپیه ملجائے، تو اس مهینے مین تیاری هو رهے، اور شوال مین رسمِ نکاح عمل مین آئے . اور چونکه اس ماهِ مبارک مین درِ فیض باز، اور سالِ انگریزی کا

---

(١) عریضه کے لفافه پر تاریخ انگریزی ٣ نومبر سنه ١٨٦٧ تحریر هے .

(٢) یهان میرزا صاحب نے الفاظ کی قدیم ترتیب کو بدلدیا هے .

بھی آغاز ھے ، وہ پچیس(١) روپئے مہینا جو زبانِ مبارك سے نکلا ھے ، جنوری سنہ ١٨٦٨ سے بنامِ حسین علیخان مذکور جاری ھوجائے ، تو مجھے گویا دونون جہان ملگئے .

تم سلامت رھو ھزار برس    ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

لکھا ھوا یکم رمضان اور بھیجا ھوا دوم رمضان کا . عطا کا طالب **غالب**(٢) .

## (٩٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . منشورِ رافت عزِّ ورود لایا . ھنڈویِ ملفوفہ سے سو روپیہ بابت تنخواہِ دسمبر سنہ ١٨٦٧ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رھو ھزار برس    ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

توجہ کا طالب **غالب** . ١٤ جنوری سنہ ١٨٦٨ عیسوی .

## (٩٥)

داد و دھشِ تو روز افزون بادا    بر دولتِ تو زمانہ مفتون بادا
این عید و دوصد ھزار عیدِ دیگر    بر ذاتِ تو فرخ و ھمایون بادا

نجات کا طالب **غالب** . جمعہ ٢٨ رمضان المبارك سنہ ١٢٨٤ ھجری(٣) .

## (٩٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . منشورِ عطوفت ظہورِ عزِّ ورود لایا . اور

---

(١) میرزا صاحب نے روپیہ کی تعداد حسابی رقم سے بھی ظاھر کی ھے .

(٢) اس عریضہ کے لفافہ پر میرزا صاحب نے یکشنبہ دوم رمضان و ٢٩ دسمبر لکھا ھے . نواب خلد آشیان نے جواباً ٦ جنوری سنہ ٦٨ ع مطابق ١٠ رمضان سنہ ١٢٨٤ ھ کو جو فرمان تحریر فرمایا ھے ، اوس مین میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکرہ نہین .

(٣) اس قطعہ کیساتھ مثل مین کوئی عریضہ منسلك نہین . غالباً بلا عریضہ ارسال ھوا . لفافہ پر انگریزی تاریخ ٢٤ جنوری سنہ ١٨٦٨ ع تحریر ھے . اس قطعہ کی رسید مین نواب خلد آشیان نے ٥ فروری سنہ ١٨٦٨ ع کو تحریر فرمایا : «قطعۂ مبارکباد عید الفطر بطرز نغز و مضامین شرف افزا موصول گشتہ ساز و برگ فرحت و انبساط افزود» .

اوسکی ملفوفه هنڈوی سے جنوری سنه ۱۸۶۸ حال کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رهو قیامت تك      دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب **غالب**. ۱۳ فروری سنه ۱۸۶۸.

## (۹۷)

حضرت ولیّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

عرضِ مدارجِ عز و نیاز کے بعد نوازشنامه کے پهنچنے کا اور تنخواه فروری سنه ۱۸۶۸ کے پانے کا شکر بجا لاتا هون. سبحان الله! کیا برکت هے اس سو روپیئے مین، که سو آدمی روٹی کهاتے هین، اور اس فقیر کے بهی سو کام نکلجاتے هین.

مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کے مهینے مین قرار پائی تهی. عطیۀ حضور کے نه پهنچنے کے سبب ملتوی رهی. آج جو ذیقعده کی ۱۵ هے، ۱۵ دن یه اور مهینا ذی الحجه کا. اگر اسی ذیقعده کے مهینے مین کچھ حضرت عطا فرمائینگے، تو آخرِ ذی الحجه تك نکاح هوجائیگا. خدا کرے خداوند کے ضمیر مین یه بهی گزرے که غالب جب بهو بیاه لائیگا، تو اوسکو روٹی کهان سے کهلائیگا. غرض اس سے یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هوجائے. حضرت! کوئی ایسا نهین که جو میرے مطالب حضور مین عرض کرتا رهے، اور مجهے بار بار لکهتے هوے شرم آتی هے.

تم سلامت رهو هزار برس      هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب**. ۹ مارچ سنه ۱۸۶۸(۱).

---

(۱) عریضه کے لفافه پر دوشنبه نهم مارچ سنه ۱۸۶۸ تاریخ درج هے. چونکه اس سے یوم روانگی متعین هوتا تها، اسلئے یهان نقل کرنا مناسب سمجها گیا.

## (۹۸)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ منشورِ عطوفت ظهور عزِ ورود لایا ۔ سو روپیه کا کاغذ خط کے لفافے مین سے پایا ۔ اپریل سنه ۱۸۶۸ کی تنخواه کا روپیه معرضِ وصول مین آیا ۔

تم سلامت رهو هزار برس  هر برس کے هون دن پچاس هزار

(دوشنبه ۱۱ اپریل سنه ۱۸۶۸)(۱) ۔

## (۹۹)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ شوقِ قدمبوس نے تنگ کیا ۔ جب دیکھا که کسیطرح جا نهین سکتا ، ناچار اپنا نقشا اوتروایا ، اور خدمتِ عالی مین روانه کیا ۔ جب تک که مین جیتا هون ، تب تک اس صورت سے حاضر رهونگا ۔ زیاده حدِ ادب ۔

تم سلامت رهو هزار برس  هر برس کے هون دن پچاس هزار

عنایت کا طالب **غالب** ۔ ۲۷ مئی سنه ۱۸۶۷(۲) ۔

---

(۱) عریضه مین کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونون درج نهین ۔ البته لفافه پر میرزا صاحب نے ۱۱ اپریل سنه ۱۸۶۸ تحریر کیا هے ۔ لیکن یه درست نهین ۔ اولا اسلئے که ڈاکخانه کی انگریزی مهر مین ۱۱ مئی لکهی گئی هے ۔ ثانیاً اسلئے که اس عریضه مین تنخواه اپریل کی اطلاع دی هے ۔ اور یه مسلم هے که اپریل کی تنخواه اپریل مین نهین ملتی ، مئی مین ملتی هے ۔ اسلئے اسکو ۱۱ ماه مئی سنه ۶۸ ع کا هونا چاهئے ۔

(۲) میرزا صاحب نے سهواً سنه ۶۷ ع لکهدیا هے ۔ صحیح تاریخ ۲۷ مئی سنه ۱۸۶۸ ع هے ۔ اسلئے که اولا تو جون سنه ۶۸ ع کے نوشته عریضه مین اسکی رسید طلب کی هے اور اوس مین اس خط کو « سابق کا عریضه » لکها هے ۔ جس سے ظاهر هوتا هے که دونون عریضون کے درمیان کسی تیسری عریضه کا فصل نهین تها ۔ ثانیاً اسی عریضه کے لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا حسب ذیل نوٹ هے : « تصویر بعد ملاحظه سپرد سید مجاور علی صاحب شد ۔ ۲ جون سنه ۱۸۶۸ ع » ۔ اس سے صاف ظاهر هے که یه واقعه سنه ۶۸ ع کا هے ۔ اگر سنه ۶۷ ع کا هوتا ، تو اوسی سال میرزا صاحب تقاضای رسید کرتے ، اور اوسی وقت سرکار یه تصویر ملاحظه فرما کر سید مجاور علی صاحب کو دیتے ۔

## (۱۰۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج چوتها دن هے ، که توقیعِ وقیعِ عزِ ورود لایا هے . هنڈویِ ملفوفه کی رو سے تنخواهِ مئی سنه ۱۸٦۸ کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا هے . جواب کے جلد نه لکهنے کی وجه یه هے ، که مین گرمی کی شدت کے سبب سے ، اور احتباسِ هوا سے که جو لازمۂ موسمِ برسات هے ، بیکارِ محض هوگیا هون . مطلق کچه لکه نهین سکتا . اور کوئی ایسا شخص ، که جس سے کچه لکهواؤن ، اس چار روز مین میرے پاس نهین آیا . آج اسوقت ایكِ صاحب آ گئے . اون سے مین نے یه عریضه لکهوا لیا .

پیر و مرشد ! سابق کے عریضه کیساته مین نے اپنی تصویر حضور مین بهیجی هے . اوسکی رسید اس نوازشنامه مین مرقوم نتهی . مجکو یه اندیشه هے ، که کهین وه لفافه ڈاك مین تلف نه هوگیا هو . اگر اوسکی رسید سے شرفِ اطلاع پاؤن ، تو دلجمعی هوجائے(۱) .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

۱۵ جون سنه ۱۸٦۸ ع . نجات کا طالب غالب(۲) .

## (۱۰۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . کل منشورِ عطوفت عزِ صدور لایا . جولائی سنه ۱۸٦۸ کا سو روپیه(۳) بذریعۂ هنڈوی وصول پایا .

---

(۱) نوابصاحب نے جوابی فرمان مورخه ۷ جولائی سنه ٦۸ ع مین تحریر فرمایا هے : « شبیه آن مشفق وصول شادمانی آورده از فرط محبتها متصور شد » . اس تصویر کے علاوه میرزا صاحب نے جهان جهان اپنی تصویرین بهیجی تهین ، اونکے لئے اردوی معلی ، ص ۲۰ ، ۲۳ ، ۳٤ ، ۱۲٦ ، ۲۳۷ ، ۲٤۷ ملاحظه هو .

(۲) اس عریضه مین صرف (طالب غالب) میرزا صاحب کے قلم کا لکها هوا هے .

(۳) الفاظ کے اوپر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بهی لکهی هین .

تین التماسین سابق پیش ہوئی تھین ۔ سو اب پہلے برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سے، اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر(۱) کے خط سے اون خواهشون کے منظور و مقبول ہونے کی نوید پائی ۔ انشاء الله الکریم حسبِ ارشادِ حضور اسی برس ٦٨ مین آمدِ زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ہوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ہوجایگی ، اور اوسکے واسطے اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ہوجایگی ۔

با کریمان کارها دشوار نیست

عرضداشتِ ہوا خواہ اسد الله ۔ معروضۂ ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦۸ ۔

تم سلامت رہو قیامت تک    دولت و عز و جاہ روز افزون

## (۱۰۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تقدیمِ مدارجِ تسلیم معروض ہے ۔ توقیعِ رافت عزِ ورود لایا ۔ مین نے هنڈویِ ملفوفہ کے ذریعہ سے بابت تنخواہِ اگست سنہ ۱۸٦۸ سو روپیہ وصول پایا ۔

نکھون آپ سے تو کس سے کہون    مدعایِ ضروری الاظہار

---

(۱) مظفر حسین خان بہادر ابن مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی نواب خلد آشیان کی مصاحب تھی ۔ ان کی والد مسیح الدولہ شاہ اودھ کی طبیب خاص تھی ۔ لیکن سلطنت اودھ کی بساط اولٹجانی کی بعد یہ خاندان بھی ترك وطن پر مجبور ہوا ۔ رامپور اوس زمانہ مین صاحبان علم و ہنر کا ملجاؤ ماوی تھا ۔ مظفر حسین خان اور انکی بھائی احسان حسین خان نی بھی سنہ ۱۸٦۷ ع مین اس دربار دُربار کا قصد کیا ۔ نواب خلد آشیان نی ان دونوںؓ کی کما حقہ قدر و منزلت کی ۔ مظفر حسین خان صاحب علم اور ایك نہایت عمدہ ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات کی مالك تھی ۔ نواب صاحب نی اون سی یہ پورا ذخیرہ خرید کر سرکاری خزانۂ کتب مین شامل فرما لیا ۔ ان تمام کتابون پر مظفر حسین خان کی دستخط ثبت ہین ، اور متعدد نسخون پر جا بجا حواشی بھی پائی جاتی ہین ۔ خود ان کی اپنی مصنفہ متعدد رسالی بھی کتب خانہ مین موجود ہین ۔ یہ عربی زبان مین لکھی گئی ہین ، اور فلسفہ و حکمت سی متعلق ہین ۔ میرزا غالب سی انکی روابط تھی ۔ اسلئی جب یہ رامپور آئی ہین ، تو میرزا صاحب نی منشی سیلچند سی انکی درباری قدر و منزلت کی متعلق استفسار کیا تھا ۔ ملاحظہ ہو مکتوب نمبر ۱۱٤ ، مجموعۂ هذا .

پیر و مرشد! حسین علیخان کے سسرال والون کا بڑا تقاضا ہے۔ زندگی مشکل ہوگئی ہے۔ بطریقِ «شیئاً للہ» سوالِ مختصر یہ ہے، کہ جو حضرت کے مزاج مین آوے، وہ عطا کیجیے۔ اور حسین علیخان کے نام جداگانہ تنخواہ مقرر کر دیجیے۔ لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

زیادہ حدِ ادب۔ عرضداشتِ دولتخواہ **اسد اللہ**۔ معروضۂ ۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۸۔

## (۱۰۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ عنایت نامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا۔ تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۸ کا روپیہ مین نے پایا۔

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

مشتاقِ مرگِ ناگاہ **اسد اللہ**۔ ۱۳ ماہِ اکتوبر ۱۸۶۸۔

## (۱۰۴)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ توقیعِ رافت شرفِ ورود لایا۔ سو روپیہ(۱) بابت تنخواہِ اکتوبر سنہ ۱۸۶۸ از رویِ ہنڈویِ ملفوفۂ خط معرضِ وصول مین آیا۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے! مجھ سے اپاہج نکمّے کو بیعوضِ خدمت تنخواہ دیتے ہو۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ **اسد اللہ**۔ مورخۂ ۱۶ نومبر سنہ ۱۸۶۸۔

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقم لکھی تھی۔ مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اوسکو الفاظ مین لکھدیا ہے۔

## (١٠٥)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل عریضہ مشعرِ رسیدِ تنخواہِ نومبر سنہ ١٨٦٨ حال ارسال کرچکا ہون. آج ناچار از رویِ اضطرار وافتقار پھر یہ عرضی لکھتا ہون .

حال میرا تباہ ہوتے ہوتے اب یہ نوبت پہنچی ، کہ اب کی تنخواہ مین سے ٥٤(١) روپئے بچے. ٦٣(١) روپئے کا چٹھا ماہوار کا سُو سہ‌ماہہ دینا. مجملاً آٹھ سو روپئے ہون ، تو میری آبرو بچتی ہے . ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکے نام کی تنخواہ سے قطعِ نظر کی . اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال . کبھی نہ کہونگا . آٹھ سو روپئے مجکو اور دیجیے. شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائے ، تو غنیمت ہے. برخوردار نواب مرزا خان کے خط مین یہ حال مفصل لکھا ہے . وہ عرض کریگا . مختصر یہ کہ اب میری جان اور آبرو آپ کے ہاتھ ہے. مگر حضور جو عطا فرماتا ہے، جلد ارشاد ہو. زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تک    ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ گدایِ یک در اسد اللّٰہِ مضطر. ١٦ نومبر سنہ ١٨٦٨ .

## (١٠٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. بہت دن ہوئے ، کہ برخوردار نواب مرزا خان نے مجکو مبارکباد لکھی تھی ، کہ حضور نے تیرے قرض کے ادا کرنے کی نوید دی ہے ، اور مقدارِ قرض پوچھی ہے. سو مین نے اونکو لکھ بھیجا تھا ، کہ آٹھ سو روپئے مین میرا قرض تمام ادا ہوجایگا . اس تحریر سے

---

(١) یہان میرزا صاحب نی حسابی رقوم لکھی تھین . مین نی سہولت طباعت کی خیال سی اونکو الفاظ مین لکھدیا ہی .

یاددهی منظور ہے۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سـلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

آرام کا طالب غالب۔ صبحِ پنجشنبه ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۸(۱)۔

## (۱۰۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ عنایت نامه اوراوس مین تنخواهِ دسمبر سنه ۱۸٦۸ کی هنڈوی ملفوف پہنچی۔ جلد یاد آوری کا شکر بجا لایا۔ حضور قرضخواهون نے بہت عاجز کر رکھا ہے۔ بس میرا یہی کام ہے که یاد دلادون آگے حضرت مالك هین۔

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

عرضداشتِ غالبِ گدیه خواه۔ مرقومۂ روزِ یکشنبه اواخرِ تاریخِ رمضان المقدس سـنه ۱۲۸۵ ھ(۲)۔

---

(۱) اس عریضه کی لفافه پر ۱۵ دسمبر سنه ۱۸٦۸ درج هی اور لفافه کی پشت پر نوٹ هی : « پیش نموده شد حکم صادر نشد. ۲۰ دسمبر سنه ۱۸٦۸ ع »۔

(۲) لفافه پر « دهم جنوری سنه ۱۸٦۹ » تحریر هی۔ یه میرزا صاحب کی آخری تحریر هی۔ حسین علی خان کی عریضه سی معلوم هوتا هی که جنوری کی تنخواه ۱۵ فروری کو میرزا صاحب کی انتقال سی ایك گهنٹه قبل پہنچی تهی، اسلئی اوسکی رسید اپنی قلم سی نه لکهه سکی۔ سویم کی روز حسین علی خان نی سرکار کو میرزا صاحب کی انتقال کی اطلاع دیتی هوی لکها : « بتاریخ ۱۵ فروری سنه حال مطابق ۲ ذیقعده روز دوشنبه وقت ظهر جناب دادا جانصاحب قبله نواب اسد الله خان غالب عرف مرزا نوشه صاحب نی اس جهان فانی سی رحلت کی۔ فدوی کچهه عرض نہین کرسکتا که کسقدر رنج والم اس سانحۂ جانگزا و جگر خراش سی لاحق هوا هی۔ اور نیز جناب دادی صاحبه معظمه کا حال اس رنج سی عالم پیری مین ایسا هوگیا هی که گذارش نہین کیا جاسکتا هی۔ حضور کا نوازشنامه مع هنڈوی یکصد روپیه بابت تنخواه جنوری سنه ٦۹ع کی ۱۵ فروری کو ایك گهنٹه پہلی انتقال دادا جانصاحب سی شرف صدور لایا تها۔ رسید هنڈوی واسطی اطلاع حضور کی عرض کیگئی »۔

# «بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہرِ لطف و کرم نواب زین العابدین خانصاحب بہادر عرف کلن میان سلّمہ اللہ تعالی مقبول باد»(۱)

( صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر عرف کان میان ولد صاحبزادہ سید اصغر علیخان بہادر ولد نواب سید عبداللہ خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ، نواب فردوس مکان کی ہمجد تھی ۔ دلی مین پیدا هوی ، اور وهین نشو و نما پائی ۔ اپنی دادا نواب سید عبداللہ خانصاحب بہادر کی صدر الصدوری میرٹھ کی زمانہ مین اونکی ساتھ رهی ۔ نواب فردوس مکان کی عهد مین رامپور آئی ، اور یہان سی کسی بات پر ناراض هوکر جیپور چلی گئی ۔ اور وهین توطن اختیار کرلیا ۔ امیر مینائی نی انتخاب یادگار ( ص ۲۱۲ ) مین انکی متعلق لکھا هی :

> « عابد ۔ صاحبزادہ محمد زین العابدین خان عرف کان خان ولد صاحبزادہ محمد اصغر علیخان اصغر ..... بیالیس برس کا سن هی ۔ تلمذ کسی سی نہین ۔ بطور خود کہتی هین ۔ یہ اونکا کلام هی :
>
> تھا جو اوڑنا هی هوش کو میری    بوی گیسوی عنبرین هوتا
> تھا نہ کھلنا جو عقدۂ دلکو    کاش ابرو کی تیری چین هوتا »

انکی دادا میرزا صاحب کی مخلص دوست تھی ۔ اسلئی یہ میرزا صاحب کو اپنا بزرگ اور وہ انہین اپنا فرزند خیال کرتی تھی ۔ لیکن نواب فردوس مکان ان سی آخر مین ناخوش هوگئی تھی ، اسلئی میرزا صاحب نی ان کی کلام پر اصلاح دینی سی انکار کردیا تھا ۔ صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر نی جیپور مین دسمبر سنہ ۱۸۹۲ ع کو انتقال کیا ۔ )

## ( ۱۰۸ )

بندہ پرور !

مہربانی نامہ پہنچا ۔ مین تو سمجھا تھا ، آپ مجکو بھول گئے ۔ بارے یاد کیا ۔ جناب نوابصاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امیدگاہ هین ۔ مین اگر رامپور نہ آؤنگا تو کہان جاؤنگا ۔ یہ جو آپ کہتے هین کہ تجکو آنے مین تردد کیا هے ، تردد کچھ نہین ، توقف هے ۔ وجہ توقف کی یہ کہ مین

---

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب نی لفافہ پر لکھی تھی ۔ مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی ۔

نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وہان سے صاحب کمشنرِ شہر کے وہ درخواست حوالہ ہوئی. صاحب کمشنرِ دہلی نے صاحب کلکترِ شہر سے کیفیّت طلب کی ہے. پس اگر وہ کیفیّت پنسن کی ہے. تو یہان کی کلکتری کا دفتر اگر نہین رہا نہ رہے. ریئُو بوڑد(١) کے دفتر، اور لفٹنٹ گورنری آگرہ، اور نواب گورنر جنرل کلکتہ کے دفتر اس پنسن کی کیفیّت سے خالی نہین ہین. اور اگر میری کیفیّت مطلوب ہے، تو میرا بے جرم اور بری اور الگ ہونا فساد سے از رویِ دفترِ قلعہ و اظہارِ مُخبرین ظاہر ہے. بہر حال صاحب کمشنرِ شہر کیفیّت صاحب کلکتر سے طلب کرکر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئے ہین. دیکھئیے کب آوین، اور بعدِ ملاحظۂ کیفیّت کیا حکم دین. مگر تا صدورِ حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا. ہان بعد ملنے حکم کے، خواہی دلخواہ ہو خواہی مخالفِ مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤن گا. مگر حیران ہون، کہ جب تك یہان رہون کھاؤن کیا، اور جب چلنے کا قصد ہو تو رامپور کسطرح پہنچون. کیا خوب ہو کہ تم یہ رقعہ اپنے نام کا حضور کو، یعنی حضرت نوابصاحب کو، پڑھواکر اس مدعایِ خاص کا جواب، جو وہ فرمائین، مجکو لکھ بھیجو. لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑے کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابِ عالی سے دریافت کرکر کب لکھا ہے، جو اس بات کا جواب لکھوگے. زیادہ اس سے کیا لکھون. از **غالب**. نگاشتۂ و روان داشتۂ پنجشنبہ ٢٥ مارچ ١٨٥٨ع. ضروری جواب طلب(٢).

---

(١) اس لفظ کو میرزا صاحب نے اسیطرح لکھا ہے. لیکن صحیح «بورڈ» ہے.

(٢) خط کے لفافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے ٢٤ تاریخ کو اسے لکھ لیا تھا، اور یہ ارادہ تھا، کہ ٢٥ کو پوسٹ کرائینگے، اسلئے ٢٥ مارچ تاریخ لکھدی تھی. لیکن بعد ازان از راہ عجلت ٢٤ ہی کو ڈاك مین ڈلوا دیا. اصل عبارت یہ ہے: «در شہر رامپور موصول و بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہر لطف وکرم نواب زین العابدین خانصاحب عرف کان میان سلمہ اللہ تعالی مقبول باد. از غالب یکرنگ. بیرنگ. مرسلۂ ٢٥ مارچ ١٨٥٨. ضروری. جواب طلب و شتاب طلب. چون عجلت در ارسال مکتوب می بایست، هم بروز چهار شنبه آخر روز ٢٤ مارچ فرستاده شد».

## (١٠٩)

نوابصاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم اللہ تعالےٰ ۔

بعدِ سلامِ مسنون مشہودِ خاطرِ عاطر ہو ۔ سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتایِ روزمرہ کا آیا تھا ۔ اوسکا جواب جو مجھے معلوم تھا لکھ بھیجا ۔ اب جو دوسرا خط آیا ، اوس مین آپ نے اپنے اشعار بتوقعِ اصلاح بھیجے ہین ۔ آپ کو معلوم رہے کہ مین خاص خدمتِ اصلاحِ اشعار پر جناب نوابصاحب قبلہ کا نوکر ہون ، اور آپ حضور کے عزیزون مین اور فرزندون مین ہین ۔ پس مین بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نہین لا سکتا ۔ ناچار کاغذِ اشعار مسترد بھیجتا ہون ۔ یہ امر یقین ہے کہ موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نہ ہوگا ۔ بندگی بیچارگی ۔ زیادہ اس سے کیا لکھون ، کہ مدعایِ ضروری الاظہار اسیقدر تھا ۔ والسلام ۔ راقم اسد اللہ خان غالب ۔ ١٤ مارچ سنہ ١٨٦٥(١) ۔

---

(١) زین العابدینخان کے خط کیلئے خط نمبر ١١٢ کا حاشیہ ملاحظہ ہو ۔

◆

## «بمطالعۂ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلمه‌الله تعالی مفتوح باد»(١)

(منشی سیلچند راجه کنورسین کی اولاد مین هین. کنورسین قوم کی کایستهه اور نواب سید علی محمد خان بهادر فاتح روهیلکهنڈ کی معتمد سردار تهی. قلعۂ سرهند کی فتح مین اپنی ولی نعمت کی همرکاب خدمات شایسته انجام دیکر بادشاه دهلی کی دربار سی راجه کا خطاب حاصل کیا. روهیله سلطنت کی ٹکڑی هوی، اور نواب سید فیض‌الله خانصاحب بهادر ریاست رامپور کی والی بنکر اس خطه مین تشریف لائی، تو اونکی رکاب مین تمام وفادار سرداران روهیله‌کیساتهه منشی صاحب کا خاندان بهی تها. منشی سیلچند کی تاریخ ولادت اور جای پیدائش کا صحیح حال معلوم نهوسکا. البته ٢٩ دسمبر سنه ١٨٩٤ ع کو انکی عمر اکیاسی سال کی تهی. اس حساب سی سنه ولادت ١٨١٣ ع قرار پاتا هی. انکا ابتدائی تقرر نواب سید احمد علیخان بهادر کی عهد حکومت مین بعهدۂ ناظر نظامت هوا. بعد ازان عامل (تحصیلدار) مقرر هوی. ١٨٤٤ ع مین انکی والد نی وفات پائی تو اونکی اسامی پر محکمۂ عالیۂ دار الانشا مین بدلدی گئی. غدر سنه ١٨٥٧ ع مین ریاست کیطرف سی خبر رسانی و فراهمی رسد وغیره کا کام انجام دیا، اور نواب گورنر جنرل بهادر سی بصلۂ خدمات دربار فتحگڑه مین دوشاله انعام پایا. نواب فردوس مکان نی بهی انکی خدمات کی تعریف مین روبکار جاری فرمایا، اور ایك تلوار عطا کی. نوابصاحب کی وفات کی بعد نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان نی بهی انکی بهت قدر و منزلت فرمائی بالآخر پانچ والیان ریاست کی خدمت کر کی ٢٩ دسمبر سنه ١٨٩٤ ع کو اکیاسی سال کی عمر مین رامپور مین انتقال کیا.

منشی سیلچند کو فارسی مین کافی دستگاه حاصل تهی، اور ملا غیاث الدین رامپوری مولف غیاث اللغات فارسی سی شرف تلمذ تها. شعر بهی کهتی تهی. اور منشی تخلص کرتی تهی.)

## (١١٠)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلّمه الله تعالی.

بعد دعای دوام حیات وترقیِ درجات معلوم فرمائین. اگرچه از روی خطوطِ حضور، صحت وعافیتِ حضور معلوم هوتی هے، لیکن یه کهین سے نهین سنا، که غسلِ صحت کیا، یا کسدن کرینگے. آپ سے یه فقیر کا سوال هے،

---

(١) یه عبارت میرزا صاحب نی مکتوب مورخه ٢٥ دسمبر سنه ١٨٦٤ ع کی لفافه پر لکهی تهی. مین نی یهان تبرکاً نقل کردی هی.

که مجکو لکھئیے ، که حضرت غسل کسدن فرمائین گے . اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکے ہون ، تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجے . خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۵ دسمبر ۱۸٦٤(۱).

## (۱۱۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو خدا سلامت رکھے!

مادۂ تاریخ غسلِ صحت کو تم نے غور نہین کیا. ۱۸٦٦ عدد ہوتے ہین . پھر کیا حضور سالِ آیندہ غسلِ صحت فرمائین گے ؟ یه تو جنوری سال ۱۸٦٥ ہین . اس تاریخ کا قطعه کیونکر لکھون(۲) ؟

یه جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے ، منشا اسکا یه ہے ، که شاه کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے ، اور اونھون نے کہا ، که نواب صاحب جمعه کے دن ساتوین تاریخِ شعبان کو نہائین گے . اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا ، که ماهِ آینده یعنی رجب(۳) مین نہائین گے . خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا . اگر موقع پاؤ تو حضور مین یه ماجرا عرض کردینا که مین نے بموجب

---

(۱) یه خط نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی تاریخ کی متعلق لکھا گیا تھا .

(۲) منشی صاحب نی میرزا غالب کی مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ٦٤ ع کی جواب مین جو خط تحریر کیا تھا ، اوس مین ذکر ماه جشن کی بعد درخواست کی تھی که « ایک ماده تاریخ کا فدوی نی نکالا ہی . سو عرض کرتا ہون . امیدوار ہون ، که اوسکی دو شعر موزون فرما کر عنایت نامۂ موسومه فدوی کی مین عنایت فرمائیے . بیت : کاشکر سر اعدا عرض کر تو ای منشی * بندگان عالی کا آج غسل صحت ہی ». اس شعر کا مصرع ثانی مادۂ تاریخ ہی . چونکه اسکی اعداد ۱۸٦٦ ہوتی ہین ، اسلئی ایک عدد کا تخرجه کیا گیا ہی . فقره (کاشکر سر اعدا) بتاتا ہی . که اگر سر اعدا یعنی حرف الف کی عدد کو ، جو « ایک » ہی ، ماده مین سی کم کر دیا جائی تو اعداد مطلوبه ۱۸٦٥ حاصل ہوجائین گی . چونکه یه قاعدۂ تاریخ گوئی کی عین مطابق ہی اسلئی تعجب ہوتا ہی . که میرزا صاحب نی اسپر کیون اعتراض کیا .

(۳) میرزا صاحب نی سہواً ماه آینده کو رجب لکھدیا ہی . فی الواقع ماه آینده رمضان تھا. اسلئی که خط نمبر (۳۹) سی معلوم ہوتا ہی که اس سال ۱۳ دسمبر کو رجب کی ۱۳ تاریخ تھی . لہذا ۱۹ جنوری کو ، جو تاریخ تحریر خط ہی ، ۱۹ یا ۲۰ شعبان ہوگی . اور شعبان کی بعد رمضان آتا ہی . رجب نہین آتا .

روایتِ شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے(١). **غالب** ١٩ جنوری سنہ ١٨٦٥.

## (١١٢)

منشی صاحب! عجب اتفاق ہے، کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاجِ مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے. خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو، کہ کیا عارضہ باقی ہے، اور صورت کیا ہے؟ دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین؟ سوار ہوتے ہین یا نہین؟

زین العابدین خان نے جیپور سے اپنے اشعار اصلاح کیواسطے میرے پاس بھیجے. مین نے اصلاح دینے سے انکار کیا، اور اشعار مسترد کردئے. اون کا خط اور اوسکی پشت پر اوسکے جواب کا مسودہ اس خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہون. پڑھ لو. بلکہ اگر موقع اور محل پاؤ، تو حضور کو بھی پڑھوا دو(٢). والدعا. **اسد اللہ خان غالب**. ١٤ مارچ سنہ ١٨٦٥.

## (١١٣)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. یہ خط(٣) مین نے ایك شبانہ روز کی فکر مین حضور کو لکھا ہے. مگر مسودہ جو ہر بار کچھ کا کچھ ہوتا رہا، اس سبب سے

---

(١) اشعار تہنیت کیلئے عریضہ نمبر ٣٦ کا حاشیہ ملاحظہ ہو.

(٢) زین العابدین خان کا خط حسب ذیل ہے: « نوابصاحب مشفق مہربان، کرمفرمای دوستان، مجموعۂ خوبیہای بیکران سلمہ اللہ تعالی. بعد سلام مسنون، واشتیاق ملاقات مباہجت مشحون، یہ چند خزف ریزی بھیجکر تکلیف دیتا ہون، کہ نگاہ گوہر سنج سی ملاحظہ کرکی اغلاط محاورات وتراکیب، وسستی بندش، وتعقیدات صوری ومعنوی، وتنافر الفاظ، وابتذال مضامین، جس جگہ واقع ہو مطلع فرمائیے. فقط. امر مستفسرۂ سابق مین صدور مہربانی نامۂ نامی نے خلجان رفع کیا. جواب اسکا بھی اگر جلد عنایت ہو بعید ارتباط دیرینہ سی نہوگا. زیادہ شوق و بس. فقط. نگاشتۂ دہم مارچ سنہ ١٨٦٥ع. مقام جیپور. زین العابدینخان ». میرزا صاحب کی جواب کیلئے مکتوب نمبر ١٠٩ ملاحظہ ہو.

(٣) عریضہ نمبر ٤٢ مراد ہے.

میرے پاس نہین رہا۔ اور خدا کی قسم ا کہ مین اب بہت ناتوان ہوگیا ہون۔ یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ہے۔ اور اس تحریر کو مجموعۂ نثر مین رکھا چاہتا ہون۔ آپ اس کی نقل کرکے مقرر مجکو بھیجدیجیے گا۔ بڑا احسان مجھ پر ہوگا(١)۔

اسد اللہ۔

## (١١٤)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیلچند کو فقیر غالب کی دعا پہنچے(٢)۔ کیون صاحب؟ ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھین، اور تمھارا یہ حال کہ مراسمِ فرزندی بجا نہین لاتے۔ خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کردیا۔ اور بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین ہے۔ نہ طاقت باقی ہے، نہ حواس درست ہین(٣)۔ آج کے نوابصاحب کے خط مین دوجگہ غلطیان ہوئین مجھ سے۔ لکھا کچھ چاہتا ہون، لکھ کچھ جاتا ہون۔ بس اب تو یہ نوبت پہنچی ہے(٢)، کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسون مرا۔ اس خط کا (جواب)(٤) مجکو جلد لکھو۔ اور اوس مین یہ لکھو، کہ احسان حسین خان (اور اونکے بھائی مظفر حسین خان)(٥) جو لکھنو سے آئے ہین،

---

(١) یہ عریضہ کلیات نثر فارسی مین شامل نہین۔ اغلب یہ ہی، کہ یہان سی نقل روانا نہین کیگئی۔

(٢) کاتب نی دونون جگہ «پونچی» لکھا ہی۔ لیکن میرزا صاحب نی اسی متن مین علی حالہ باقی رکھکر پائین خط مین اپنی قلم سی «پہنچی» بنادیا ہی، اسلئی مین نی متن مین صحیح املا لکھنا مناسب خیال کیا۔

(٣) حواس کا املا کاتب نی ہای ہوز سی لکھا تھا۔ مرزا صاحب نی اوسکو قلمزد کرکی حای حطی سی لکھا ہی۔

(٤) میرزا صاحب کی خط مین یہ لفظ موجود نہین ہی۔ لیکن سیاق چاہتا تھا اس لئی مین نی اسکو سہو کاتب و مکتوب لہ خیال کرکی بریکٹ مین اضافہ کردیا ہی۔

(٥) احسان حسین خان اور مظفر حسین خان، مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی، طبیب شاہ اودھ کی صاحبزادی تھی۔ الحاق اودھ کی بعد رفتہ رفتہ روساء شہر و اراکین سلطنت تباہ حال اور پریشان روزگار ہونا شروع ہوئی، تو ان مین سی اکثر اصحاب نی دربار رامپور کی دامن الطاف وکرم مین پناہ لی۔ یہ دونون بھائی بھی سنہ ٦٧ ع مین یہان آگئی۔ نواب خلد آشیان نی انکی شایان شان قدر و منزلت کا اظہار فرمایا، اور اپنی مصاحبین خاص مین جگہ عطا کی۔ احسان حسین خان بہادر نی جمعہ کی دن ٥ رجب سنہ ١٢٩٠ ھ (١٨٧٣ ع) کو کربلای معلی مین انتقال کیا۔ مظفر حسین خان آخر مین بنارس چلی گئی تھی، اور تیرھوین صدی کی آخر تک بقید حیات تھی۔

نوابصاحب کی سرکار سے اونکا کیا در ماهه مقرر هوا هے، اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ هے؟ دربا مین جو آتے هین، تو بیٹھتے کہان هین(١)؟ (اس خط کے جواب کا طالب غالب. ١١ جون)(٢).

## (١١٥)

برخوردار نورچشم منشی سیلچند میر منشی کو بعد دعا کے یہ معلوم هو، که اگلے مهینے یعنی اگست سنه ١٨٦٨ (کی)(٣) تنخواه کی هنڈوی جو تم نے بهیجی تهی، اوسکا روپیه ابتک نہین پٹا. مین تو جس دن هنڈوی آتی هے، اوسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے هات، که وه بهی مهاجن هے، بیچ ڈالتا هون. مگر اوس مختار کار کو، جسکے هان هنڈوی آئی هے، (اوسنے) روپیه ابتک نہین دیا. ٨ ستمبر کو وه هنڈوی بیچکر روپیه مین نے لے لیا تها، اور آج ١٨ هے. مختار کار کو روپیه اوسنے ابتک نہین دیا. جس سے تم نے هنڈوی لکهوائی هے، اوسکو تم تاکید کرو که (یہان کے مهاجن کو روپیه دینے کی تاکید لکهے تا که)(٤) مختار کار کا روپیه پٹ جاوے (مهر غالب ١٢٧٨)(٥).

---

(١) اصل خط مین (هی) بصیغۂ مفرد تحریر هے. لیکن اصول زبان کی رو سے (هین) بصیغۂ جمع هونا چاهئے. مین نے یه خیال کرکے که اسپر میرزا صاحب کی نظر نہین پڑی. متن مین (هین) لکهدیا هے.

(٢) خط کے لفافه پر میر منشی صاحب کی حسب ذیل تحریر هے: «خط در جواب نوشته شد. ١٦ صفر سنه ١٢٨٤ ه مطابق ٢٠ جون سنه ١٨٦٧ ع». اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کے خط کی پوری تاریخ ١١ جون سنه ١٨٦٧ ع هے.

(٣) یه لفظ اصل مین ساقط تها. مین نے بریکٹ مین اسلئے اضافه کردیا هے، که جمله بامحاوره هوجائے.

(٤) یه عریضه بهی میرزا صاحب کے اپنے قلم کا نوشته نہین هے. البته جو عبارت بریکٹ مین درج هے، وه اونهون نے خود لکهی هے.

(٥) اس خط کے لفافه پر ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٨ تاریخ درج هے.

# بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری

(خلیفه شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص ولد شیخ نادر علی تقریباً سنه ۱۲۱۹ ھ (۱۸۰۵ ع) مین پیدا ہوی . فارسی کتابین مولوی عنبر شاه خان عنبر اور کبیر خان تسلیم سی پڑھین ، اور عربی علوم و فنون دیگر علماء شہر سی حاصل کئی . لیکن ادبیات فارسی کی ذوق نی خلیفه صاحب کو عربی علوم کی لطایف کی طرف متوجه نہو نی دیا ، اور انکی ساری عمر شیراز و شروان ہی کی مرغزارون کی سیر مین گزر گئی . رامپور کی اکثر فارسی ادب کی علما کا سلسله ان تك منتہی ہوتا ہی . نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان طاب ثراہما کی استادی کا بہی شرف حاصل تها . خلیفه صاحب نی جمعرات کی دن ۲۹ رمضان سنه ۱۳۰۹ ھ مطابق ۲۸ اپریل سنه ۱۸۹۲ ع کو نوی سال کی عمر مین اپنی مکان واقع محله بنگلهٔ آزاد خان (رامپور) مین انتقال کیا .

مرزا صاحب رامپور تشریف لائی ، اور خلیفه صاحب سی ملاقات ہوئی تو موخر الذکر نی اثنای گفتگو مین عرفی کی کلام پر نکته چینی کی ، اور مثالا یه دوشعر پیش کیی :

ساکتم ، این نغمه تا در نیم شب ،    همزه مرغ سحر خوان می زنم
شاهدی کو که بك نفس گوشی    بدل درد پرور اندازد .

میرزا صاحب نی عرفی کی حمایت کی . لیکن اوسوقت بحث ناتمام رہی ، اور یه طی پایا که خلیفه صاحب شب کو آکر گفتگو کرینگی . معلوم ہوتا ہی که یه اوس رات تشریف نه لیجاسکی ، اسائی میرزا صاحب نی اپنی دلائل لکهکر انکی خدمت مین بهیجدیی .

تذکرهٔ کاملان رامپور (ص. ۲٤) مین اختلافی شعر یه لکها ہی :

منکه باشم عقل کل را ناوك انداز ادب    مرغ توصیف تو از اوج بیان انداخته

مگر میرزا صاحب کی آینده تحریر کی روشنی مین اسکی صرف یه تاویل کیجاسکتی ہی که مذکورهٔ بالا دو شعرون کی ساتہ یه بہی معرض بحث مین آیا ہوگا . ورنه میرزا صاحب خط مین اسیکا ذکر کرتی .)

## (۱۱٦)

جناب مولویصاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت مین بعد سلام مسنون الاسلام عرض یه ہے ، که فقیر شب کو آپکا منتظر رہا . آپ تشریف نه لائے . ناچار تقریر کو تحریر کا پیرایه دیکر آپ کی جناب مین بهیجتا ہون . سنین فارسیه کا حال بسبیل اجمال ایك دو ورقه پر مندرج ہے .

بنظرِ اصلاح مشاہدہ ہو(۱).

بعد اوسکے میری یہ عرض ہے، کہ ہر چند «سحر» اور «صبح» مرادف بالمعنی ہین. اور وہ انجام لیل اور آغازِ نہار ہے. مگر بخلافِ صبح «سحر» بطریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح تک مستعمل ہے. طعامِ آخرِ شب کو «سحری» اور «سحرگہی» کہتے ہین. اور مرغانِ خوش آواز، کہ بلبل بھی اون مین ہے، اکثر پہر سوا پہر رات سے بولتے ہین. نصفِ شب کو مرغِ سحرخوان کا ہم آواز ہونا محلِ اعتراض نہین ہے.

«گوش» کا استعمال «انداختن» کیساتھ اگر شعرای ہند کے کلام مین آیا ہوتا، تو ہم اوسکی سند اہلِ زبان کے کلام سے ڈھونڈھتے. جب وہ خود عرفی(۲) نے لکھا ہے، تو ہم سند اور کہان سے لائین؟ قواعدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ہے. جب ہم انھین کے قول پر اعتراض کرین گے، تو اوس اعتراض کیواسطے قاعدہ کہان سے لائین گے؟ ان سب باتون کو جانے دیجیے. اسکو ملاحظہ کیجیے، کہ عرفی اکبر شاہ(۳) کے عہد مین تھا.

---

(۱) میرزا صاحب کا یہ خط مولوی عبد الحکیم خان صاحب مدرس فارسی مدرسۂ عالیۂ رامپور سی مبلغ ۲۵ روپیہ مین خریدا گیا تھا. فقیر عرشی کا خیال تھا کہ سنین فارسی کی کیفیت پر مشتمل دو ورقہ بھی موصوف الذکر بزرگ کی پاس ہوگا. لیکن باوجود تلاش دستیاب نہوسکا.

(۲) خواجہ جمال الدین محمد عرفی ابن خواجہ زین الدین علی شیرازی عہد اکبری کا ممتاز اور بلند پایہ فارسی شاعر شمار کیا جاتا ہی. حکیم ابوالفتح اور میرزا عبدالرحیم خانخانان کا مصاحب اور مداح تھا. اپنی موخر الذکر ممدوح کی توسط سی شاہزادۂ سلیم کا اتالیق مقرر ہوا. سنہ ۹۹۹ ھ مین خانخانان کی ساتھ ٹھٹھہ (سندھ) کی مہم مین شریک ہونی کی ارادہ سی روانا ہوا. لیکن شوال سنۂ مذکورہ (اگست سنہ ۱۵۹۱ ع) کو ۳۶ سال کی مختصر عمر مین بمقام لاہور فوت ہوگیا. اسکی کلام مین جوانی کا جوش وخروش اور الوالعزمی اپنی تمام معاصرین سی زائد ہی. اگر دست قضا سی کچھ عرصہ اور بچگیا ہوتا، تو بعض ایسی خامیان، جو نظر ثانی نہونی کی سبب کلام مین پائی جاتی ہین، ہماری فارسی ادیبون کو کبھی نظر نآتین. تاہم ایران کی جو شاعر ہندوستان چلی آئی تھی اون مین سی یہ نصیب نیک عرفی ہی کی حصہ مین آیا، کہ اوسکی زندگی‌مین اسکا کلام شیراز مین پڑھا جاتا تھا.

(۳) جلال‌الدین اکبر ابن نصیرالدین ہمایون ابن ظہیرالدین بابر، سلطنت مغلیہ کا تیسرا روشن چراغ تھا. امرکوٹ (سندھ) مین سنہ ۹۴۹ ھ (۱۵۴۲ ع) کو پیدا ہوا. ابھی تیرا سال نو ماہ کی عمر تھی کہ باپ کا سایہ سر سی اوٹھگیا. بیرم خان خانخانان نی اسی بادشاہ بنا کر خود صدر اعظم کی حیثیت (باقی)

اور اوس عہد مین قطعِ نظر اور اہلِ کمال سے ابو الفضل (۱) اور فیضی (۲) یہ دونو شخص کیسے فاضل تھے۔ اور پھر عرفی کا ممدوح حکیم ابو الفتح (۳) اسکا وہ پایہ علم مین تھا، کہ فیضی اور ابوالفضل کو بھی خیال مین نہ لاتا تھا۔ اگر یہ دونو شعر عرفی کے غلط ہوتے، تو یہ تینون آدمی اسکی دھجیان اوڑا ڈالتے۔ حال آنکہ فیضی و ابو الفضل اوسکے دشمن تھے۔ پس جب ان دونون نے باوجودِ عداوت اعتراض نکیا، تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا ہے؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وہ سند ہے۔ ہمارے واسطے وہ ایک قاعدۂ محکم ہے۔ وہ مطاع ہے، اُورہم اوسکے مقلد اور مطیع ہین۔ غالب۔

---

(بقیہ) سی کام شروع کردیا۔ لیکن اپنی خدا داد قابلیت سی اکبر نی بہت جلد انتظام سلطنت کا بار اپنی کاندھون پر اوٹھا لیا، اور سلطنت مغلیہ کی حدود کو گجرات، بنگال، کشمیر اور سندھ تک وسیع کردیا۔ فتح پور سیکری اسی نی آباد کیا تھا۔ یہ بہت معمولی پڑھا لکھا تھا۔ لیکن ایک دانشمند بادشاہ کیطرح دربار کو اوسوقت کی ممتاز اہل علم سی مزین رکھتا، اور اونکی علمی مباحثون مین شریک ھوتا رھتا تھا۔ جس سی اسکی معلومات اور قابلیت مین غیر معمولی وسعت پیدا ھوگئی تھی۔ اس کی دربار کی نو رتن ابتک مشہور ھین۔ اسکا سب سی اہم کارنامہ دین الہی کی ترویج ھی۔ یہ مذہب سیاست ملکی مین بہت معاون ثابت ھوا۔ چنانچہ ھندوستان کی پر شور فضا اسی مذہب کی بدولت جنت نشان بنی تھی۔ اکبر نی جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱۴ ھ (۱۶۰۵ ع) کو ۶۵ سال کی عمر مین اس دار فانی کو خیرباد کہا ھی۔

(۱) ابوالفضل، شیخ مبارک کا بیٹا، اور فیضی کا بھائی ھی۔ یہ سنہ ۹۵۸ ھ (۱۵۵۱ ع) مین پیدا ھوا۔ سنہ ۱۹ اکبر شاھی مین ملازمت کا شرف حاصل کیا اور بہت تھوڑی عرصہ مین وزارت کی درجہ تک جا پہنچا۔ اسکو ربیع الاول سنہ ۱۰۱۱ ھ (۱۶۰۲ ع) مین شاھزادۂ سلیم کی ایما سی ۵۳ سال ۲ ماہ کی عمر مین شہید کردیا گیا۔ یہ بڑا مدبر اور زبردست ادیب تھا۔ آئین اکبری، اکبرنامہ، اور مکاتبات علامی تصنیفات ھین۔ شعر بھی کہتا اور علامی تخلص کرتا تھا۔ یہ اکبری دربار کی نورتن مین شمار کیا جاتا ھی۔ اسکی قتل کی اطلاع سی اکبر کو اسقدر صدمہ ھوا تھا کہ اوس نی کئی وقت کھانا نہ کھایا، اور بار بار کہتا تھا کہ اگر شیخو بابا مجھی قتل کرادیتا تو اس سی بہتر تھا۔

(۲) فیضی، شیخ مبارک کا بڑا بیٹا، اور اکبری دربار کا ملک الشعرا تھا۔ حکمت، فلسفہ، ریاضیات، تاریخ، اور سنسکرت کا عالم تھا۔ سواطع الالہام، اور مواردالکلم، عربی مین، اور کلیات نظم، اور خمسہ، فارسی مین اسکی مشہور تصنیفات ھین۔ یہ ۱۰ صفر سنہ ۱۰۰۴ ھ (۱۵۹۵ ع) کو ۵۰ سال کی عمر مین فوت ھوا۔

(۳) حکیم ابوالفتح مسیح الدین ابن حکیم عبد الرزاق گیلانی اکبر کا طبیب خاص اور اوس عہد کا بہت بڑا فاضل تھا۔ یہ اپنی علمی وجاہت وعظمت کی سبب بادشاہ کی دربار مین ممتاز درجہ کا مالک اور اکبری دربار کی نورتن مین شامل تھا۔ اسنی سنہ ۹۹۷ ھ (۱۵۸۸ ع) مین وفات پائی۔

# بنام مولوی محمد حسن خان مالكِ مطبع

(مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان ابن شاہ محمد خان مہمند افغان رامپور کی ایك شریف و با عزت خاندان کی فرد تھی۔ انکی دادا شاہ محمد خان نواب سید محمد فیض اللہ خان بہادر کی ہمراہ افغانستان سی تشریف لائی۔ اور فوج مین بعہدۂ جمعداری مقرر ہوئی۔ مولوی محمد حسن خان نی تیغ نیاگان کو قلم سی تبدیل کرلیا۔ اور اوس زمانہ کی مروج تعلیم حاصل کرکی نواب فردوس مکان کی حسب ایما سنہ ۱۸۵٦ع مین «مطبع حسنی» قائم کیا۔ بعد ازان نواب خلد آشیان کی حسب الحکم ۱۲ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ع کو اخبار «دبدبۂ سکندری» کا پہلا پرچہ شائع کیا، جو اسوقت تك اپنی عمر کی ۷٤ سال پوری کرچکا ہی، اور ہنوز اپنی روایتی وفاداری حکومت ہند و رامپور پر قائم ہی۔ سنہ ۱۸۷۷ع کی دربار قیصری مین گورنمنٹ یو-پی نی انھین اپنی صوبہ کی مدیران اخبارات و رسایل کا نمایندہ بنا کر بھیجا۔ نواب خلد آشیان نی ایام ولیعہدی مین اپنا مصاحب منتخب کیا، اور عہد حکومت مین متعدد اہم سفارتی خدمات تفویض فرمائین۔ انکی بعد نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر عرش آشیان نی آنریری مجسٹریٹ مقرر فرمایا۔ مولویصاحب نی ۱۷ شوال سنہ ۱۳۱٤ھ (۱۸۹٦ع) کو ۹۰ سال کی عمر مین انتقال فرمایا۔ آپکی بعد چند سال تك آپکی خلف الرشید مولانا شاہ فاروق حسن خانصاحب صابری رحمہ اللہ نی اپنی مشاغل طریقت کی ساتھ «دبدبۂ سکندری» کو بھی ایڈٹ کیا۔ لیکن سنہ ۱۹۰۳ع سی فرائض ادارت اپنی فرزند اکبر مولانا فضل حسن خانصاحب صابری کی سپرد کردئی، جو آجتك امی انجام دیرہی ہین۔ موخرالذکر بزرگ نی اپنی گرامی نامۂ موسومۂ فقیر عرشی مین تحریر فرمایا ہی: «اخبار دبدبۂ سکندری کی ہندوستان بھر کی اخبارات مین یہ نمایان خصوصیت ہی کہ ۷٤ سال کی مدت مدید مین برٹش گورنمنٹ اور اوکل گورنمنٹ نی کبھی اسکی ایك حرف پر نہ کوئی اعتراض کیا، نہ اس سی کبھی ضمانت طلب ہوئی۔ نہ اسپر کسی نی آجتك کوئی مقدمہ چلایا»۔)

## (۱۱۷)

مشفق اور مکرمی محمد حسن خانصاحب(۱) کو غالبِ آزردہ دل کا سلام پہنچیے۔ آج بھی آپکا ایك خط آیا۔ کئی اخبار آپکے پھیرے، کئی خط آپکے پھیرے، اور آپ اخبار بھیجیے جاتے ہین۔ الہی! آپکا خط خط تھا، یا کوئی جھوٹ کی پوٹ۔ بیشتر مجذوبون کی سی بڑ۔ اور جو کچھ سمجھ

---

(۱) میرزا صاحب نی مکتوب الیہ کا نام، القاب اور سرنامہ دونون مقامات پر محمد حسین خان لکھا ہی۔ یہ سہو ہی۔ صحیح نام محمد حسن خان ہی۔

مین آیا، وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ. یہ غلطِ محض ہے کہ مطبع حضور کا ہے، اور تم مہتمم ہو حضور کیطرف سے. اللہ! اللہ! ڈگی جی سنگھ کی تعریف مین کہین سارا ایك صفحہ کہین سارا ایك ورق سیاہ کرتے ہو، اور اپنے والیِ ملك اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسلمین نواب کلبِ علیخان بہادر کے نام (کے)(۱) آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ہو بس، اور اس قباحت کو نہین سمجھتے کہ اگر یہ اخبار حضور کی طرف سے ہے، تو گویا ڈگی سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ہوگی. ہندستانی علمداری(۲) مین وہ ایك زمیندار اور مالگزار تھا. اب گورمنٹِ ہند نے اوسکو جاگیردارِ مستقل کردیا. اور نواب محمد علیخان رئیسِ ٹونك کا ہر اخبار مین ایك مرثیہ لکھتے ہو. اس سے یہ معلوم ہوا کہ تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسون سے بھیك مانگتے ہو. بھائی! «یك در گیر و محکم گیر». اگر حضور کے نوکر بھی نہین ہو تم، تو آخر رعیت تو ہو. یہ کیا ہے کہ اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ہو، کبھی صفحہ پر کبھی حاشیہ پر؟ ہم نے ان باتون سے بیزار ہو کر تمہارا اخبار موقوف کیا ہے، اور اب پھر تمہین لکھتے ہین، کہ دوہائی خدا کی! مین یکم جنوری سنہ ۱۸۶۸ سے «دبدبۂ سکندری» کا خریدار نہین ہون. نہ بھیجا کرو. واسطے خدا کے! نہ بھیجا کرو. اس سے زیادہ کیا لکھون. (مہر **غالب** ۱۲۷۸).(۳) (۲۵ فروری سنہ ۱۸۶۸ ع).

---

(۱) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نے سیاق کلام کے حسب اقتضا بڑھا دیا ہے.

(۲) یہ خط میرزا صاحب کے قلم کا نوشتہ نہین ہے، اسلئے ممکن ہے کہ کاتب نے سہواً «عملداری» کی بجای «علمداری» لکھدیا ہو.

(۳) خط کے آخر مین تاریخ نہین تھی. مین نے لفافہ کی تاریخ لکھدی ہے. لفافہ کی پشت پر نوٹ ہے: «بموجب خط ھذا بعد استدراك از مرزا نوشہ صاحب مبلغ دو روپیہ ہشت آنہ بابت بقایا حساب اخبار محمد حسن خان حوالۂ لالہ ٹھنڈی‌رام محافظ دفتر نمودہ شد». تمت بالخیر. والحمد للہ اولاً وآخراً.

# ١ — فهرست اشخاص و قبائل

(ان فهرستون مین جلی هندسے متن کیطرف اور خفی هندسے حاشیه کی طرف اشاره کرتے هین ، اور حاشیه سے فٹ نوٹس اور وه تحریرین مراد هین ، جو مکتوب الیهم کے متعلق اون کے نام کے خطوط کے آغاز مین لکھی گئی هین .)

آزرده (دیکھو: صدر الدین مفتی) .
آفتاب بیگم — ٦٤ .
آلنقوا — ٦١ .
ابدال — ٥٤ .
ابراهیم ذوق ، شیخ — ١٧ .
ابراهیم علیخان بهادر ، نواب سر حافظ — ٥٤ .
ابو الفتح ، حکیم — ١١٨ ، ١١٩ .
ابو الفضل — ١١٩ .
احسان حسین خان — ١٠٥ ، ١١٥ .
احمد بخش خان بهادر ، نواب — ١١ ، ١٢ ، ٧٩ ، ٩٥ .
احمد حسن مودودی ، حکیم سید — ٥٤ .
احمد شاه درانی — ٥٤ .
احمد علی جهانگیرنگری ، مولوی آغا — ٧١ ، ٧٢ .
احمد علیخان بهادر ، نواب سید — ٢٩ ، ١١٢ .
احمد علی رامپوری ، خلیفه — ١١٧ .
احمد علی رسا — ٦٦ ، ٨٥ .
اڈمنسٹن صاحب — ٢٢ .
اصغر علیخان بهادر ، صاحبزاده سید — ١٤ ، ١٠٩ .
اصغر علیخان رسالدار ، محمد — ٨٧ .
اعجاز علیخان ، صاحبزاده محمد — ٦٦ .
اکبر ، جلال الدین — ٨٢ ، ١١٨ ، ١١٩ .
اکبر شاه ، عرش آرامگاه — ٧٨ .
اکبر علیخان — ٩٦ ، ٩٨ .
الیٹ صاحب — ٧٩ .
الهی بخش خان معروف ، نواب — ١٢ .
امام بخش صهبائی — ٥٨ .
امداد الله خان ، صاحبزاده سید — ٦٤ .
امیر احمد مینائی — ٣ ، ١٣ ، ١٧ ، ٤٢ ، ٤٦ ، ٤٨ ، ٤٩ ، ٩٩ ، ١٠٩ .
امین الدین — ٧١ ، ٧٢ .
امین الدین احمد خان بهادر ، نواب — ١٢ .

انجو ، میان – ٨٢ ۔
انوری – ٩٧ ۔
اودیسنگھ ، راجه – ٩٧ ۔
اورنگ زیب (دیکھو: عالمگیر) ۔
ایڈمنڈ ڈریمنڈ – ٨٦ ۔
ایسری پرشاد نراین سنگھ – ٨٦ ۔
بابر ، ظهیرالدین – ١١٨ ۔
باقر علیخان – ٢٦ ، ٦٧ ، ٧٢ ، ٨٩ ، ٩٧ ، ٩٨ ۔
باقی بالله ، خواجه – ١٤ ۔
بالمتی ، رانی – ٩٧ ۔
ببر علیخان ، حکیم – ٦٣ ۔
بدر چاچی – ٧٧ ۔
برلیچ – ٧٢ ۔
بڑیچ – ١ ، ١٨ ۔
بوعلی سینا – ٦٣ ۔
بهادر شاه ظفر – ٣ ، ١٢ ، ٧٨ ۔
بیخبر (دیکھو: غلام غوث خان بهادر) ۔
بیلی صاحب ، ڈاکٹر – ٨٦ ۔
ترك – ٧٢ ۔
ترکمان – ٩٧ ۔
تفته ، هرگوپال – ٢٧ ، ٣٧ ، ٣٩ ، ٤٩ ، ٥٢ ۔
تمر ، تیمور – ٦١ ۔
ٹیك چند ، لاله – ٧٣ ، ٨٣ ۔
جان انگلس بهادر – ٨٤ ، ٨٥ ۔
جلالای طباطبای – ٧٧ ، ٧٨ ۔
جهانگیر ، نورالدین – ٨٢ ، ٩٧ ، ١١٨ ، ١١٩ ۔
چشتی پهلوان – ١٣ ۔
چهجمل کهتری ، رای – ٦٧ ۔
حالی ، مولانا – ٦٥ ۔
حبیب‌الله خان ذکا – ٦٩ ۔
حسرتی (دیکھو: مصطفی خان) ۔
حسن جهان بیگم – ٩٦ ۔
حسن علیخان – ٣١ ۔
حسن علیخان ، صاحبزاده – ٦٦ ۔
حسین خان قزوینی ، میرزا – ٧٧ ۔
حسین علیخان ، مرزا – ٢٦ ، ٤٠ ، ٦٧ ، ٧٥ ، ٨٩ ، ٩٥ ، ٩٦ ، ٩٨ ، ١٠٠ ، ١٠١ ، ١٠٢ ، ١٠٥ ، ١٠٦ ، ١٠٧ ، ١٠٨ ۔
حفیظ الله خان بهادر ، صاحبزاده سید – ٨٥ ۔
حیا (دیکھو: رحیم‌الدین بهادر مرزا) ۔
حیات‌النسا بیگم صاحبه – ٩٣ ۔
حیدر علیخان بهادر ، صاحبزاده سید – ٢٩ ، ٣٠ ۔
خاقانی – ٨ ۔
خان آرزو – ٨٣ ۔
خسرو دهلوی ، امیر – ٧٧ ۔
خلد آشیان ، نواب سید محمد کلب علیخان بهادر – ٣ ، ١٧ ، ٢٣ ، ٣١ ، ٤٠ ، ٤٦ ، ١١٢ ، ١١٥ ، ١١٧ ، ١٢٠ ، ١٢١ ۔
داغ (دیکھو: نواب مرزا خان) ۔

ڈانل میکلوڈ صاحب – ٨٨ ۔
ڈگی سنگھ جی – ١٢١ ۔
ڈلہوسی ، لارڈ – ٢٢ ۔
ڈنکن میکلوڈ صاحب – ٨٨ ۔
ذکا (دیکھو: حبیب اللہ خان) ۔
ذوق (دیکھو: ابراہیم شیخ) ۔
رحیم بیگ – ٥٨ ۔
رحیم الدین بہادر حیا، مرزا – ٩٥ ۔
رخشان (دیکھو: ضیاءالدین احمد خان بہادر)
رسا (دیکھو: احمد علی) ۔
رسا (دیکھو: کریم الدین بہادر مرزا) ۔
رشید، شیخ – ٨٢ ۔
رشید وطواط – ٩٧ ۔
رضوان (دیکھو: شمشاد علی بیگ) ۔
روہیلہ – ١١٢ ۔
ریو – ٧٧ ۔
زین العابدین خان بہادر – ١٣ ، ١٠٩ ، ١١٤ ۔
زین العابدین خان عارف – ٤٠ ، ٨٩ ، ٩٧ ۔
سخن (دیکھو: فخرالدین حسین خان) ۔
سراج الدین احمد – ٣ ۔
سرفراز حسین ، میر – ٣١ ، ٣٢ ، ٣٨ ۔
سعید الدین احمد خان بہادر طالب ، نواب – ٤٦ ۔
سعیدالدین خانصاحب – ٦٦ ۔
سکندر زمانی بیگم – ٦٤ ۔
سکھ – ٢٢ ۔
سلیم ، شاہزادہ (دیکھو: جہانگیر) ۔
سنجر ، سلطان – ٩٧ ۔
سیاح – ٥٨ ۔
سیالکوٹی مل – ٧٣ ۔
سیلچند ، منشی – ٧٥ ، ٧٦ ، ٩٩ ، ١٠٠ ، ١٠٣ ، ١٠٥ ، ١١٢ ۔
شاہجہان – ٧٧ ، ٩٧ ۔
شاہ عالم – ٥٤ ، ٧٨ ۔
شاہ محمد خان – ١٢٠ ۔
شعاع (دیکھو: اکبر شاہ) ۔
شمس الدین احمد خان ، نواب – ١٢ ۔
شمس الدین خان دہلوی ، نواب – ١٧ ۔
شمشاد علی بیگ رضوان – ٦٥ ۔
شیخو بابا (دیکھو: جہانگیر) ۔
شیفتہ (دیکھو: مصطفی خان) ۔
شیو نراین ، منشی – ١٠ ، ٣٥ ، ٣٩ ۔
صدرالدین خان آزردہ ، مفتی – ٢ ۔
صہبائی (دیکھو: امام بخش) ۔
ضیاء الدین احمد خان بہادر نیر، نواب – ١٠ ، ١٢ ، ٢٨ ، ٧٩ ، ٨١ ، ٩٨ ۔
طاہر وحید – ٧٧ ، ٧٨ ۔
ظفر (دیکھو: بہادر شاہ) ۔
عارف (دیکھو: زین العابدین خان) ۔
عالمگیر – ٩٧ ۔
عالیہ سلطان بیگم (دیکھو: حیات النسا بیگم) ۔

عباس ثانی، شاہ – ٥٨، ٢٧۔
عبداللہ خان بہادر، نواب سید – ٤، ١٣، ١٤، ١٠٩۔
عبدالحق خیرآبادی، مولوی – ٤٨۔
عبدالحکیم خان، مولوی – ١١٨۔
عبدالرحمن خان بہادر، نواب سید – ٤، ١٤۔
عبدالرحمن وحید (دیکھو: طاہر وحید)۔
عبدالرحیم خانخانان – ١١٨۔
عبدالرزاق شاکر – ٥٨۔
عبدالرزاق گیلانی – ١١٩۔
عبدالرشید الحسنی (دیکھو: رشید شیخ)۔
عبدالصمد، ملا – ٨٢۔
عبدالعلیخان بہادر، سید – ٤٨۔
عبدالقادر دہلوی، شاہ ٣٠۔
عثمان خان بہادر، مولوی محمد – ٧٨۔
عرش آشیان، نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر – ٦٤، ١١٢، ١١٧، ١٢٠۔
عرفی، جمال الدین محمد شیرازی – ٨، ٨٢، ١١٧، ١١٨، ١١٩۔
عزت (دیکھو: غیاث الدین، خلیفہ)۔
عزیز (دیکھو: یوسف علیخان)۔
عصمت اللہ خان بہادر فاروقی، نواب – ٦٦۔
علاء الدین احمد خان بہادر علائی، نواب – ١٠، ٢٩۔
علی، زین الدین شیرازی ١١٨۔
علی بخش خان خانسامان ٣١، ٣٢، ٥٢، ٩٤۔
علی حسین خان بہادر، مسیح الدولہ حکیم ١٠٥، ١١٥۔
علی محمد خان بہادر، نواب سید ١، ٦١، ١١٢۔
عمدہ خانم ١٧۔
عنبر شاہ خان عنبر ١١٧۔
غلام رضا خان، حکیم ٥٢۔
غلام غوث خان بہادر بیخبر ٥٠، ٥٣۔
غلام محمد خان بہادر، نواب سید - ١، ١٣، ١٤، ٤٨، ٨٥، ٩٣، ١٠٩۔
غلام نجف خان، حکیم ٦٥۔
غیاث الدین عزت، خلیفہ ٢، ٤٨، ١١٢۔
فاروق حسن خان صابری، شاہ ١٢٠۔
فاضل شطرنج باز ٩٥۔
فتح النسا بیگم، جنابعالیہ ١، ١٨، ١٩، ٢٠۔
فخرالدین خان، نواب ٢٨۔
فخرالدین حسین خان سخن ٧٢۔
فخر الزمان (دیکھو: بدر چاچی)۔
فدا سلہٹی ٧٢۔
فردوس مکان، نواب سید یوسف علیخان بہادر – ٥٠، ٥٢، ٥٣

٥٨ ، ٧١ ، ٧٢ ، ٨٥ ، ٨٦ ، ٩٥ ، ١١٢ ،
١١٣ ، ١٢٠ .
فضل امام ، مولانا — ٣ .
فضل حسن خان صابری ، مولانا — ١٢٠ .
فضل حق خیرآبادی ، مولانا محمد — ٢
٣ ، ٤ ، ٥ ، ٧ ، ٤٨ .
فیروز النسا بیگم — ٤٨ .
فیض الله خان بہادر ، نواب سید — ١ ،
١٨ ، ٢٩ ، ٦٦ ، ١١٢ ، ١٢٠ .
فیض محمد خان ، نواب — ٣ .
فیضی ، ابوالفیض — ١١٩ .
قتیل — ٧٢ ، ٧٣ .
کاظم علیخان بہادر عرف چھوٹے
صاحب ، صاحبزادہ سید — ٤٧ .
کبیر خان تسلیم — ١١٧ .
کبیر الدین ، شاہ — ١١٣ ، ١١٤ .
کریم الله خان بہادر ، صاحبزادہ
سید — ٦٤ .
کریم الدین بہادر رسا ، مرزا — ٩٥ .
کفایت الله خان ، صاحبزادہ سید — ٦٤ .
کنور سین ، راجہ — ١١٢ .
کیننگ بہادر ، لارڈ — ١٩ ، ٢٢ ، ٢٣ ،
٣٣ ، ٣٦ ، ٣٧ .
لارنس صاحب ، لارڈ — ٨٦ ، ٨٩ .
لیک بہادر ، جرنیل لارڈ — ١٢ .
مبارک ، شیخ — ١١٩ .
مجاور علی صاحب ، سید — ١٠٤ .
مجید الدین احمد خان بہادر عرف مجو
خان ، نواب — ٦٦ .
محمد تغلق ، سلطان — ٧٧ .
محمد تقی خان سپہر ، مرزا — ٤٨ .
محمد حارثی — ٨٢ .
محمد حسن خان بہادر صدرالصدور ،
مولوی — ٦٦ .
محمد حسن خان ، صاحبزادہ — ٩٣ .
محمد حسن خان مالک مطبع ، مولوی —
١٢٠ .
محمدالدین احمد خان — ٦٦ .
محمد سعید خان بہادر ، نواب سید —
١ ، ٣ .
محمد علی ، مولانا — ٣١ .
محمد علیخان بہادر ، نواب سید — ٢٩ .
محمد علی رائج سیالکوٹی — ٨٣ .
محمد علیخان ابن وزیر محمد خان رئیس
ٹونک — ٥٤ ، ١٢١ .
محمد نور خان بڑیچ — ١ ، ١٨ .
مرتضی خان بہادر ، نواب — ٦٦ .
مرہٹہ — ١١ ، ١٢ ، ٥٤ .
مشتاق علیخان بہادر ، نواب سید ،
(دیکھو: عرش آشیان) .
مصطفی خان بہادر ، نواب — ٦٦ ، ٦٨ .
مظفر حسین خان بہادر — ١٠٥ ، ١١٥ .

معروف (دیکھو: الٰہی بخش خان نواب) ۔
ملک شاہ سلجوقی – ٩٧ ۔
ممتاز علیخان بہادر ، صاحبزادہ – ٦٦ ۔
مومن خان – ٢ ، ٦٧ ۔
مہدیحسین ، میر – ١٢ ، ١٤ ، ٢٧ ، ٣١ ، ٧٩ ۔
مہدی علیخان بہادر ، نواب – ٨٥ ، ٨٧ ، ٨٨ ۔
مہدی علیخان تحویلدار – ٧٢ ۔
مہمند – ١٢٠ ۔
میرنصاحب – ٣١ ، ٣٢ ۔
نادر شاہ – ٥٤ ۔
نادر علی ، شیخ – ١١٧ ۔
ناظر حسین ، مرزا – ١٠ ۔
نصراللہ بیگخان بہادر – ١١ ۔
نصراللہ خان بہادر ، نواب سید – ٦٤ ۔
نظام حیدرآباد ، حضور – ١٧ ۔
نواب مرزا خان داغ دہلوی – ١٧ ، ٥٧ ، ٦٩ ، ٨١ ، ١٠٥ ، ١٠٧ ۔
نورمحمد خان – ١٢٠ ۔
نوشہ صاحب ، مرزا – ٦٨ ۔
نولکشور صاحب ، منشی – ٥٢ ، ٧٧ ۔
نیازعلیخان ، صاحبزادہ – ٦٦ ۔
نیّر (دیکھو: ضیاءالدین احمد خان بہادر) ۔
نیّر (دیکھو: ممتازعلیخان) ۔
وارستہ (دیکھو: سیالکوٹی مل) ۔
وکٹوریہ ، ملکۂ معظمہ – ١٥ ، ٢١ ، ٢٣ ، ٢٤ ، ٣٣ ، ٤٨ ، ٥٤ ۔
ولی محمد سوداگر – ٨٧ ۔
ولیم فریزر ، مسٹر – ١٢ ۔
ہارڈنگ صاحب ، لارڈ – ٢٢ ۔
ہرگوپال (دیکھو: تفتہ) ۔
ہمایون – ١١٨ ۔
یوسف خان برادر غالب – ٢٧ ۔
یوسف علیخان بہادر ، نواب سید (دیکھو: فردوس مکان) ۔
یوسف علیخان عزیز – ١٠ ۔

# ٢ — فہرست مقامات

آگرہ — ١٠ ، ١١ ، ٨٢ ، ٩٧ ، ١١٠ ۔
اصفہان — ٧٢ ، ٧٧ ۔
افغانستان — ٢٢ ، ٥٤ ، ١٢٠ ۔
اکبرآباد (دیکھو: آگرہ) ۔
الور — ٣ ، ٩٨ ۔
الہ آباد — ٨٦ ۔
امرکوٹ — ١١٨ ۔
انڈمان ، جزائر — ٣ ۔
انگلستان — ١٢ ، ١٩ ، ٢٠ ، ٢١ ، ٢٧ ۔
اودھ — ١٩ ، ١٠٥ ، ١١٥ ۔
ایران — ٥٤ ، ٥٨ ، ٧٢ ، ١١٨ ۔
بخارا — ٧٢ ۔
برار ، صوبہ — ٢٢ ۔
برما — ٢٢ ۔
بریلی — ٦٥ ۔
بنارس — ٦٧ ، ٨٦ ۔
بنگال ، بنگالہ — ٧١ ، ٧٢ ، ٨٨ ، ١١٩ ۔
بینظیر ، باغ — ٩٢ ۔
پارس — ٨٢ ۔
پانی پت — ٥٤ ۔
پٹیالہ — ١٤ ۔
پنجاب — ١٩ ، ٢٢ ، ٨٨ ، ١١٠ ۔
تاشقند — ٧٧ ۔
ٹونک — ٣ ، ٥٤ ، ١٢١ ۔
ٹھٹھہ — ٨٣ ، ١١٨ ۔
جودھپور — ٩٧ ۔
جہانگیر آباد — ٦٦ ۔
جہانگیر نگر — ٧١ ۔
جھجھر — ٣ ۔
جیپور — ١٠٩ ، ١١٤ ۔
چاچ (دیکھو: تاشقند) ۔
حیدرآباد — ١٧ ۔
خیرآباد — ٣ ۔
دلی ، دھلی — ٣ ، ٤ ، ١٠ ، ١٢ ، ١٣ ، ١٤ ،
١٧ ، ٢٥ ، ٢٦ ، ٢٨ ، ٤٩ ، ٥٤ ، ٥٨ ،
٦٧ ، ٦٨ ، ٦٩ ، ٧٩ ، ٨٧ ، ٩٥ ، ٩٧ ،
١٠٩ ، ١١٠ ، ١١٢ ۔
رامپور — ٣ ، ١٠ ، ١٧ ، ١٩ ، ٢٥ ، ٢٦ ، ٢٨ ،
٢٩ ، ٣٠ ، ٣١ ، ٥٠ ، ٥١ ، ٥٤ ، ٦٥ ،
٦٧ ، ٦٨ ، ٦٩ ، ٨٥ ، ٨٦ ، ٩٠ ،
٩٢ ، ١٠٩ ، ١١٠ ، ١١٢ ، ١١٣ ،
١١٧ ، ١١٨ ، ١٢٠ ۔
رنگون — ١٢ ۔
روھیلکھنڈ — ١ ، ١١٢ ۔
ساگر — ٨٨ ۔
ستلج — ٢٢ ۔

سرہند – ۱۱۲ ۔
سمرقند – ۷۲ ۔
سنبھل – ۸۵ ۔
سندھ – ۵۴ ، ۷۲ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ۔
سوار، تحصیل – ۲۶ ۔
سونک سونسا، پرگنہ – ۱۱ ، ۱۲ ۔
سہارنپور – ۳ ۔
شاہجہان آباد (دیکھو: دلی)۔
شاہجہانپور – ۲۵ ۔
شیراز – ۸۲ ، ۱۱۷ ۔
علیگڑھ – ۸۶ ۔
غازی آباد – ۸۷ ۔
فتحپور سیکری – ۱۱۹ ۔
فتحگڑھ – ۲۱ ، ۲۴ ، ۱۱۲ ۔
فرخ آباد – ۲۵ ۔
فیروزپور جھرکہ – ۱۱ ، ۱۲ ، ۷۹ ۔
قزوین – ۷۷ ۔
قلات – ۲۲ ۔
کاشی پور – ۲۲ ، ۲۴ ۔
کاشی پور، محلہ – ۸۶ ۔
کانپور – ۸۶ ۔
کربلای معلی – ۱۱۵ ۔
کشمیر – ۱۱۹ ۔
کلکتہ – ۱۹ ، ۶۷ ، ۷۱ ، ۸۵ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۱۱۰ ۔
کھریا، موضع – ۲۶ ۔
کیچ – ۷۲ ۔
گجرات – ۱۱۹ ۔
گڑھ مکٹیسر – ۲۵ ۔
لاوا – ۵۴ ۔
لاہور – ۵۴ ، ۸۸ ، ۱۱۸ ۔
لکھنؤ – ۳ ، ۲۸ ، ۷۷ ، ۱۱۵ ۔
لندن – ۲۲ ، ۸۸ ۔
لوہارو – ۱۱ ، ۱۲ ، ۷۹ ۔
مدینۂ منورہ – ۸۳ ۔
مرادآباد – ۲۴ ، ۲۵ ، ۳۱ ، ۶۵ ، ۶۶ ، ۶۷ ، ۶۸ ، ۶۹ ۔
مراد نگر – ۲۵ ۔
مکران – ۷۲ ۔
ممالک مغربی و شمالی – ۲۲ ، ۲۴ ، ۱۳۰ ۔
میرٹھ – ۴ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۲۵ ، ۵۸ ، ۱۰۹ ۔
نجیب آباد – ۳۱ ۔
نربدا – ۸۸ ۔
ہاپوڑ – ۶۸ ۔
ہرات – ۵۴ ۔
ہند، ہندستان – ۱ ، ۱۲ ، ۱۹ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ ، ۵۴ ، ۵۸ ، ۷۲ ، ۷۳ ، ۷۷ ، ۸۲ ، ۸۴ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ۔

# ٣ – فہرست کتب و اخبارات

آئین اکبری – ١١٩۔
آئینۂ سکندر، اخبار – ٣۔
ابر گہربار، مثنوی – ٣٨۔
اخبار الصنادید – ١٨، ٢٣، ٢٥، ٣١، ٣٣، ٤٧، ٥٢، ٥٤، ٦٤، ٦٥، ٧٨، ٨٥، ٩٢۔
اردوی معلی – ١٠، ١٤، ٢٧، ٢٩، ٣١، ٣٢، ٣٥، ٣٦، ٣٧، ٣٩، ٤٩، ٥٢، ٥٤، ٥٨، ٦٥، ٦٧، ٦٩، ٧١، ٧٩، ٨٢، ٩٨، ١٠٤۔
اعجاز خسروی – ٧٧۔
اکبر نامہ – ١١٩۔
امیر حمزہ کی داستان – ٥٨، ٥٩۔
انتخاب بوستان خیال – ٤٨۔
انتخاب یادگار، تذکرہ – ٣، ١٣، ٤٠، ٤٢، ٤٦، ٥٩، ٦٤، ٦٦، ٨٥، ٩٢، ١٠٩۔
برہان قاطع – ٥٨، ٧٣، ٧٤۔
بہار عجم، فرہنگ – ٨٣۔
پنج آہنگ – ١٣۔
تاریخ سلاطین تیموریہ – ١٢۔
تاریخ شاہان سلف – ٤٨۔
تاریخ لطیف – ٤٠، ٧٢، ٧٩، ٨٥، ٩٨۔
تاریخ ہند مصنفۂ ایلیٹ صاحب – ٧٩۔
تذکرۂ کاملان رامپور – ٣١، ١١٧۔
تشریح السنین – ٧٢۔
تیغ تیز – ٧١، ٧٢۔
تیغ تیز تر – ٧١، ٧٢۔
خزانۂ عامرہ – ٨٣۔
خمسۂ فیضی – ١١٩۔
داستان حمزہ (دیکھو: امیر حمزہ کی داستان)۔
دبدبۂ سکندری، اخبار – ٤٨، ٨٦، ٩٢، ٩٣، ٩٩، ١٢٠، ١٢١۔
دستنبو – ١٥۔
دیوان اصغر – ١٤۔
دیوان غالب اردو – ١٠، ١٥، ٧٩، ٨٠، ٨١، ١١٠۔
دیوان غالب فارسی – ٥٣، ٥٥، ٧٩، ٨٠، ٨١۔
دیوان ناظم – ٢، ٥٣، ٥٥۔
دیوان نواب – ٤٨۔
رموز حمزہ (دیکھو: امیر حمزہ کی داستان)۔
ساطع برہان – ٥٨۔

سواطع الالہام — ١١٩ ۔
شرح اشعار بدر چاچی — ٧٧ ، ٧٨ ۔
عود ہندی — ١٤ ، ٣١ ، ٥٠ ، ٥٨ ، ٧٩ ۔
غالب ، مصنفۂ مہر — ٧٢ ۔
غیاث اللغات — ٢ ، ٤٨ ، ١١٢ ۔
فرہنگ جہانگیری — ٨٠ ، ٨٢ ۔
فرہنگ رشیدی — ٨٠ ، ٨٢ ، ٨٣ ۔
قاطع برہان — ٥٨ ، ٧١ ، ٨٢ ۔
کلیات (نثر) غالب — ١٣ ، ١١٥ ۔
کلیات (نظم) غالب — ٦ ، ٢٨ ، ٢٩ ، ٦٩ ، ٧٩ ، ٨٠ ۔
کلیات فیضی — ١١٩ ۔
گلشن بیخار — ٦٧ ۔
گلشن فتوت — ١٨ ۔
لب لباب رمل — ٦٦ ۔
مصطلحات شعرا — ٨٣ ۔
مکاتبات علامی — ١١٩ ۔
منتخب اللغات — ٨٣ ۔
موارد الکلم — ١١٩ ۔
موید برہان — ٧١ ۔
مہر نیمروز (دیکھو: تاریخ سلاطین تیموریہ) ۔
ناسخ التواریخ — ٤٨ ۔
نامۂ غالب — ٥٧ ، ٥٨ ۔
ہدیۂ سعیدیہ — ٣ ۔
یادگار غالب — ٦٥ ۔

ALIGARH.

# تصحیح و استدراك

( پروف کی تصحیح مین انتہائی احتیاط کی باوجود متن اور حواشی مین بعض غلطیان رہ گئین تہین ؛ نیز مکاتیب کی طباعت کی بعد کچھ نئی چیزین بھی معلوم ہوئین ، اسلئی مجبوراً تصحیح و استدراك کی نامشکور سعی کرنی پڑی . براہ کرم غلطیون کی اصلاح فرما لیجائی، اور نئی معلومات مناسب مقام پر اضافہ کرلیجائین ، تاکہ کتاب پڑھتی وقت کوئی غلط فہمی پیدا نہو . ).

ص ١٢، سط ١ و ٤ – « لاڑد » بجائے « لارڈ » .
ایضاً ، حاشیہ نمبر ٤ ، سط ٥ — اضافہ کیجی « (اردوی معلی ، ص ١٦٣) » .
ص ١٤ ، حاشیہ نمبر ٣ ، سط ٤ — « بھائی کی حویلی » بجائی « بھائی کی حویلی » .
ص ١٦ ، حاشیہ نمبر ١ ، سط ٨ — « سنہ ١٨٥٨ع » بجائی « سنہ ١٨٨٨ع » .
ص ١٧ ، حاشیہ نمبر ٢ ، سط ٤ — « داروغہ تھی اور سو روپیہ » بجائی « داروغہ تھی سو روپیہ » .
ص ١٩ ، سط ٦ – « لاڑد » بجائے « لارڈ » .
ص ٢١ ، حاشیہ ، سط ٦ — « یہان » بجائی « یہان » .
ص ٢٢ ، حاشیہ نمبر ٣ ، سط ٩ — « تر » بجائی « ر » .
ایضاً ، حاشیہ ، نمبر ٥ ، سط ٤ — « ممالك مغربی و شمالی کی گورنر » بجائی « پنجاب کی گورنر » .
ص ٢٤ ، حاشیہ ، سط ٢٤ — « دعائی » بجائی « دعای » .
ص ٢٦ ، حاشیہ ، سط ٥ — « کی » بجائی « کیلئی » .
ایضاً ، حاشیہ، سط ٨ — « جا » بجائی « جاجا » .
ص ٢٧ ، سط ١٤ – « نوازشنامہ » بجائے « لوازشنامہ » .
ص ٢٩ ، حاشیہ نمبر ١، سط ١٥ — « کیا » بجائی « کیا » .
ایضاً ، حاشیہ ، سط ١٧ — « دیدہ‌ور » بجائی « دیدور » .
ص ٣٧ ، حاشیہ ، سط ١ و ١٥ — « مارچ » بجائی « فروری » . (یہ اردوی معلی کی مطبوعہ ایڈیشن کی غلطی ہی) .
ص ٤٠ ، سط ٢ – « هزار » بجائے « هزاز » .
ایضاً ، حاشیہ نمبر ١ ، سط ١ — « مرزا » بجائی « مرز » .
ص ٤١ ، سط ١٠ – « ٹہرتا » بجائے « ٹھرتا » .
ص ٤٤ ، سط ١٥ – « ناتوانان » بجائے « ناتوان » .
ص ٤٩ ، سط ١٣ – « چو » بجائے « چون » .
ص ٥٠ ، حاشیہ نمبر ١ ، سط ١٩ — « آمر » بجائی « امر » .
ص ٥٩ ، سط ٩ – « چو » بجائے « چون » .
ص ٦٠ ، سط ١ – « دستاري » بجائے « دسناری » .
ص ٦٦ ، حاشیہ نمبر ٢، سط ٩ — اضافہ کیجی « سعید الدین خانصاحب نی ٢١ ربیع الثانی سنہ ١٣٠٣ھ مطابق ٢٧ جنوری سنہ ١٨٨٦ع اور ٨ جمادی الاولی سنہ مذکور مطابق ١٣ فروری سنہ مذکور کی درمیان انتقال کیا . »

| | |
|---|---|
| ص ٦٦ ، حاشیه نمبر ۳ — | «کچھ معلوم نهوسکا» کی بجائی «اونکی صاحبزاده مولوی محمد نجم الحسن خان کی مکتوب مورخهٔ ۲٦ اپریل سنه ۱۸۷۸ ع سی معلوم هوتا هی که صدر الصدور صاحب بانس بریلی کی باشندی تهی ، اور خط لکهنی سی پانچ سال قبل ، تقریباً سنه ۱۸۷۳ ع مین ، انتقال کرگئی . صدر الصدور صاحب کی برادر خورد مولوی حامد حسن خان بهی صدر الصدور تهی . یه فروری سنه ۱۸۷۸ ع مین فوت هوی» . |
| ص ٦۹ ، حاشیه ، سطر ٥ — | «کی» بجائی «کو» . |
| ص ۷٥ ، حاشیه ، سطر ٤ — | «۱۱۰» بجائی «۱۰۹» . |
| ص ۷۸ ، حاشیه ، سطر ۲ — | «۱۲۲۱ ھ» بجائی «۱۲٤۸ ھ» . |
| ص ۸۰ ، سطر ۱۸ — | «لکهتے» بجائے «لهکتے» . |
| ص ۹٥ ، حاشیه نمبر ۱ ، سطر ۲ — | «رجب سنه ۱۲۷۲ ھ (۱۸٥٥ ع) مین» بجائی «غدر سنه ٥۷ ع سی قبل» . |
| ص ۹۹ ، خط ۹۱ — | (مکاتیب کی ترتیب کی وقت قطعهٔ آینده کی متعلق صرف اسقدر معلوم هوسکا تها ، که نواب خلد آشیان نی منشی امیر احمد مینائی مرحوم کی حواله کردیا . لیکن حسن اتفاق سی کتاب کی طباعت ختم نهوئی تهی ، که منشی عتیق الرحمن خان کلیم رامپوری نی قطعهٔ مذکور پیش کیا اور بتایا که مین نی امیر مینائی مرحوم کی پوتون سی حال مین پرانی ردی خریدی هی ، اوس مین سی یه قطعه دستیاب هوا هی . حقیر عرشی نی اسی گنج باد آورد شمار کرتی هوی سر دست آخر مین شامل کردینا مناسب خیال کیا . انشاءالله آینده اشاعت مین اپنی مقام پر درج کیا جائیگا . ) |

## (قطـــعه)

هنـد مین اهلِ تسنن کی هین دو سلطنتین
حیدرآبادِ دکن ، رشکِ گلستـانِ ارم
رامپور اهل نظر کی هے نظر مین وه شهر
که جهان هشت بهشت آکے هوئی هین باهم
حیدرآباد بهت دور هے . اس ملک کے لوگ
اوسطرف کو نهین جاتے هین . جو جاتے هین تو کم
رامپور آج هے وه بقعهٔ معمور ، که هے
مرجـع و مجمـعِ اشرافِ نژادِ آدم
رامپور ایك بڑا باغ هے از رویِ مثال
دلـکش و تازه و شاداب و وسیع و خورّم

جس طرح باغ مین ساون کی گھٹائین(۱) برسین
هے اوسی طور په یان دجله فشان دستِ کرم
ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علیخان سے مدام
دُرِّ شهوار هین، جو گرتے هین قطرے پیهم
صبحدم باغ مین آجائے جسے هو نه یقین
سبزه و برگِ گل و لاله په دیکھے شبنم
حَبّذا باغِ همایونِ تقدس آثار
که جهان چرنے کو آتے هین غزالانِ حرم
مسلکِ شرع کے هین راهرو و راه شناس
خضر بهی یان اگر آجائے تو لے انکے قدم
مدح کے بعد دعا چاهیے اور اهلِ سخن
اسکو کرتے هین بهت بڑهکے به اغراق رقم
حق سے کیا مانگیے؟ انکے لئے جب هو موجود
ملك و گنجینه و خیل و سپه و کوس و علم
هم نه تبلیغ کے مایل نه غلو کے قایل
دو دعائین هین که وه دیتے هین نواب کو هم
یا خدا! غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
دو وه چیزین که طلبگار هے جنکا عالم
اولاً عمرِ طبیعی به دوامِ اقبال
ثانیاً دولتِ دیدارِ شهنشاهِ امم

ص ۱۰۳، حاشیه نمبر ۲، سطر ۱ — «لکهدیا» بجائے «لهکدیا».
ص ۱۰۴، حاشیه نمبر ۱، سطر ۱ — «مشفق» بجائے «مشقق».
ص ۱۰۵، حاشیه نمبر ۱، سطر ۱۲ — اضافه کیجیے «مظفر حسین خان نے سنه ۱۲۹۲ ھ (۱۸۷۵ع) مین انتقال کیا (کلیات منیر، ص ۵٤۷).».

---

(۱) میرزا صاحب نے «گهٹائین» لکھا هے.

Printed by Abdus-Samad Sharafuddin at The Qayyimah Press, 232 Bhendi Bazar, Bombay 3,
and published by The State Library, Rampur State, U. P.

*The Rampur State Library Publication Series.* *No. 1.*

# MAKĀTĪB-I-GHĀLIB

A collection of 115 letters of Najm-ud-Dawlah Dabīr-ul-
Mulk Mīrzā Asad-ullāh Khān Bahādur *Ghālib*
Nizām-Jang Dihlawī addressed to
Nawwāb Firdaws-Makān,
Nawwāb Khuld-Āshyān
and other persons.

عطیہ
رام بابو سکسینہ

Edited by
IMTIYĀZ 'ALĪ 'ARSHĪ
*Librarian, The State Library, Rampur State, U.P., India.*

UNIVERSITY LIBRARY
MUSLIM UNIVERSITY. ALIGARH.

(All rights reserved)

QAYYIMAH PRESS
(PROPS.: SHARAFUDDIN & SONS)
BOMBAY
1937

Ram Babu Saksena Collection.

ع ۱۱
(ع ۲۱۳ غ)

۸۹۱۵۲۳۴

DUE DATE

۳۲۲ ۲۸

Ram Babu Saksena Collection.

ع ۱۱ ۸۹۱۵۲۳۴۲

(ع۲۱۳غ)

۳۲۶۶۸

| Date | No. | Date | No. |
|---|---|---|---|
| | | | |
| | | | |
| | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| | | 25/2/81 | |
| | | | |

۸۶۶۴۲